A-PDF Image To PDF Demo. Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

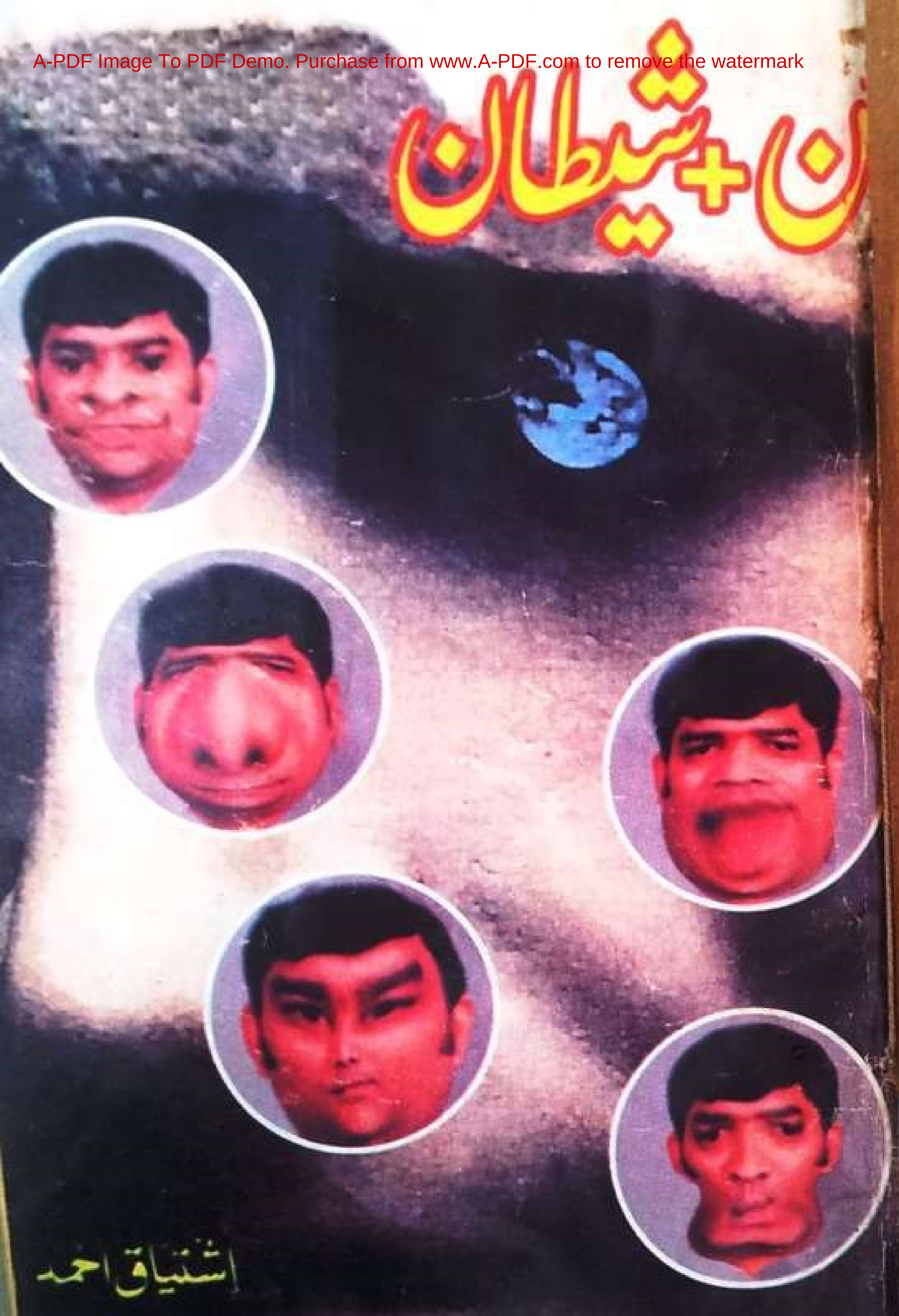

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

انوار الادب لائبریری
تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز (42)

جن + شیطان

اِشتیاق احمد

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

تخلیق واشاعت میں
نئے دور کا آغاز

انداز

حقوق اشاعت محفوظ

ناشر: منصور احمد بٹ
تزئین: محمد سعید نامدار
سرکولیشن: محمد یار حیدر
قیمت: 60 روپے

منصور احمد بٹ نے لالہ عبدالرشید پرنٹرز سے چھپوا کر انداز پبلی کیشنز لاہور سے شائع کیا

انداز پبلی کیشنز
3، عابد مارکیٹ جوائے شاہ روڈ، سانڈہ کلاں، لاہور
فون: 7246356 - 7112969

حدیث شریف

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں اگر وہ میرا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو میں بھی خاموشی کے ساتھ اس کو یاد کرتا ہوں اور اگر کسی جماعت میں بیٹھ کر مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی ایک ایسی جماعت میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں جو جماعت اس بندے کی جماعت سے بہتر اور برتر ہوتی ہے اور اگر کوئی بندہ مجھ سے ایک بالشت قرب حاصل کرتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہو جاتا ہوں اور جب کوئی بندہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ اس سے قریب ہو جاتا ہوں' اور اگر کوئی بندہ میری طرف آہستہ آہستہ چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجا)

مطلب یہ ہے کہ جو بندہ ہم سے اچھی امید رکھتا ہے ہم بھی اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے ہیں۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ساتھ ہوں

بندے کو اختیار ہے جیسا چاہے مجھ سے گمان قائم کر لے۔ (مسلم، حاکم)

(ترجمہ) حضرت انس ؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھ کو پکارے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ (احمد)

(ترجمہ) حضرت واثلہ بن اسقع ؓ کی روایت میں ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اگر اچھا گمان رکھتا ہے تو میں بھی اچھا معاملہ کرتا ہوں اور اگر بری توقعات قائم کرتا ہے تو میں بھی وہی سلوک کرتا ہوں۔ (طبرانی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان اور خیالات کے ساتھ ہوں اگر مجھ سے اچھی امید رکھے تو اس کے لئے اچھا ہے اور اگر بری امید رکھے تو اس کیلئے برا ہے (احمد، مسلم، طبرانی)

(ترجمہ) ایک صحابی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'اے ابن آدم تو میری طرف آنے کے لئے کھڑا ہوتا کہ میں تیری طرف روانہ ہو جاؤں اور تو میری طرف روانہ ہوتا کہ میں تیری طرف دوڑ کر چلوں (احمد)

دو باتیں

السلام علیکم! یہ ناول پڑھنے سے پہلے آپ کسی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے چکروں کی دوا لے لیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ کو آئیں گے چکر پر چکر اور ایک بار جب یہ چکر شروع ہو گئے تو پھر رکنے کا نام نہیں لیں گے..... اور آپ خود کو گھن چکر محسوس کرنے لگیں گے..... لیکن اس سے بھی تو کام نہیں چلے گا..... اس لیے کہ ناول تو آخر آپ کو پڑھنا ہو گا..... ایسے میں آپ کہ اٹھیں گے..... ایک تو ناول کے لیے پیسے خرچ کرو..... پھر ناول پڑھنے کے لیے دوا کا خرچ برداشت کرو..... ہے کوئی تک۔

جی ہاں بالکل تک ہے..... اس لیے کہ میں دراصل چاہتا ہوں کہ آپ کو چکر نہ آئیں..... اور چکر آ بھی جائیں تو آپ فوراً دوا لے لیں..... اب آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ اس ناول کو لکھتے ہوئے خود مجھے چکر پر چکر آئے..... اس قدر کہ میں چکرا کر رہ گیا..... اس پر بھی چکر ختم نہ ہوئے تو میں نے ان چکروں کو شیطانی چکر خیال کرنا شروع کر دیا اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ شیطان مجھ پر اپنا اثر ڈالنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے..... وہ چاہتا ہے میں کسی طرح بھی یہ ناول نہ لکھ سکوں..... ادھر میں اللہ پاک سے دعا کرتا رہا کہ کسی نہ کسی طرح یہ ناول پورا ہو جائے..... اس طرح اللہ نے مہربانی فرمائی..... ناول تو پورا خیر ہو گیا اور اب یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے..... اب اس

کی کوشش یہ ہوگی کہ آپ کسی طرح بھی یہ ناول نہ پڑھیں ..... لہٰذا پہلے تو آپ کو چکرانے کی کوشش کرے گا..... آپ کو ادھر ادھر لگانے کی کوشش کرے گا..... خیال دلائے گا کہ فضول ناول ہے..... بے کار ناول ہے..... اس سے تو بہتر ہے کرکٹ کھیل لیں..... یا پھر ٹی وی دیکھ لیں..... وی سی آر پر کوئی فلم دیکھ لیں..... لیکن میں چاہتا ہوں..... ناول کا سسپنس آپ کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لے گا اور آپ شیطان کے وار سے بال بال بچ جائیں گے..... ہاں اتنا ضرور رہے گا کہ آپ کو چکر آئیں گے..... وہ چکر شیطانی وار سے نہیں..... ناول کے پلاٹ سے آئیں گے..... بہر حال..... آپ کو چکر جس وجہ سے بھی آئیں..... آپ ان چکروں کو ہرگز ہرگز گھاس نہ ڈالیں اور اپنا کام کریں یعنی بس ناول پڑھیں..... جب آپ ناول ختم کریں گے تو آپ کو ایک خوشگوار احساس ہو گا..... وہ احساس کیا ہو گا..... بتا نہیں سکتا..... ورنہ سسپنس کا خون ہو جائے گا..... اور میرے ناول میں کم از کم سسپنس کا خون نہیں ہونا چاہئے..... اور تھوڑے خون ہو جاتے ہیں کہ اب سسپنس کا بھی ہو جائے۔

آپ شاید بیچ بیچ دو باتیں پڑھتے ہوئے یہ سوچ رہے ہوں گے کہ اس قدر اوٹ پٹانگ باتیں ہم نے شاید بہت کم سنی ہیں۔

آپ یہ بات کہتے ہیں تو..... آپ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں..... لیکن صرف اور صرف اس لیے کہ ابھی آپ نے ناول نہیں پڑھا..... جب آپ

ناول پڑھ لیں گے تو پھر آپ میری ہاں میں ہاں ملاتے نظر آئیں گے اور کہ اٹھیں گے..... وہ دو باتیں تو بالکل ناول کے عین مطابق تھیں..... ان میں تو کوئی بات بھی اوٹ پٹانگ نہیں تھی..... اس ناول کو اوٹ پٹانگ نہیں کہا جاسکتا..... دو باتیں کو ہرگز نہیں کہا جاسکتا..... اس بات کو اب چھوڑیں..... کیا کہا جاسکتا ہے اور کیا نہیں کہا جاسکتا..... اصل کام یہ ہے کہ آپ یہ ناول پڑھیں..... کچھ کہیں یا نہ کہیں۔

آئندہ ماہ آپ خاص نمبر پڑھیں گے..... 20 جون کا خاص نمبر..... بلکہ بیس نہیں 20 جولائی کو بھی اور 20 اگست کو بھی آپ خاص نمبر ہی پڑھیں گے..... اب پروگرام یہ ترتیب دیا گیا ہے..... کہ تین ماہ کی چھٹیوں میں ہر ماہ خاص نمبر ہی پیش کیا جایا کرے گا..... یعنی تین خاص نمبر..... ہو گئی نہ آپ کی عیش۔

تینوں ماہ کے خاص نمبروں کی ضخامت اور قیمت کیا ہو گی..... یہ بات مقررہ نہیں..... ضخامت اور قیمت پہلے طے کرنا ممکن نہیں..... لہٰذا ہر بار ایک ماہ پہلے اس بارے میں آپ اعلان پڑھ سکیں گے۔ شکریہ

اشتیاق احمد

انوار الادب لائبریری
تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

کاش!

”سنو! میں ایک طاقت ہوں..... انوکھی طاقت!“

کمرے میں ہونے والی اس سرگوشی کو سرجاری نے سنا تو اس کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا..... اس نے چاروں طرف دیکھا، کمرے میں کوئی نہیں تھا..... دروازہ کھول کر دیکھا، برآمدے میں بھی کوئی نہیں تھا، کھڑکی کھول کر باغ کی طرف دیکھا، وہاں بلب روشن تھا، کئی منٹ تک بغور دیکھنے کے بعد وہ مسکرایا اور خود سے بولا۔

”شاید میں وہمی ہو گیا ہوں“۔

”نہیں ..... تم وہمی نہیں ہو، لیکن میں ایک طاقت ہوں ..... انوکھی طاقت“۔ آواز پھر سنائی دی۔

اس نے بوکھلا کر پھر ادھر ادھر دیکھا..... وہاں کوئی نہیں تھا..... اب تو اس کی سٹی گم ہو گئی..... جسم پر لرزہ طاری ہو گیا..... اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور دوڑ کر دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا..... یہاں اس کے بیوی

بچے خوش گپیوں میں مصروف تھے...... انہوں نے جو اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار دیکھے تو ڈر گئے۔

"کیا ہوا ڈیڈ...... کیا کوئی بھوت دیکھ لیا ہے"۔

"ہاں!" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"جی...... کیا کہا؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"یہی کہا ہے کہ ہاں، میں نے بھوت دیکھ لیا ہے"۔

"دیکھا...... میں نے ٹھیک کہا تھا نا" اس کا بڑا بیٹا چہک کر بولا۔

"تم نے کیا کہا تھا نومی؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہم جنوں بھوتوں کی باتیں کر رہے تھے...... میں نے انہیں بتایا تھا...... کہ جہاں جنوں بھوتوں کی باتیں کی جاتی ہیں...... وہاں وہ آموجود ہوتے ہیں"۔

"اوہ اوہ...... کیا واقعی یہ بات ہے"۔ سرجاری نے کانپ کر کہا۔

"پتا نہیں ڈیڈ...... بس میں نے تو یہ بات جنوں بھوتوں کی کسی کتاب میں پڑھی تھی...... لیکن آپ کے ساتھ کیا ہوا ہے"۔

"مم...... مجھے...... مجھے ایک آواز سنائی دی ہے...... پراسرار آواز ...... اور ایک بار نہیں، دو بار سنائی دی ہے"۔

"اور وہ آواز کیا تھی"۔

"آواز سنائی دی...... میں ایک طاقت ہوں...... انوکھی طاقت"۔

"واہ...... بہت خوب"۔ نومی خوش ہو گیا۔

"یہ کوئی خوش ہونے کی بات ہے کیا"۔ سرجاری نے بھنا کر کہا۔

"ہاں ڈیڈ...... بہت...... آپ اس طاقت سے بہت کام لے سکتے ہیں
میں نے ایسی ہی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے...... دنیا میں بہت سی پراسرار
ں موجود ہیں...... جن کے بارے میں انسان آج تک جان نہیں سکا
ضرور یہ بھی ان میں سے کوئی طاقت ہے...... آپ کو اس سے ڈرنا
چاہئے تھا...... بلکہ اسے باتوں میں لگا کر اپنی مدد پر آمادہ کرنا چاہئے تھا"۔
ے جلدی جلدی کہا۔

"تم نے کیا کہا نومی...... باتوں میں لگا کر؟" سرجاری نے حیران ہو کر

"ہاں ڈیڈی...... اس پراسرار طاقت کو کیا معلوم کہ آج کے دور میں
س قسم کی چالاکیوں سے کام نکالے جاتے ہیں...... آپ بس اسے رام
...... اسے اپنا بنا لیں، پھر دیکھئے گا"۔

"اوکے...... اب اگر اس کی آواز سنائی دی تو میں ڈروں گا نہیں......
س سے بات کروں گا" سرجاری نے کہا۔

"بلکہ بہتر یہ ہے کہ جونہی آواز سنائی دی...... آپ ہمیں خبردار کر دیں
م بھی کمرے میں آجائیں گے...... اور اس کی آواز سن کر اندازہ لگانے
شش کریں گے...... دراصل ڈیڈ...... برا نہ مانئے گا...... آپ ان

معاملات کے ماہر نہیں ہیں، جب کہ ہم اس قسم کی چیزوں میں بہت دلچسپی
ہیں..... آپ کو ہمارے کمروں میں اس قسم کی بے شمار کتابیں مل جائیں گی
جن میں پراسرار قوتوں کا ذکر ہے..... اور انسان ان قوتوں کو کس ط
حاصل کر سکتا ہے..... یہ تمام تفصیلات بھی ان میں مل جائیں گی"۔

"اچھا ٹھیک ہے..... اگر اس نے مجھ سے پھر بات کی تو میں تمہیں بلا
گا..... آواز تو نہیں دوں گا..... ہاں گھنٹی کا بٹن دبا دوں گا"۔

"او کے..... بالکل ٹھیک ڈیڈ"۔

اور وہ پھر اپنے کمرے میں آگیا..... وہ ایک جاگیردار قسم کا انسان
باپ دادا کی طرف سے ملی ہوئی بہت ساری زمین کا مالک تھا..... اس زمین
آمدنی سے اس گھرانے کی گزر بسر بہت آسانی سے ہو رہی تھی..... کسی قسم
مشکلات کا انہیں سامنا نہیں تھا..... نہ کوئی خاص کام کرنا پڑتا تھا..... کھا لیا
سو لیا..... جاگ لیا..... گویا راوی عیش ہی عیش لکھتا تھا ان کے لئے۔

جونہی اس نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا، وہ آواز
لہرائی۔

"سنو! میں ایک طاقت ہوں..... انوکھی طاقت"۔

آواز سنتے ہی اس نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا..... اگرچہ اس بار خود ا
بھی خوف محسوس نہیں ہوا تھا، یا پھر بہت کم خوف محسوس ہوا تھا۔

"آپ کون ہیں"۔ اس کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

"تم اس چکر میں نہ پڑو کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں..... صلے گا..... اور جو
جو..... میں ایک طاقت ہوں..... پراسرار طاقت ہے۔ نہ تم بھول گئے تو معاملہ

"میں اس طاقت سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہوں" اس نے تم ہار سکتے ہو اور برا بھلا پھر
"فائدہ اٹھانے والا ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے"۔ ب کر نماز پڑھنے کے لیے چلے جانا

ایسے میں دروازہ آہستہ سے کھلا۔

"آخر کیا..... میں کیا فائدہ اٹھا سکتا ہوں..ابھی تو اذان ہو رہی ہے..... میں مسجد میں
سرجاری کی اس بات کا جواب نہیں۔

"اب آپ خاموش کیوں ہو گئے" سال لیا..... جو وہ لکھواتا رہا..... وہ لکھتا رہا..... آخر
اب بھی آواز سنائی نہیں دی۔

"جونہی تم اندر داخل ہو م جاؤ..... میری اطلاعات کے مطابق تم لاکھوں روپے
نہ وہ بات کر رہا تھا"۔ سکتے ہو..... اور پھر سونے کے کاروبار میں ہاتھ ڈالا تو اس

"اس کا مطلب تو پھل کی خرید و فروخت کی تو اس میں بھی ان گنت دولت ہاتھ
تا..... خیر ہم کمرے سے

یہ کہ کر نوی او، ٹھیک ہے، لیکن آپ ہیں کون، کچھ اپنے بارے میں بھی تو

"ہاں اے پر اس کی کیا ضرورت ہے..... پہلے مجھے آزما تو لو..... پھر میں اپنے
"یہ کہ فائدہ اٹھ بھی بتا دوں گا"۔

"مثلاً..... میں آہ اچھا شکریہ"۔

وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو سب کے سب وہیں کھڑے نظر آئے۔

"ہم نے دروازے سے کان لگا رکھے تھے..... آپ کی باتیں کرنے کی آواز ہم سن رہے تھے، لیکن جو آپ سے باتیں کر رہا تھا اس کی آواز ہم میں سے کوئی نہیں سن رہا تھا..... لہٰذا آپ کو ضرور وہم ہو گیا ہے"۔

"پتا نہیں مجھے وہم ہوا ہے..... یا کیا ہوا ہے، لیکن پہلے یہ سن لو..... کہ اس نے کیا کیا بتایا ہے"۔

"کل پاک لینڈ کا شار جستھان سے کرکٹ کا میچ ہو رہا ہے..... تم جانتے ہو..... اس میچ پر کتنا جوا ہوتا ہے..... اب اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ اس میچ میں کون سا ملک جیتے گا..... تو وہ اس پر رقم لگا سکتا ہے"۔

"بب..... بالکل لگا سکتا ہے..... تو پھر..... کیا اس نے بتایا ہے آپ کو"۔

"ہاں بالکل..... لیکن ڈرتا ہوں..... کہ یہ سب کوئی دھوکا نہ ہو"۔

"تو پھر بڑی رقم نہ لگائیں..... پہلے چھوٹی رقم لگا کر دیکھ لیں..... ابھی تو کئی میچ ہونے والے ہیں"۔

"لیکن اس نے صرف کل کے میچ کے بارے میں بتایا ہے" سرجاری نے منہ بنایا۔

"تو کیا ہوا..... وہ پھر بات کرے گا"۔

"ہاں اس کا امکان ہے..... خیر ہم اتنی چھوٹی رقم بھی نہیں لگائیں گے..... سنا ہے ایک اور دس کا ریٹ ہے سب لوگوں کا خیال ہے..... اس بار شار جستھان کی ٹیم بہت زوروں میں ہے..... لہٰذا وہی جیتے گی..... لوگ دھڑا دھڑ اس کی جیت پر رقم لگا رہے ہیں..... پاک لینڈ کی جیت پر رقم لگانے والے بہت کم ہیں..... اگر ہم ایک لاکھ روپیہ لگائیں اور پاک لینڈ جیت جائے تو ہمیں دس لاکھ ملیں گے"۔

"تو کیا اس نے یہ بتایا ہے..... پاک لینڈ جیتے گا"۔

"ہاں! اس نے یہی لکھوایا ہے"۔

"تب پھر لگا دیں ایک لاکھ"۔

"اچھا میں جاتا ہوں..... ایک لاکھ کا ٹکٹ خرید کر لاتا ہوں"۔

دوسرے دن میچ ہوا، پاک لینڈ جیت گیا..... انہیں دس لاکھ مل گئے..... وہ سب چپ چپ تھے..... انہیں افسوس اس بات کا تھا کہ انہوں نے ایک لاکھ کی رقم کیوں لگائی، ایک کروڑ کی کیوں نہیں لگائی..... اس طرح وہ اس وقت دس کروڑ کے مالک ہوتے..... اس روز اس نامعلوم طاقت نے کوئی بات نہ کی..... باقی میچوں میں وہ اپنی سمجھ کے مطابق رقمیں لگاتے رہے اور ہارتے رہے..... یہاں تک کہ جیتے ہوئے دس لاکھ ختم ہو گئے..... وہ ہاتھ مل کر رہ گئے، میچ ختم ہو گئے۔

اب..... اب کیا کریں..... وہ تو پھر بولا نہیں..... شاید ہم سے ناراض ہو گیا..... لیکن ہاں ابھی اس نے سونے اور ہیروں کے ریٹ اترنے چڑھنے کی تاریخیں بتائی ہیں..... کیوں نہ ہم ان کے حساب سے سونا اور ہیرے خریدنا اور بیچنا شروع کر دیں"۔

"یہ ٹھیک رہے گا اور اب آپ ڈر ڈر کر رقم نہ لگایئے گا"۔

"اچھا"۔ وہ بولا۔

اب اس نے یہ کاروبار شروع کیا..... سونا اور جواہرات خریدتا رہا ..... بیچتا رہا، اس نامعلوم طاقت کی بتائی ہوئی یہ بات بالکل درست ثابت ہو رہی تھی..... اس طرح وہ چند ماہ میں کروڑ پتی بن گئے۔

"کاش! وہ ایک بار پھر ہم سے بات کرے"؟ سرجاری خان نے کہا۔

"آپ اپنے کمرے میں جائیں..... دروازہ بند کر لیں..... شاید وہ بات کرے..... میچ ایک بار پھر شروع ہو رہے ہیں..... جس قدر دولت میچوں میں کمائی جا سکتی ہے..... ہیرون اور سونے کی تجارت میں نہیں کمائی جا سکتی..... اس میں انتظار بہت کرنا پڑتا ہے..... ریٹ چڑھنے اور گرنے میں بہت وقت لگتا ہے"۔

ہوں..... بات ٹھیک ہے"۔

وہ کمرے میں آ گیا..... مغرب کا وقت ہو چلا تھا..... اسے یاد آیا..... پہلی بار بھی اس نے مغرب کے وقت بات کی تھی..... پھر مغرب کی اذان ہو گئی

..... وہ پھر بھی وہیں رک کر اس کا انتظار کرتا رہا..... اچانک اس کی آواز سنائی دی۔

"سنو! میں ایک طاقت ہوں..... انوکھی طاقت"۔

* * * *

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

جلوہ دکھا دیں

اس کے چہرے پر رونق آگئی۔

"انوکھی طاقت! آپ کہاں رہیں اتنے دن ..... میں نے آپ کا کتنا انتظار کیا"۔

"ہاں کیا، میں مانتا ہوں" آواز آئی۔

"آپ مذکر ہیں اور میں آپ کو مونث کہہ کر پکار رہا ہوں"۔ سرجاری نے شرمسار ہو کر کہا۔

"کوئی بات نہیں ..... لفظ طاقت مونث ہے ..... اس لیے یہ بھی غلط نہیں ہے"۔ جواب میں کہا گیا۔

"میں بہت مال دار ہو چکا ہوں اور یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے"۔

"تم نے پہلے روز میری بات پر اعتبار نہیں کیا..... ورنہ اسی روز تم دس کروڑ کے مالک بن سکتے تھے، خیر بعد میں پھر تم نے جان لیا کہ میں نے جو کہا تھا، غلط نہیں تھا"۔

"ہاں اے انوکھی طاقت ..... تم نے جھوٹ نہیں بولا تھا..... میں بے وقوف تھا"۔

"اب میں تمہاری اور مدد کروں گا..... تمہیں ایسی ایسی باتیں بتاؤں گا کہ تم دنیا کے سب سے مال دار آدمی بن جاؤ گے"۔

"اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے" سرجاری نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن میری ایک شرط ہے..... اور وہ شرط نہ صرف تمہیں ..... بلکہ تمہارے بیوی بچوں کو بھی ماننا ہو گی"۔

"وہ شرط کیا ہے؟"۔

"بہت آسان ..... اس شرط کو ماننے کے لیے تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے"۔

"تو پھر جلدی بتائیں"۔

"شرط بتانے سے پہلے میری ایک شرط اور ہے" آواز آئی۔

"چلیے..... وہ بھی بتا دیں"۔

"کسی کو بھی ..... اپنے گھر والوں کو بھی یہ نہ بتائیں کہ میں نے یہ شرط رکھی ہے"۔

"اچھی بات نہیں بتاؤں گا"۔

"شکریہ بہت بہت..... اب شرط سنو..... کان ادھر لے آؤ..... میں وہ شرط کان میں بتاؤں گا"۔

"لیکن کیوں..... آپ کی آواز تو بس میں سنتا ہوں' باقی گھر والے تو سنتے ہی نہیں"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک ہے..... خیر سنو..... میری شرط"۔

انوکھی طاقت نے شرط بتادی..... شرط سن کر اسے بہت حیرت ہوئی۔

"بس اتنی سی شرط"۔

"ہاں اتنی سی شرط" طاقت نے کہا۔

"لیکن یہ کیا شرط ہوئی"۔

"بس! میری یہ شرط ہے..... اگر اس شرط کی خلاف ورزی کرو گے تو پھر یہ سب کچھ چھن جائے گا"۔

"نن نہیں..... نہیں..... مجھے یہ شرط منظور ہے"۔

"یہ ہوئی نا بات..... کیا خیال ہے..... شرط کی پابندی نہ صرف تم کرو گے..... بلکہ تمہارے بیوی بچے بھی کریں گے"۔

"ہوں ٹھیک ہے..... ایسا ہی ہو گا"۔

"اچھا اب لکھو..... کس کس چیز کے ریٹ گرنے والے ہیں..... کس کس چیز کے ریٹ چڑھنے والے ہیں..... ریس میں کون سا گھوڑا جیتے گا..... اور کرکٹ میں کون سا ملک کون سا میچ جیتے گا"۔

سرجاری کا قلم چلنے لگا..... وہ تیزی سے لکھتا چلا گیا۔

"بس! اس ماہ اتنا ہی کافی ہے..... ان معلومات کے ذریعے تم کروڑوں کما سکتے ہو"۔

"بہت بہت شکریہ"۔

آواز بند ہو گئی..... سرجاری دوسرے کمرے میں آیا۔

"آپ کے چہرے پر بہت جوش ہے"۔ اس کی بیوی نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بیگم آج پھر طاقت نے بات کی ہے"۔

"اوہ طاقت" اس کی بیوی کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! طاقت..... اس نے بہت اہم باتیں نوٹ کروائی ہیں..... اور سنو حمیدہ بیگم..... آج سے تم ایک کام کرو گی"۔

"اوہ وہ کیا"۔

اس نے طاقت کی شرط کے مطابق کام بتادیا..... حمیدہ بیگم کو ایک جھٹکا لگا..... اس کے چہرہ پر حیرت کی بجلی چمکی..... پھر اس نے پرزور انداز میں کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا"۔

"کیا مطلب..... یہ کیوں نہیں ہو سکتا"۔

"بس..... یہ نہیں ہو سکتا..... چاہے کچھ ہو جائے"۔

"خبردار..... سوچ سمجھ کر بات کرو" سرجاری گرجا۔

"ارے ارے..... ابو..... امی..... آپ کو کیا ہو گیا..... امی یہ بات نہیں مانتی نہ سہی..... ہم آپ کی یہ بات ماننے کے لئے تیار ہیں"۔

"نہیں..... انہیں بھی ماننا ہو گی"۔

"ہرگز نہیں" حمیدہ بیگم نے پرزور انداز میں کہا۔

"تب پھر..... آپ کو میرے گھر سے جانا ہو گا" سرجاری نے حلق پھاڑ کر کہا۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھی۔

"ہاں! یہی ہے میرا فیصلہ"۔

"او کے..... میں اپنے ماں باپ کے گھر جا رہی ہوں..... بچو..... تمہارا کیا فیصلہ ہے..... تم یہاں رہو گے یا میرے ساتھ"۔

"امی اس چھوٹے سے گھر میں تو ہمارا دم گھٹ جائے گا"۔

"تو پھر تم یہیں رہو..... میں جا رہی ہوں..... کبھی مجھ سے ملنے کی خواہش محسوس ہو تو آ جایا کرنا..... میرے گھر کا دروازہ تمہارے لیے کھلا رہا کرے گا"۔ ماں نے جذباتی آواز میں کہا۔

"اچھی بات ہے"۔ وہ بولے۔

حمیدہ روتے ہوئے اس گھر سے چلی گئی..... پھر اس گھرانے پر دولت بارش کی طرح برسنے لگی..... لیکن، اب سرجاری پریشان رہنے لگا تھا..... بیوی کے بغیر اسے یہ گھر سونا سونا لگنے لگا تھا..... ایک روز طاقت سے بات ہوئی تو اس نے اپنی اس پریشانی کا ذکر کیا..... سنتے ہی وہ بولا۔

"یہ کیا مشکل ہے..... ایک سے ایک بڑا گھرانا تمہیں خوشی سے رشتہ دینے کو تیار ہے..... تم پہلی بیوی کو طلاق دے دو..... دوسری شادی کر لو"۔

"اوہ ہاں! اب میں یہی کروں گا"۔

اس نے بیوی کو پیغام بھیجا..... کہ اگر وہ اس کی شرط پر آ کر رہنا چاہے تو اب بھی واپس آ سکتی ہے..... ورنہ وہ اسے طلاق دے دے گا..... حمیدہ بیگم نے اس دھمکی پر بھی آنا منظور نہ کیا..... دوسرے دن اسے تحریری طلاق نامہ مل گیا..... وہ زارو قطار رونے لگی..... بوڑھے ماں اور باپ نے اسے تسلی دی اور بولے۔

"ہماری بچی..... صبر کرو..... اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

سرجاری نے ایک بہت خوب صورت لڑکی سے شادی کر لی..... گھر میں دولت برابر برس رہی تھی..... بہت جلد سرجاری پورے ملک کا دولت مند ترین آدمی بن گیا..... اب بڑے بڑے اس سے ملنے کے لیے خود آنے لگے، وزیر اور صدر جیسے بھی ملنے کے لیے..... کیونکہ دوسرے

ملکوں سے قرضے لینے سے پہلے اگر انہیں سرجاری سے رقم مل جاتی
یہ ان کے لیے زیادہ اچھا تھا..... وہ حکومت کی ہر آڑے وقت میں مدد کرتا۔

ایک روز اخبارات میں اس کی اندھی دولت کی بہت بڑی بڑی خبریں
شائع ہوئیں..... اور یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ وہ ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے.....
ورنہ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی اس قدر جلد مال دار بن جائے ..... چند ماہ پہلے
اس کے پاس کتنی دولت تھی اور اب کتنی ہے..... اخبارات نے بھی خبریں
شائع کرنا شروع کیں..... اس طرح اس کے خلاف ایک شور اٹھا..... لیکن و
تو اس مختصر سے وقت میں بہت بڑے بڑے لوگوں سے تعلق بنا چکا تھا.....
اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی گئی..... لیکن جب بہت شور مچا تو انکم ٹیکس
کے محکمہ کے لوگ اس کی چیکنگ کے لیے آئے..... اس نے انہیں بھاری
رشوت دی..... بڑے بڑے افراد کو بڑی بڑی رقمیں دیں..... اس طرح ان
کے منہ بند کر ڈالے گئے..... اخبارات بھی آخر تھک کر خاموش ہو گئے او
اس کی دولت میں اور اضافہ ہونے لگا..... وہ جوئے کا بادشاہ بن گیا..... شہر
اپنی جاگیر سمجھنے لگا..... اس نے ہوائی جہاز تک خرید لیے..... اپنا ایک
پرائیویٹ اڈا تک بنالیا..... اب اس کے جہاز دوسرے ملکوں کو جانے
..... اس کی آمدنی میں اور اضافہ ہونے لگا، غرض وہ جس کاروبار میں ہا
ڈالتا..... اس میں اسے نفع ہی نفع ہوتا..... یوں کسی کاروبار میں اسے لاکھوں

قصان ہو جاتا تو پھر اسے کوئی پروا نہ ہوتی..... یہ ساری دولت کون سا اس
نے اپنی محنت سے کمائی تھی۔

اب اس کے دن رات عیاشیوں میں گزرا کرتے تھے..... پہلے
اجماعت نماز پڑھتا تھا..... اب نماز کا کبھی خیال تک اس کے دل میں نہیں
زرتا تھا..... ایک دن اسے اپنے ہمدرد کی آواز سنائی دی۔

"سنو..... میں ایک طاقت ہوں..... انوکھی طاقت"۔

"ہاں اے پیاری طاقت"۔

"تسلیم کرو..... میں" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"یہ کیا..... آج طاقت کوئی بات کہتے کہتے رک گیا"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"کہو..... میں ہوں تمہارا خدا تمہارا چھوٹا خدا"۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھا۔

"کیا یہ بات تمہیں عجیب لگی"۔

"ہاں! عجیب لگی" اس نے کہا کیونکہ پہلی بار اس سے سنی تھی..... بچپن
سے تو اسے یہی تعلیم ملی تھی کہ خدا ایک ہے..... اس کے برابر کا کوئی نہیں
..... نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ کسی سے جنا گیا..... سوائے انبیاء کے وہ براہ
راست کسی سے مخاطب نہیں ہوتا..... اب وہ نبی تو تھا نہیں..... لہٰذا اسے یہ
بات عجیب لگی۔

"آخر کیوں..... کیوں عجیب لگی..... میں نے تمہیں کیا نہیں دیا"۔

"اس میں شک نہیں"۔ وہ بولا۔

"بس تو پھر اقرار کرو..... میں ہوں تمہارا چھوٹا خدا"۔

"کیا یہ کہنے سے میں شرک میں تو مبتلا نہیں ہو جاؤں گا"۔

"نہیں..... اس لیے کہ میں نے بڑا خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا"۔

"تب تو ٹھیک ہے..... میں تمہیں اپنا چھوٹا خدا مانتا ہوں"۔

"بس تو پھر آج کے بعد تم مجھے ایک چھوٹا خدا مانو گے..... بلکہ مجھے خد کا بیٹا کہو گے"۔

"کیا" وہ چونکا۔

"کیوں..... اب کیا ہوا"۔

"خدا کا بیٹا تو عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کو مانتے ہیں"۔

"ہاں! میں عیسیٰ ہی ہوں"۔

"انہیں تو خدا نے آسمان پر اٹھا لیا تھا"۔

"ہاں تو پھر کیا ہوا..... کیا میں جسے آسمان پر اٹھا لیا جائے..... وہ واپس زمین پر نہیں آسکتا"۔

"بب..... بالکل آسکتا ہے..... ارے باپ رے..... تت تو کیا آپ ..... آپ حضرت عیسیٰ ہیں"۔

"ہاں! میں وہ عیسیٰ ہوں"۔

"تب تو پھر عیسائی سچے ہوئے"۔

"ہاں! آج سے تم اپنے آپ کو عیسائی کہو گے..... عیسائی ہونے کا اعلان کرو گے..... اور اس کا طریقہ یہ ہو گا..... کہ تم پہلے ملک کے سب سے بڑے پادری کو اپنے ہاں بلاؤ گے..... ان سے عیسائیت کے بارے میں معلوم کرو گے..... پھر اخباری نمائندوں کو بلاؤ گے..... اخبارات میں یہ اعلان کراؤ گے کہ تم نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہے"۔

"اچھی بات ہے..... میں ایسا کروں گا..... جو تم کہو گے..... کروں گا ..... تم نے مجھے بہت دیا ہے..... اتنا دیا ہے' اتنا دیا ہے..... کہ"۔ وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں ہاں..... کہ دو..... کتنا دیا ہے"۔ طاقت نے پہلی بار ہنس کر کہا۔

"اتنا دیا ہے کہ خدا نے بھی اتنا نہیں دیا"۔

"بہت خوب..... یہ جملہ پسند آیا..... بلکہ بہت پسند آیا..... اب تم یکھتے جاؤ میں تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتا ہوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی آواز بند ہو گئی..... دوسرے دن اس نے س کی ہدایات پر عمل کیا۔ پہلے پادری کو بلایا..... پھر اخباری نمائندوں کو اور نے عیسائی ہونے کا اعلان کر ڈالا..... ساتھ اس کے بچے بھی عیسائی بن گئے' رئی بیوی بھی عیسائی ہو گئی۔

اخبارات میں جب یہ خبریں شائع ہوئیں تو نہ جانے کتنے لو بھونچکے رہ گئے..... دوسرے دن پھر طاقت کی آواز گونجی۔

سنو! میں ایک طاقت ہوں..... انوکھی طاقت"۔

"میں نے تمہارے حکم کے مطابق عمل کر ڈالا ہے ..... عیسائی ہ ہوں"۔

"اب تم دن رات ایک کام کرو گے"۔

"اور وہ کیا"۔

"دوسرے لوگوں کو عیسائی بناؤ گے ..... انہیں دولت دے کر ملازمت دے کر..... ان کی شادی کرا کر ..... مطلب یہ کہ ہر قسم کا لالچ د کر انہیں عیسائی بناؤ گے"۔

"میں یہ کام ضرور کروں گا"۔

"بہت خوب"۔

"اور ہر اتوار کو گرجے میں جایا کروں گا"۔

"بہت خوب ..... اب تم میرے پکے شاگرد بن گئے ہو..... اب خ ایک کبھی نہ کہنا..... کیا سمجھے..... خدا کتنے ہیں؟

"تین"۔ اس نے فوراً کہا۔

"بہت خوب ..... تم تو بہت جلد سمجھ گئے"۔

"میں آپ کے احکامات پر زور و شور سے عمل کروں گا"۔

"اور جتنا تم عمل کرو گے..... اتنا تمہاری دولت میں اضافہ ہو گا"۔

"بہت خوب! یہی تو میں چاہتا ہوں..... اضافہ ہونے کا عمل کبھی نہ رکے ..... جاری رہے..... جاری"۔

"تم خود بھی تو جاری ہو ..... سر جاری"۔ طاقت نے اب پھر ہنس کر کہا۔

"لیکن اے طاقت..... پیاری طاقت..... میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں"

"ابھی..... وقت نہیں آیا"۔

"حد ہو گئی..... ابھی وہ وقت نہیں آیا" اس نے منہ بنایا۔

"ہاں! ابھی وہ وقت نہیں آیا..... جب تم عیسائیت کے لئے کام کرو گے ..... خوب کام کرو گے..... تو میں تمہیں اپنا جلوہ دکھاؤں گا"۔

"میں ایسا کروں گا..... ضرور کروں گا..... آپ جلوہ اب دکھا دیں"۔

"یہ نہیں ہو سکتا..... ہرگز نہیں ..... ابھی نہیں ..... وہ وقت ابھی دور ہے..... ہاں"۔

"آواز آنا بند ہو گئی۔

* * * *

کیا!!!

"دروازے کی گھنٹی بجی..... تینوں چونک اٹھے۔

"اس گھنٹی سے جاسوسی کی بو آرہی ہے..... نہ کھولنا" فاروق نے گھبر کر کہا۔

"حد ہوگئی..... اب تمہیں گھنٹی کی آواز میں سے بو بھی آنے لگی" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"ہاں بالکل..... کیوں نہ آئے..... آخر یہ جاسوس گھرانا ہے"۔

"حد ہوگئی..... یہ ہمارا گھرانا جاسوس گھرانا کب سے ہو گیا" محمود جھلا کر کہا۔

"اور یہ جاسوسی گھرانا تھا کب نہیں" فاروق مسکرایا۔

"اب تم سے کون مغز مارے..... دروازہ تو کھولنا ہو گا"۔

یہ کہہ کر محمود دروازے پر چلا گیا..... صبح کا وقت تھا..... انہوں ابھی ناشتا نہیں کیا تھا..... انسپکٹر جمشید غسل خانے میں تھے جب کہ بیگم جمشی

باورچی خانے میں..... اور باورچی خانے سے بہت مزے کی خوشبو آرہی تھی۔

"کون؟"۔

"حمیدہ بیگم"۔

"ہم تو کسی حمیدہ بیگم کو نہیں جانتے"۔

"تو میں نے کب کہا..... کہ آپ مجھے جانتے ہیں..... مجھے آپ لوگوں سے ایک بہت ضروری کام ہے"۔

"اچھی بات ہے" اطمینان محسوس کرنے پر محمود نے کہا اور دروازہ کھول دیا..... باہر واقعی ایک عورت کھڑی تھی..... لیکن وہ برقعے میں تھی۔

"آیئے..... محمود نے کہا اور اسے اندر لے آیا..... ڈرائنگ روم میں بٹھانے کے بعد اس نے کہا۔

"آپ ہم سے بات کریں گی یا ہمارے والد سے"۔

"آپ چاروں سے"۔

"تب آپ کو چند منٹ انتظار کرنا ہو گا"۔

"کوئی بات نہیں" اس نے کہا۔

جلد ہی انہوں نے اس کے سامنے ناشتا لاکر رکھ دیا..... پھر ناشتے سے فارغ ہو کر انسپکٹر جمشید بھی ڈرائنگ روم میں آئے..... کیونکہ اس دوران وہ بھی ناشتا کر رہی تھی۔

"ہاں! اب فرمائیے"۔

"میرا نام حمیدہ بیگم ہے"۔

"یہ تو مجھے بتا دیا گیا ہے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں پہلے سرجاری کی بیوی تھی"۔

"اوہ..... وہ سرجاری جو ابھی چند دن پہلے عیسائی ہو گیا ہے اور جس کے پاس بے اندازہ دولت ہے"۔

"ہاں یہی بات ہے"۔

"آپ نے کیا فرمایا..... آپ اس کی بیوی تھیں"۔

"ہاں! اب نہیں ہوں..... اس نے مجھے طلاق دے دی تھی"۔

"اوہ اچھا..... فرمائیے..... ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں"۔

"اگر وہ عیسائی نہ ہو جاتا تو میں آپ کے پاس شاید اب بھی نہ آتی..... اس کے عیسائی ہونے پر مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے کیونکہ میرے بچے بھی عیسائی ہو گئے ہیں..... اب مرنے کے بعد وہ جہنم میں ملیں گے"۔

"ہوں..... آپ نے بالکل ٹھیک کہا" وہ بولے۔

"میں چاہتی ہوں..... کم از کم میرے بچے مسلمان ہو جائیں"۔

"اچھی بات ہے..... ہم ان سے مل لیں گے اور یہ کوشش کریں گے"۔

"وہ اس طرح نہیں مانیں گے"۔

"تب پھر؟"۔

"انہیں ان کی پہلی سطح پر لانا ہو گا"۔

"میں سمجھا نہیں..... آپ کیا کہنا چاہتی ہیں"۔

"سرجاری پہلے..... ایک معمولی انسان تھا..... صرف ایک سال پہلے اس کے پاس تھوڑی زمین ہوتی تھی..... پھر اچانک وہ دولت مند ہونے لگ گیا..... میں آپ کو یہ راز بتانا چاہتی ہوں کہ وہ اس قدر دولت مند کیسے ہو گیا"۔

"اس کے بارے میں تمام محکمے چھان بین کر چکے ہیں..... اس کا کوئی جرم ثابت نہیں کیا جا سکا..... اب تو وہ گورنمنٹ کو ٹیکس بھی دے رہا ہے..... اور حکومت کی ہر طرح مدد کرتا رہتا ہے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں جانتی ہوں..... لیکن آپ سوچیں..... جب اتنا بڑا آدمی عیسائی بن جائے گا..... تو اس کی وجہ سے کتنے لوگ عیسائی بن جائیں گے"۔

"ہاں! یہ بات تو ہے" وہ چونک گئے۔

"تب پھر..... آپ اس بارے میں کچھ کریں..... صرف آپ ہی ایسے لوگ ہیں..... جو کچھ کر سکتے ہیں..... اصل بات میں آپ کو بتا سکتی ہوں"۔

"اچھا بتائیں"۔

"جب وہ اتنا مالدار نہیں تھا..... اس کے پاس صرف تھوڑی سی زمین تھی تو ایک دن اسے ایک نامعلوم آواز سنائی دی تھی..... اس آواز

نے یہ الفاظ اس سے کہے تھے ..... میں ایک طاقت ہوں ..... ایک انوکھی طاقت"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"ہاں جناب ..... پھر اس انوکھی طاقت نے اسے بتایا کہ کل کرکٹ کی کون سی ٹیم جیتے گی۔ سونے کا ریٹ کب گرے گا..... کب چڑھے گا..... ریس میں کون سا گھوڑا جیتے گا وغیرہ..... اس طرح وہ روز بروز مال دار ہونے لگا ..... پہلے باجماعت نماز پڑھتا تھا..... ہم سب بھی نماز باقاعدہ ادا کرتے تھے ..... جب اس کا تعلق اس نامعلوم طاقت سے ہوا تو ایک روز اس نے اعلان کیا..... آج سے ہم نماز نہیں پڑھیں گے"۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں جناب! جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے انکار کر دیا..... اس لیے کہ میں ایک دین کی سوجھ بوجھ رکھنے والے گھرانے میں پیدا ہوئی تھی ..... اسی ماحول میں پلی بڑھی تھی..... میں کیسے نماز چھوڑ دیتی..... اور پھر اس کا نماز چھوڑ دینے پر مجبور کرنا یہ تو اور بھی غلط تھا..... چنانچہ میں نے صاف انکار کر دیا..... اس نے کہا..... اگر میں اس کی یہ بات نہیں مان سکتی تو پھر میں اس کے گھر میں نہیں رہ سکتی..... چنانچہ میں اپنے گھر چلی گئی اور اس نے مجھے طلاق دے دی..... میں نے صبر کر لیا، لیکن آج جب میں نے پڑھا..... کہ وہ عیسائی ہو گیا ہے اور اس نے اپنے بچوں کو بھی عیسائی کر لیا ہے تو میں بہت

زیادہ پریشان ہو گئی..... اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ میرے بچے ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلیں گے..... اگر انہوں نے عیسائیت سے توبہ نہ کی"۔

"ہاں! یہی بات ہے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اب آپ بتائیں..... اس سلسلے میں آپ کیا کر سکتے ہیں"۔

"ہم اس طاقت کا سراغ لگائیں گے..... وہ کون ہے..... جس نے ایسا کیا ہے..... اور آپ کی اولاد کو پھر سے مسلمان بنائیں گے"۔

"وہ کوئی انسان تو ہے نہیں جس کا آپ سراغ لگا لیں گے"۔

"اس بات کو آپ ہم پر چھوڑ دیں..... اب یہ ہمارا کام ہے..... وہ کوئی غیر انسانی قوت بھی نہیں ہو سکتی"۔

"تب پھر وہ کس طرح بتا دیتا ہے..... کہ کون سی ٹیم جیتے گی..... سونے کا ریٹ کب چڑھے گا..... کب گرے گا..... ریس میں کون سا گھوڑا جیتے گا"۔

"ہم دیکھیں گے..... غور کریں گے..... جائزہ لیں گے..... آپ فکر نہ کریں..... کم از کم ہم آپ کے بچوں کو ضرور اسلام میں واپس لائیں گے..... سرجاری کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتے..... کیونکہ نہ جانے وہ کہاں تک آگے جا چکا ہے"۔

"میرا خیال ہے..... وہ آخری حدود تک پہنچ چکا ہے"۔

"کیا اس نامعلوم طاقت کی آواز آپ لوگ بھی سنتے رہے ہیں"۔

"یہی تو عجیب ترین بات ہے..... وہ آواز صرف وہ سنتا ہے"۔

"اوہ..... اوہ" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں..... کیا ہوا..... آپ پریشان ہو گئے"۔

"ہاں! یہ بات ہمارے لیے پریشانی کی ہے..... خیر آپ فکر نہ کریں..... ہم دیکھ لیں گے"۔

"اچھی بات ہے..... پھر میں چلتی ہوں"۔

"آپ اپنا پتا اور فون نمبر لکھوا دیں"۔

"پتا لکھوا سکتی ہوں..... میرے ماں باپ کے گھر میں فون نہیں ہے"۔

"اچھا ٹھیک ہے..... پتا لکھوا دیں"۔

پتا لکھوا کر وہ چلی گئی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے ابا جان..... یہ ہم نے کیا سنا ہے، کوئی شخص غیب کی خبریں کس طرح بتا سکتا ہے، کل کیا ہو گا..... یہ کسی کو کیا معلوم"۔

"اسی بات پر تو میں پریشان ہوں..... یہ نجومی لوگ اور اس قسم کے دوسرے لوگ سو فیصد درست باتیں ہرگز نہیں بتا سکتے، ان کے پاس بھی بس اندازے ہوتے ہیں..... ویسے کچھ لوگ کہتے ہیں ہم جنات وغیرہ کو اپنے طابع کر لیتے ہیں..... اور ان سے اس قسم کے کام لیتے ہیں، اب مجھے نہیں معلوم، یہ بات درست ہے یا نہیں..... یا کسی حد تک درست ہے..... اس معاملے میں سب سے بڑی الجھن اور پریشانی یہ ہے کہ ایک مسلمان گھرانے کو عیسائی بنا لیا گیا ہے اور گھر کا جو فرد عیسائی نہیں بنا اسے گھر سے نکلوا دیا گیا

ہے..... اب وہ گھرانا اس قدر بڑا بن گیا ہے کہ پورے ملک پر اثر انداز ہو رہا ہے..... وہ تو نہ جانے کتنے لوگوں کو عیسائی بنائے گا..... دراصل یہ منصوبہ لوگوں کو عیسائی بنانے کا ہے..... اس منصوبے کا اصل مجرم سرجاری نہیں..... کوئی اور ہے..... ہمیں اس کا سراغ لگانا ہے"۔

"کیا ہم اس کا سراغ لگا لیں گے..... جب کہ شاید وہ انسانی وجود نہیں ہے..... کیا خبر..... وہ شیطان کا کوئی روپ ہو" محمود نے کہا۔

"میرا ذہن شیطان کی طرف گیا ہے..... اس قسم کے کام ضرور شیطانی ہوتے ہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب..... کیا ہم شیطان کا مقابلہ کر سکیں گے"۔

"شیطان اپنے جیسے آدمیوں کو آگے لگاتا ہے..... سارے کام خود نہیں کرتا..... لیکن یہ ہے کہ اس بار کے مجرموں کو شیطان کی بھرپور مدد حاصل ہے..... اور شاید یہ کیس ہمارے لیے بہت مشکل ہو، تاہم ہم ایسا کریں گے ضرور..... ہم سرجاری سے ملیں گے"۔

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔

"ارے..... یہ..... یہ تو اپنے پروفیسر انکل کا انداز ہے"۔

"تب وہ ضرور ناشتا کرنے آئے ہیں..... اتوار کے روز ہمارے ساتھ انہیں ناشتا کرنے میں بہت مزا آتا ہے"۔

"لیکن بھئی..... ہم تو ناشتا کر چکے ہیں" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"کوئی بات نہیں..... وہ اکیلے کرلیں گے"۔

"یہ کہ محمود نے جاکر دروازہ کھول دیا اور چہکتی آواز میں بولا۔

"السلام علیکم انکل..... آپ ذرا لیٹ آئے..... تاہم ناشتا تیار ہے"۔

"نن نہیں..... جمشید نہیں" انہوں نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"جی..... کیا فرمایا نہیں..... اور آپ نے مجھے محمود بھی نہیں کہا" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"کک..... کون..... محمود..... یہ تم ہو..... ارے باپ رے" وہ اور زیادہ بوکھلا گئے۔

"آئیے انکل..... آپ کی طبیعت خراب معلوم ہوتی ہے"۔

"ارے یار میری طبیعت واقعی خراب ہے جمشید" انہوں نے گھبرائی ہوئی آواز منہ سے نکالی۔

"انکل میں محمود ہوں"۔

"ارے باپ رے..... اچھا تو محمود یہ ذرا میرے کان دیکھنا"

"کک..... کان..... کیا ہوا آپ کے کانوں کو"۔

"یار جمشید..... میں نے کہا ہے..... میرے کان دیکھنا اور تم دیکھے بغیر کہہ رہے ہو..... کیا ہوا آپ کے کانوں کو"؟

"مم..... میں محمود ہوں انکل" اب محمود بری طرح بوکھلا گیا۔

"محمود! انہیں پریشان نہ کرو..... اندر لے آؤ"۔

"آئیے انکل"۔

"ہاں ہاں جمشید..... میں آرہا ہوں" انہوں نے فوراً سر ہلایا۔

"ارے باپ رے" محمود کانپ گیا۔

پھر وہ اس کے ساتھ چلتے صحن میں آگئے..... وہ ایک کرسی میں گر کر بری طرح ہانپنے لگے۔

"ہم نے آپ کی گاڑی رکنے کی آواز نہیں سنی"۔

"پپ پتا نہیں..... کیا ہو گیا ہے گڑیا کو"۔

"کس کو..... میں آپ کی کار کی بات کر رہا ہوں"۔

"اوہ ہاں..... کار..... نہ جانے کیا ہو گیا ہے کار کو"۔

"آپ کا مطلب ہے..... وہ خراب ہو گئی ہے" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پتا نہیں..... چھوڑو کار کی بات کو فرزانہ" پروفیسر داؤد کی آواز گونج اٹھی۔

"یہ بات میں نے نہیں کہی انکل..... فاروق نے کہی ہے" فرزانہ بوکھلا اٹھی۔

"اوہ اچھا..... کوئی بات نہیں فاروق"۔

انسپکٹر جمشید کو ہنسی آگئی۔

"کیا آپ آج مذاق کے موڈ میں ہیں" وہ بولے۔

"ارے نہیں بھئی فاروق..... میں کیوں تم سے مذاق کرنے گا"۔

"حد ہو گئی..... آپ کے کانوں کا تو واقعی معائنہ کرانا پڑے گا"۔

"مم..... میرا بھی یہی خیال ہے" انہوں نے فوراً کہا۔

"کیا آپ کو میری آواز فاروق کی آواز سنائی دے رہی ہے" انہوں نے بغور ان کی طرف دیکھا۔

"پپ..... پتا نہیں"۔

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی پھر بجی، اس بار انداز خان رحمان کا تھا۔

"آہا..... لیجیے..... وہ انکل خان رحمان بھی آ گئے"۔

"چلو اچھا ہے..... خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو" وہ ہنسے۔

"خدا کا شکر ہے..... آپ نے کوئی بات تو ڈھنگ کی کی" فاروق خوش ہو گیا۔

ادھر محمود دروازے پر پہنچ گیا اور چٹخنی گرا دی۔

"السلام علیکم انکل"۔

"آہا..... یہ تم ہو محمود..... سناؤ کب پہنچے" خان رحمان کی شوخ آواز ان سب نے سنی۔

"جی پہنچے..... کہاں سے پہنچے"۔

"سنا تھا..... تم کہیں گئے ہوئے تھے"۔

"ہم تو آپ کے بغیر اب کہیں بھی نہیں جاتے"۔

"اوہ ہاں..... لیکن میرا خیال ہے..... اس بار تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے..... یہ اور بات ہے اور بہت جلد واپس آ گئے"۔

"آپ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے انکل..... ہم کہیں نہیں گئے تھے..... لر کہیں گئے تھے تو آپ کے ساتھ گئے تھے"۔

"یار کیوں مذاق کرتے ہو..... مجھے تم سے ایسے مذاق کی امید ہرگز یں تھی"۔

"تت..... تو پھر کیسے مذاق کی امید تھی انکل" محمود بوکھلا اٹھا۔

"یہ تو میں نے ابھی تک نہیں سوچا"۔

"آیئے پھر اندر بیٹھ کر سوچ لیں" اس نے تجویز پیش کی۔

"اچھا ٹھیک ہے..... بھائی جمشید اندر ہیں یا نہیں..... بہت مدت ہو گئی یں دیکھا نہیں"۔

"آپ نے کیا کہا..... بھائی جمشید..... اور یہ کہا تھا..... بہت مدت سے ھا نہیں انہیں" محمود اب بری طرح گھبرا گیا۔

"ہاں! کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی"۔

"نن نہیں..... شاید میرا دماغ اس وقت گھوما ہوا ہے"۔

"ارے بھئی تو کسی ڈاکٹر کو دکھانا تھا نا..... میرے ایک بہت اچھے دوست ڈاکٹر ہیں..... کیا خیال ہے' ان سے چیک اپ کرا دوں"۔

"آپ اندر تو آجائیں..... پھر ڈاکٹر کو بھی بلا لیں گے"۔

آخر وہ اس کے ساتھ اندر آگئے..... پروفیسر داؤد کو دیکھ کر وہ حیران سے ہوئے اور بولے۔

"ان بڑے میاں کو کہیں دیکھا ہوا ہے"۔

"کیا..... تم نے مجھے بڑے میاں کہا..... کون ہے یہ جمشید" پروفیسر داؤد بولے۔

"جمشید بھائی..... یہ بوڑھا کون ہے"۔

"جمشید بھائی" انسپکٹر جمشید بری طرح چکرا گئے۔

"کیوں..... کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی..... تم جمشید بھائی نہیں ہو"۔

"میں جمشید بھائی ہوں..... بالکل ہوں..... لیکن خان رحمان تم مجھے جمشید بھائی نہیں..... صرف جمشید کہتے ہو"۔

"خیر چھوڑو اس بات کو..... اتنی مدت کہاں رہے؟"۔

"خان رحمان..... اب یہ مذاق بند کرو" انہوں نے منہ بنایا۔

"مذاق..... کون سا مذاق"۔

"حد ہوگئی..... اب میں یہ بھی بتاؤں..... کون سا مذاق" انسپکٹر جمشید

بھنا اٹھے۔

"ہاں! کیا حرج ہے"۔

"پروفیسر صاحب..... یہ چکر کیا ہے..... کیا آج آپ دونوں کوئی شرارت سوچ کر یہاں آئے ہیں"۔

"اس عمر میں ہم شرارت سوچیں گے..... کیسی بات کرتے ہو جمشید بھائی"۔

"یا اللہ رحم" وہ ایک ساتھ بولے۔

"میں تو یہ بتانے آیا تھا کہ میں اپنی تجربہ گاہ نیلام کر رہا ہوں"۔

"کیا!!!"۔

وہ ایک ساتھ چلائے۔

* * * *

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

بت

وہ سکتے میں آ گئے ..... سرجاری کے بارے میں بالکل بھول گئے، حالانکہ تھوڑی دیر پہلے وہاں جانے کے لیے بالکل تیار ہو چکے تھے۔

"آپ نے کیا فرمایا..... آپ تجربہ گاہ کو نیلام کر رہے ہیں"۔

"ہاں! اور کیا کروں..... ایک بہت اچھا گاہک مل گیا ہے..... بہت اچھے پیسے دے رہا ہے..... یوں بھی یار جمشید..... میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں..... کیا کروں گا اس تجربہ گاہ کو اپنے پاس رکھ کر"۔

"آپ..... آپ اپنے ہوش میں تو ہیں"۔

"ہاں..... کیوں نہیں"۔

"نہیں انکل..... ہم آپ کو تجربہ گاہ فروخت نہیں کرنے دیں گے" محمود جذباتی ہو گیا۔

"آپ لوگ مجھے روک نہیں سکتے..... وہ میری چیز ہے..... میں اس کا مالک ہوں"۔

"لیکن تجربہ گاہ حکومت کے تعاون سے بنی تھی..... اس میں حکومت کا بھی خرچ ہوا تھا"۔

"بالکل ٹھیک..... گورنمنٹ کو بتا کر میں تجربہ گاہ فروخت کر رہا ہوں..... گورنمنٹ کو کوئی اعتراض نہیں..... البتہ اس نے جو رقم خرچ کی تھی..... وہ میں اسے لوٹا دوں گا"۔

"آخر آپ نے ایسا پروگرام کس طرح بنا لیا..... یہ آپ کو کیا سوجھی"۔

"بس یار جمشید..... میں تنگ آ گیا ہوں..... اب گوشہ نشینی کی زندگی گزاروں گا..... ایک طرف بیٹھ کر اللہ اللہ کروں گا"۔

"کیا فرمایا..... گوشہ نشینی؟" وہ چونکے۔

"ہاں! بس میں تم لوگوں سے بھی آخری بار ملنے آیا ہوں"۔

"اور آپ نے شائستہ کے بارے میں کیا سوچا؟"۔

"اسے ایک قریبی رشتے دار کے حوالے کر رہا ہوں..... وہ اس کی ایک مناسب جگہ وقت آنے پر شادی کر دے گا اور بس"۔

"نہیں..... آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں"۔

"یہ مذاق نہیں ہے جمشید بھائی" خان رحمان نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب خان رحمان ..... تمہیں کیسے معلوم کہ یہ مذاق نہیں ... اور یہ تم مجھے آج جمشید بھائی کیوں کہہ رہے ہو"۔

"میری مرضی ..... میں تمہیں جمشید بھائی کہوں یا جمشید دوست کہو ..... آپ کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے ..... آپ کی اطلاع کے عرض ہے ..... کہ میں بھی اپنا سارا کاروبار فروخت کر کے پروفیسر داؤد بھا کے ساتھ گوشہ نشین ہو رہا ہوں"۔

"ارے باپ رے! یہ ہم کیا سن رہے ہیں ..... کیا ہم خواب دیکھ ر ہیں"۔

"نہیں ..... یہ خواب نہیں ..... سچ ہے ..... ہم جا رہے ہیں ..... جنگ کے اس پار"۔

"جنگل کے اس پار ..... ارے باپ رے" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ ..... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی ..... ان صاحب کو اس سنجیدہ ترین صورت حال میں بھ ناولوں کے نام سوجھ رہے ہیں" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"میرا خیال ہے ..... اتنی ملاقات کافی ہے ..... کیوں پروفیسر خا رحمان" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"ہاں داؤد احمد خان" خان رحمان بولے۔

انہیں شدید الجھن کے عالم میں بھی ہنسی آ گئی۔

"یہ آپ کو ہو کیا گیا ہے ..... خان رحمان پروفیسر صاحب کو داؤد احمد خان کہہ رہے ہیں اور پروفیسر صاحب خان رحمان کو پروفیسر خان رحمان کہہ رہے ہیں" انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

"جب دنیا بدلتی ہے نا جمشید بھائی ..... تب ایسا ہی ہوتا ہے ..... اس نے ہمارے دل دنیا سے پھیر کر اللہ کی طرف لگا دیئے ہیں ..... اب تو میرا جنگل کے اس پار ایک کٹیا بنا کر رہنے کا ارادہ ہے ..... بس وہاں ہر وقت اللہ اللہ کیا کریں گے"۔

"اور ..... اور نماز؟" انسپکٹر جمشید زور سے چونکے ..... انہیں اس وقت ایک خوفناک خیال آیا تھا۔

"نماز ..... جب ہم ہر وقت اللہ اللہ کریں گے تو گویا ہم ہر وقت نماز ادا کریں گے"۔

"یہ خیال درست نہیں ..... بلکہ تباہ کن ہے ..... آپ کو یہ پٹی پڑھائی کس نے"۔

"ہائیں جمشید بھائی ..... تم نے اسے پٹی پڑھانے والا کہا ..... اب ہم تم سے بات نہیں کریں گے"۔

"آئیں داؤد احمد خان ہم یہاں سے چلیں ..... یہاں ہمارے مہربان دوست کو برا کہا جا رہا ہے ..... جس نے ہماری دنیا بدل ڈالی ..... جس نے ہمیں اللہ سے ملوایا"۔

"اس کا نام کیا ہے"۔

"اس کا نام ہے طاقت..... انوکھی طاقت"۔

"کیا کہا..... انوکھی طاقت" وہ اچھلے۔

سرجاری کی سابقہ بیوی نے بھی تو یہی بتایا تھا..... گویا سرجاری کو تباہی کے کنارے پر لاکر چھوڑ دینے کے بعد اب اس نے پروفیسر داؤد اور خان رحمان کے ذہنوں پر قبضہ جما لیا تھا..... یہ بات ان کے لیے بہت خوفناک تھی ..... اس حد تک خوفناک کہ انہیں اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے..... ایسے میں وہ دونوں جانے لگے۔

"ایک منٹ..... آپ دونوں ذرا جانے سے پہلے میری ایک بات سن لیں..... آخر میں آپ کا دوست ہوں..... ہم بچپن سے دوست ہیں"۔

"اس میں تو کوئی شک نہیں..... اسی لیے تو تم سے آخری بار ملنے آئے تھے، لیکن تم نے ہمیں ناراض کر دیا، ہماری بات سے اتفاق نہیں کیا" خان رحمان کا لہجہ شکایت بھرا تھا۔

"ہاں! مجھے افسوس ہے..... آپ اپنی تجربہ گاہ کے مالک ہیں جو چاہیں سو کریں اور آپ اپنے کاروبار کے خود مالک ہیں..... اس کو فروخت کریں یا

اپنے پاس رکھیں ..... لیکن دوست ہونے کے ناطے آپ میری بات سن لیں"۔

"ہاں ضرور..... کیوں نہیں..... بتاؤ جمشید بھائی" خان رحمان نے فوراً کہا۔

ان کے جمشید بھائی کہنے پر انہیں پھر ہنسی آگئی..... اسی وقت انہوں نے ان کی طرف دیکھا، انہیں ایک جھٹکا لگا..... انسپکٹر جمشید نے انہیں اپنی ہپناٹزم کی قوت سے اپنے زیر اثر لینے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں جمشید بھائی..... آپ ایسا نہ کریں ..... آپ ایسا نہیں کر سکتے ..... اس طرح ہماری جان چلی جائے گی"۔

وہ دھک سے رہ گئے۔

"اچھا ٹھیک ہے..... آپ جا سکتے ہیں"۔

"شکریہ جمشید یار..... تم بہت اچھے ہو"۔

"اچھا میری ایک درخواست ہے"۔

"اور وہ کیا؟" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"آپ ملنا جلنا نہ چھوڑیں"۔

"اچھا ٹھیک ہے..... میں ایسا ہی کروں گا" خان رحمان نے سر ہلایا۔

"اور میں بھی..... اچھا اب ہم چلتے ہیں..... کہیں گاہک ہمارے ہاتھ سے نکل نہ جائے"۔

"کاش! میرے پاس اتنی دولت ہوتی ..... کہ میں آپ سے تجربہ گاہ اور خان رحمان سے ان کا کاروبار خرید سکتا" انہوں نے سرد آہ بھری۔

"ہاہاہا..... ہاہاہا..... تم اور یہ دونوں چیزیں خرید سکو..... خواب میں بھی ممکن نہیں"۔

اور دونوں ہنستے ہوئے گھر سے نکل گئے۔

"یہ..... یہ کیا ہوا؟"۔

"یہ واقعی کسی زبردست طاقت کے زیر اثر ہیں..... اب معلوم ہو گیا، سرجاری کے ساتھ کیا ہوا تھا..... اسے بھی اسی طاقت نے زیر اثر لیا ہوا ہے..... میں بھی انہیں اپنی ہپناٹزم کی طاقت کے زیر اثر نہیں لے سکا، اس کا مطلب ہے..... وہ مجھ سے کوئی بہت بڑا طاقت ور ہے"۔

"ہم تو چلے تھے سرجاری کی بیگم کی پریشانی دور کرنے ..... یہاں تو معاملہ ہمارے دوستوں کا نکل آیا..... اب..... اب کیا کریں..... وہ تو تجربہ گاہ فروخت کر دیں گے ..... اور اس طرح تو میرے خیال میں وہ فروخت بھی کریں گے اونے پونے"۔

"ہاں یہی بات ہے..... لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں..... افسوس" انہوں نے دکھ بھرے انداز میں کہا..... پھر چونک کر بولے۔

"ہم انہیں ایک مشورہ دے سکتے ہیں"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"یہ کہ..... کسی ایک آدمی کو فروخت نہ کریں..... بلکہ نیلامی کا اشتہار دے دیں، اس طرح زیادہ سے زیادہ قیمت دینے والے خرید سکیں گے"۔

"ہوں..... یہ زیادہ بہتر رہے گا"۔

انہوں نے فوراً خان رحمان کے موبائل نمبر ملائے..... اور انہیں یہ مشورہ دیا..... انہیں اس بات پر حیرت ہوئی جب انہوں نے یہ مشورہ مان لیا، پھر انہوں نے یہی بات پروفیسر داؤد سے کہی..... انہوں نے بھی یہ مشورہ مان لیا..... فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے۔

"اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اب کل سے پہلے یہ دونوں چیزیں فروخت نہیں ہو سکیں گی..... اس لیے کہ پہلے اخبارات میں نیلامی کا اشتہار دیا جائے گا"۔

یہ کہ کر انہوں نے چند فون اور کیے..... یہ ایسے دوستوں کو کیے جو اس نیلامی میں حصہ لے سکتے تھے..... انہوں نے سوچا تھا..... کوئی غیر خریدے..... اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ان کا کوئی دوست خرید لے..... تاکہ بعد میں اس سے واپس لے..... ظاہر ہے..... دونوں اپنی مرضی سے تو فروخت کر نہیں رہے تھے..... ایک طرح سے ان پر ایسی حالت طاری تھی کہ وہ اپنے آپ میں نہیں تھے..... اپنی مرضی کے مطابق نہیں تھے..... اور یہ حالت خطرناک تھی..... جب انسان دوسروں کی انگلیوں پر ناچنے لگے..... جب تک وہ اپنے اللہ کی انگلیوں پر ناچتا ہے..... اس وقت تک تو اس کے

معاملات ٹھیک چلتے رہتے ہیں، جب وہ دوسروں کے ہاتھوں میں اپنی باگ ڈور دے دیتے ہیں تو پھر راہ ہدایت سے بھٹک جاتے ہیں۔

اب وہ سرجاری کی طرف روانہ ہوئے..... سرجاری کا محل دیکھ کر ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں..... یہ محل کوئی ایک مربع کلومیٹر میں تو ضرور پھیلا ہوا ہو گا..... اس کے چاروں طرف باغات تھے..... باغات پھلوں سے لدے تھے..... یوں لگتا تھا..... اس نے دنیا میں جنت کا ایک نمونہ تیار کرا لیا ہے..... محل باہر سے ہی اس قدر آب وتاب والا لگ رہا تھا..... اندر سے تو وہ کیا ہو گا..... وہ سوچ کر ہی پریشان ہو گئے..... بیرونی گیٹ پر باوردی مسلح پہرے دار کھڑے تھے..... انہیں روک لیا گیا۔

"آپ اس جگہ سے آگے نہیں جا سکتے..... آگے سرجاری کا محل ہے"۔

"وہ تو ہم دیکھ رہے ہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میرا مطلب ہے..... آگے عام راستا نہیں ہے"۔

"یہ بھی ہمیں معلوم ہے"۔

"تو پھر..... آپ کیا چاہتے ہیں؟"۔

"ہم سرجاری سے ملاقات کے لیے آئے ہیں"۔

"آپ کو پہلے سے وقت لینا ہو گا"۔

"ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے"۔

"تو ہو گا..... آپ وقت لیے بغیر نہیں مل سکتے"۔

"اچھی بات ہے..... ہمیں وقت لینے کے لیے کہاں جانا پڑے گا"۔

"دائیں طرف چلے جائیں..... باغ میں ایک دفتر ہے..... ملاقاتیوں کا دفتر..... وہاں سے آپ کو وقت ملے گا"۔

"اچھا شکریہ"۔

انہوں نے دفتر کا راستا پکڑا..... وہاں پہنچے تو اور پریشان ہو گئے..... وہاں تو لائن لگی ہوئی تھی، گویا وقت لینے کے لیے لوگ لائن میں لگے ہوئے تھے..... انسپکٹر جمشید اس لائن کا خیال کئے بغیر آگے جانے لگے تو فوراً مسلح پہرے دار ان کی طرف لپکے..... اس طرف جناب..... اس طرف..... لائن میں آئیں"۔

"یہ میرا کارڈ ہے..... آپ یہ سرجاری کو پہنچا دیں..... وہ ہمیں ملاقات کے لیے براہ راست بلائیں گے"۔

"آپ کو زیادہ ہی خوش فہمی ہے..... ایسا نہیں ہو گا..... وہ وقت دیئے بغیر کسی سے ملاقات نہیں کرتے..... ملاقاتی کا پہلے ملاقاتی کارڈ بنتا ہے..... پھر ملاقات کے وقت وہ کارڈ ان کے سامنے پہنچایا جاتا ہے"۔

"ہوں..... ٹھیک ہے..... یہ وقت کب تک کا مل رہا ہے اس وقت"۔

"آج اگر آپ کارڈ لیں گے..... تو ایک ہفتے تک آپ کی باری آجائے گی"۔

"اوہ..... اتنا لمبا وقت..... تب ہمیں دیر ہو جائے گی..... ہم آج ہی ملیں گے"۔

"کیا کہا..... آج ہی ملیں گے"۔

"ہاں!" ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے پستول نکال کر اس کی کن پٹی پر رکھ دیا..... ساتھ ہی محمود، فاروق اور فرزانہ نے بھی نکال لئے..... اور ادھر کھڑے پہرے دار کی طرف تان دیئے۔

"ارے..... تو کیا تم لوگ ڈاکو ہو..... ڈاکوؤں کو یہاں پستول تاننے کی ضرورت نہیں ہوتی..... انہیں ویسے ہی بہت کچھ مل جاتا ہے..... ہم خود ڈاکو لوگ ہیں..... لیکن ڈاکے کا کام چھوڑ کر سرجاری کی ملازمت کر لی ہے..... اس لیے کہ ان کے پاس دولت کی کمی نہیں..... جس قدر کوئی کہتا ہے..... اتنی ہی تنخواہ دے دیتے ہیں"۔

"اوہ..... اوہ" وہ بولے..... بلکہ دھک سے رہ گئے۔

"ہم ڈاکو نہیں ہیں" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تب پھر؟"۔

"سرکاری آفیسر"۔

"وہ بھی تو ڈاکو ہوتے ہیں" وہ ہنسا۔

"اگر تم نے ہمیں فوراً سرجاری تک نہ پہنچایا..... تو اس کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا" ان کی آواز سرد تھی۔

"کیا!!!" وہ چلایا۔

"ہاں..... سوراخ ہو جائے گا"۔

"آپ نے سرجاری کے ملازم پر پستول تانا ہے..... اس کی سزا جانتے ہیں"۔

"جان لیں گے..... پہلے تم تو چلو"۔

عین اس وقت ان پر کوئی چیز گری..... لیکن پستول انہوں نے پھر بھی نہ چھوڑے۔

ان کے اوپر گرنے والی چیز جال تھی..... محمود نے فوراً جوتے کی ایڑی سے چاقو نکالا اور جال کو کاٹ ڈالا۔ وہ فوراً باہر نکل آئے..... لیکن اس وقت ان کے گرد پچاس کے قریب کلاشن کوفوں والے کھڑے تھے۔

"یہ پستول کیا کر سکیں گے..... اگر میں ان لوگوں کو فائرنگ کا حکم دے دوں تو یہ سب ایک ہی وقت میں تم پر فائرنگ شروع کر دیں گے..... یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچیں گے کہ گولیاں یہاں کھڑے ان لوگوں کو بھی لگیں گی..... جو وقت لے رہے ہیں"۔

"اوہ..... اوہ" وہ دھک سے رہ گئے۔

"پستول گرا دو" ایک نے سرد آواز میں کہا۔

انہوں نے پستول گرا دیئے..... انہوں نے پستول قبضے میں لے لیے۔

"انہیں حوالات میں پہنچا دو"۔

"او کے سر"۔

انہیں گھیرے میں لے کر ایک طرف لے جایا گیا..... باغ میں ایک بڑی سی عمارت نظر آئی۔

"یہ ہمارے جاری خان کی جیل ہے..... اب تم لوگوں کو یہاں رہنا پڑے گا..... کل ان کی عدالت میں آپ کو پیش کیا جائے گا"۔

"ابھی تو ہمیں بتایا جا رہا تھا کہ ایک ہفتے سے پہلے ملاقات نہیں ہوگی" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اوہو..... یہ تو خاص کیس ہو گیا نا..... آپ نے سر جاری کے پہرے دار پر قاتلانہ حملہ کیا ہے"۔

"تب پھر آج ہی پیش کر دیں"۔

"ہونا تو یہی چاہیے تھا..... لیکن آج تین آدمیوں کو پیش کرنا ہے"۔

"آپ مہربانی کریں..... ہمیں پہلے پیش کر دیں"۔

"ہمیں افسوس ہے..... آپ کو آج نہیں پیش کر سکتے"۔

"آپ کی مرضی" انہوں نے کندھے اچکا دیئے۔

پھر انہیں حوالات میں بند کر دیا گیا..... اس طرح رات کا وقت ہو گیا..... رات کی تاریکی میں وہ وہاں سے سلاخیں کاٹ کر نکلے۔

اب انہوں نے اندر کا رخ کیا..... حوالات کے باہر انہیں کوئی نہیں ملا تھا..... نہ حوالات میں انہیں اپنے علاوہ کوئی اور نظر آیا تھا۔

باغ میں چلتے ہوئے وہ عمارت کی پشت میں نکل آئے..... مزید پستول ان کے ہاتھوں میں تھے اور انہوں نے ان پر سائلنسر چڑھا رکھے تھے کیونکہ پہلے پستول لے لیے گئے تھے۔

ایسے میں انہیں خوفناک غراہٹ محسوس ہوئی..... وہ گھبرا گئے..... عین اس وقت چار کتوں نے ان پر خوفناک انداز میں چھلانگ لگائی..... عین اس وقت چار فائر ہوئے..... گولیوں کی آواز ذرا بھی سنائی نہ دی..... البتہ کتے دم توڑتے نظر آئے..... اب وہ پھر آگے بڑھے..... اور عمارت کی پشت پر لگے 'ایک پائپ تک پہنچ گئے۔

"کہیں ہم پھنس نہ جائیں ابا جان!" فاروق نے پریشان ہو کر کہا۔

"اور ہم پھنستے کب نہیں؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ بھی ٹھیک ہے..... تو پھر کیا میں چڑھنا شروع کروں"۔

"ہاں! بالکل" وہ بولے۔

فاروق تیزی سے اوپر چڑھنے لگا' وہ اس کی طرف دیکھتے رہے..... یہاں تک کہ وہ چھت پر نظر آیا..... اس نے دیکھا..... چھت پر میدان صاف تھا..... وہاں ان کے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا..... اب اس نے انہیں بھی اوپر آنے کا اشارہ کیا..... باری باری وہ سب اوپر آگئے..... زینے کا دروازہ بھی بند نہیں تھا' لہٰذا نیچے اتر گئے..... اب وہ ایک بہت بڑے صحن میں کھڑے تھے..... اس کے چاروں طرف کمروں کے دروازے نظر آرہے

تھے..... صحن میں ایک دروازہ بہت بڑا اور اونچا نظر آیا..... اس کے با
طرف سنگ مرمر کا ایک بت کھڑا تھا..... شاید یہ بیرونی دروازہ تھا۔

"یہ بت یہاں کس لیے کھڑا کیا گیا ہے بھلا" انسپکٹر جمشید نے سرگو
کی۔

"خوبصورتی کے لیے..... ایک طرح سے یہ سجاوٹ کی چیز ہے" محمود
جواب دیا۔

"لیکن اس کی شکل صورت بند دروازے کی ہے" انہوں نے برا
منہ بنایا۔

"آپ کون لوگ ہیں"۔

اچانک بت کے منہ سے آواز نکلی..... وہ بری طرح اچھلے..... ساتھ ہی
صحن پوری طرح روشن ہو گیا..... اس سے پہلے صحن میں صرف زیرو کا بلب
روشن تھا۔

اور پھر ایک کمرے کا دروازہ کھلا۔

* * * *

انتان

وہ چونک کر دروازے کی طرف مڑے..... ان کے دل دھک دھک
نے لگے..... پھر دروازہ پوری طرح کھل گیا..... لیکن اس میں سے باہر
والے کو دیکھ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

انہوں نے اس جیسی شکل صورت کا کوئی انسان آج تک نہیں دیکھا
اس کی دونوں آنکھیں بالکل ملی ہوئی تھیں..... ناک کی جگہ بس ایک غار
تھا..... ناک سے نیچے لمبے لمبے دانت تھے..... کم از کم کسی انسان کے دانت
قدر لمبے نہیں ہوتے..... درمیان والا دانت منہ کے باہر تک نکلا ہوا تھا
چہرے کا رنگ اس قدر سیاہ تھا کہ کیا الٹا توا بھی سیاہ ہوتا ہو گا..... اس کے
میں لوہے کا ایک ڈنڈا تھا..... اس ڈنڈے کو دیکھ کر ان کے جسموں میں
سناہٹ دوڑ گئی۔

"تم..... ٹون ہو" اس کے منہ سے آواز نکلی۔

"انتان" فاروق نے فوراً کہا۔

اس حالت میں بھی انہیں ہنسی آگئی..... اگرچہ خوف ان پر غالب تو

"انڈر..... کش ٹرح آئے"۔

"چھٹ کے راشتے" فاروق بولا۔

"ٹور ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ٹور کیا ہوتا ہے" فاروق نے پوچھا۔

"ٹور..... وہ جو چیزیں ٹراتا ہے"۔

"اٹا اٹا..... ہم ٹور نہیں ہیں"۔

"ٹو پھر اوپر سے کیوں آئے..... نیٹے سے کیوں نہیں آئے"۔

"نیٹے سے ہمیں آنے نہیں ڈیا گیا"۔

"اوہ اٹا"۔

"اس ٹرح کیوں بولتے ہو؟"۔

"میری زبان ٹٹی ہوئی ہے"۔

"ٹٹی کیا ہوتا ہے"۔

"چاٹو..... چھری سے کٹ جاتا ہے نا..... وہ ٹٹنا"۔

"اٹا اٹا..... زبان کٹی ہوئی ہے"۔

"ہاں! ٹٹی ہوئی ہے"۔

"اچھا خیر..... آپ ہماری ملاقات سرٹاری سے کرا دیں" فاروق نے کہا..... انسپکٹر جمشید، محمود اور فرزانہ مسکرا دیئے، فاروق بالکل اس کے انداز میں بات کر رہا تھا۔

"ٹو..... ٹم اس وقت ان سے باٹ نہیں کر شکتے..... اور پھر ٹم ٹو آئے بھی غلط راشٹے سے ہو..... مجھے حکم ہے..... جو اس طرف سے آئے..... اسے جان سے مار ڈالوں"۔

یہ کہ کر وہ لوہے کی لاٹھی گھماتے ان کی طرف بڑھا۔

"ارے ارے..... یہ آپ کیا کر رہے ہیں..... ہم آپ کے دوشٹ ہیں" فاروق بوکھلا کر بولا۔

"دوشٹ ایسے نہیں ہوٹے..... وہ بیرونی دروازے سے آٹے ہیں"۔

"جب کوئی آنے نہ دے..... تو کیا کیا جائے"۔

"مجھے نہیں پٹا..... میں کیا جانوں..... مجھے تو بس آپ کی لاشیں سرٹاری کے سامنے پیش کرنا ہیں"۔

"ارے..... تو کیا تم ہم سے پہلے اور لوگوں کو بھی موت کے گھاٹ اتارتے رہے ہو"۔

"ہاں! سرٹاری کے حکم کی دیر ہے..... ابھی ٹنڈ دن پہلے ہی میں نے رانا بوٹا نامی ایک آدمی کو ڈان سے مارا ہے..... اش نے سرٹاری کی شان میں

گستاخی تی تھی..... بش انہوں نے حکم دیا..... اسے مار کر اس کی لاش ان کے سامنے پیش کی جائے"۔

"ارے باپ رے..... آپ ایسے خطرناک کام بھی کرتے ہیں..... اب آپ کو گرفتار کرنا پڑے گا..... کیونکہ آپ ہمارے سامنے ایک انسان کے قتل کا اعتراف کر چکے ہیں"۔

"کس میں تنی ہمت ہے کہ سرتاری کے ملازم کو گرفتار کر سٹے" وہ ہنسا۔

"ہم کریں گے..... بھئی ہم" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"ٹلئے پھر..... پہلے آپ ہمیں گرفتار کر کے دکھائیں"۔

"ہاں ضرور..... کیوں نہیں"۔

وہ لاٹھی گھماتا آگے بڑھا..... اچانک لاٹھی کے گھومنے کی رفتار حد درجے تیز ہو گئی..... پھر اس قدر تیز ہوئی کہ لاٹھی دکھائی دینا بند ہو گئی..... وہ پریشان ہو گئے..... اگر ان کے پاس بھی لاٹھی ہوتی تو اور بات تھی..... لہٰذا انسپکٹر جمشید نے اس کی ٹانگ کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔

اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکل گئی..... وہ لڑکھڑا گیا..... لاٹھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی..... وہ اٹھ کے ایک سمت میں آگے بڑھا..... اس کا رخ بیرونی دروازے کی طرف تھا..... شاید وہ باہر جانا چاہتا تھا۔

"کیا پروگرام ہے مسٹر"۔

"باہر سے اپنے ساتھیوں کو بلا رہا ہوں..... ٹمہیں جانے نہیں دیا جائے گا"۔

"ہم ملاقات کئے بغیر تو جانے کا ارادہ نہیں رکھتے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

وہ دروازے پر پہنچ گیا..... انہوں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی..... اس نے دروازے پر تین بار عجیب انداز سے دستک دی..... اچانک دروازہ کھل گیا..... انہوں نے دیکھا..... باہر دس کے قریب مسلح آدمی کھڑے تھے۔

"ہائیں یہ لوگ اندر کیسے داخل ہو گئے"۔

"چھت کے راشتے" اس نے کہا۔

"ایک تو ہم تمہاری کٹی ہوئی زبان سے تنگ آ گئے ہیں..... یار گھنے..... تم دوسری زبان لگوا لو" ان میں سے ایک نے کہا۔

"حد ہو گئی..... پھر مذاق اڑایا میرا..... اب میں سرجاری سے شکایت لگائے بغیر نہیں رہ شکتا"۔

"نن نہیں..... ایسا نہ کرنا..... اچھا ہم اپنے الفاظ واپس لیتے ہیں"۔

"چلو معاف ٹیا..... ان لوگوں نے مجھے زخمی کر دیا ہے..... انہیں سبق سکھاؤ"۔

اندر آنے والوں نے انہیں غور سے دیکھا ..... ان کے ہاتھوں میں پستول تھے ..... جب کہ ان کے پاس کلاشن کوفیں تھیں ..... ان میں سے ایک نے غرا کر کہا۔

"پستول پھینک دو ..... ورنہ ہم فائر کھول دیں گے"۔

"اگر ہم چاہیں تو تم فائر نہیں کھول سکو گے" انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ بولے۔

"تجربہ کر لو"۔

"کر لو پھر تجربہ"۔

انسپکٹر جمشید نے ان پر فائر کر ڈالے ..... ان کی کلاشن کوفیں گر گئیں ..... ان کو محمود، فاروق اور فرزانہ نے سمیٹنے میں دیر نہ لگائی ..... پھر تین کلاشن کوفیں ان کی طرف اٹھ گئیں۔

"ہاتھ اوپر اٹھا دو ..... اور مسٹر گھنے تم بھی اٹھا دو ..... تم ہمارے چچا زاد بھائی نہیں لگتے ..... ویسے تو کوئی بھی ہمارا چچا زاد بھائی نہیں لگ سکتا" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی" گھنا بھنا کر بولا۔

"یہ بات یوں ہوئی کہ ہمارے والد کے کوئی بھائی ہیں ہی نہیں" محمود مسکرایا۔

"تم لوگ حد سے بڑھ گئے ..... اب تمہیں قانون کے حوالے کرنا ہو گا"۔

"تو پھر کر لیں ..... کچھ تو کریں"۔

ان میں سے ایک نے جیب سے موبائل نکالا اور فون پر کسی کو ہدایات دیں ..... اور پھر ان کی طرف مڑا۔

"پولیس بہت جلد یہاں آجائے گی"۔

"اس سے پہلے ہماری ملاقات آپ سرٹاری سے کرا دیں"۔

"کیا کہا ..... سرٹاری ..... سرٹاری نہیں ..... سرجاری" ایک نے جھلا کر کہا۔

"مسٹر گھنے سے پوچھ کر بتانا نام"۔

"اس کا کیا ہے ..... یہ تو زبان کٹ انسان ہے"۔

"چلیے پھر سرجاری سے ملاقات کرا دیں"۔

"پہلی بات ..... سرجاری ملاقات کا وقت دیئے بغیر کسی سے بات نہیں کرتے ..... دوسری بات ..... تم لوگ تو یوں بھی اس گھر میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہو"۔

"ہاں ..... ٹھیک ہے، لیکن اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ..... جب کسی طرح ہماری ملاقات نہیں کرائی گئی تو ہم نے ایسا کیا ..... ورنہ پہلے ہم باقاعدہ آئے تھے"۔

"کیا کیا جائے..... یہ سرجاری کی ہدایات ہیں"۔

"انہیں پہلے اطلاع دو..... ہم ملنے آئے ہیں"۔

"نہیں دے سکتے..... ہدایات یہی ہیں"۔

"کیا اس فائرنگ کی آوازیں بھی اس تک نہیں پہنچی ہوں گی"۔

"نہیں! اندر کا حصہ ساؤنڈ پروف ہے"۔

"اس بات کو لکھ لیں..... ہم بھی سرجاری سے ملاقات کئے بغیر نہیں جائیں گے"۔

"جانے آپ کو کون دیتا ہے..... اب تو آپ کو یہاں سے پولیس لے جائے گی"۔

"چلو پھر پولیس کے آنے تک ہم خاموشی اختیار کر لیتے ہیں" وہ مسکرائے۔

"ہاں! یہی تم لوگوں کے حق میں بہتر ہے"۔

وہ سب خاموش ہو گئے..... آخر پولیس وہاں آگئی..... ابھی پولیس آفیسر اچھی طرح اندر داخل نہیں ہونے پایا تھا کہ گھنا بول اٹھا۔

"ان چاروں کو گرفتار کر لیا جائے"۔

"بہتر جناب..... کیوں نہیں..... ارے یہ تو..... یہ تو..... السلام علیکم سر"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔

"یہ..... یہ انسپکٹر جمشید ہیں جناب" اس نے منہ بنایا۔

"تو کیا ہوا..... یہ کوئی بھی ہوں..... یہ سرجاری کے گھر میں بلا اجازت، غیر قانونی طور پر، غلط راستے سے داخل ہوئے ہیں..... لہٰذا انہیں گرفتار کیا جائے" گھنے نے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں سر"۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں..... لیکن پہل ان کی طرف سے ہوئی ہے..... ان لوگوں سے پوچھا جائے..... کیا انہوں نے ہمیں اس عمارت کی حوالات میں بند کیا تھا"۔

"کیا کہا..... آپ کو بند کیا تھا ان لوگوں نے..... حوالات میں" وہ چلا اٹھا۔

"ہاں بالکل"۔

"یہ جھوٹ ہے..... ہم نے ایسا نہیں کیا"۔

"ملاقات کے لیے کارڈ جاری کرنے والے عملے کو یہاں بلا لیں..... وہ اس بات کی گواہی دیں گے"۔

"بالکل نہیں دیں گے..... جب ایسا ہوا ہی نہیں تو کیوں گواہی دیں گے وہ"۔

"آپ بلائیں تو"۔

"بہت بہتر"۔

ان لوگوں کو وہاں بلایا گیا..... لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا..... حالانکہ ان سب کے سامنے انہیں بند کیا گیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے ہم لوگ اس حوالات میں گئے ہی نہیں"۔

"نہیں بالکل نہیں" گھنے نے کہا۔

"آیئے پھر..... ذرا حوالات کا معائنہ ہو جائے..... وہاں میں یہ بات ثابت کروں گا کہ ہم لوگوں کو حوالات میں قید کیا گیا تھا..... دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو اپنے گھر میں حوالات بنانے کی ضرورت کیا پیش آ گئی"۔

"اوہو ہم..... وہاں دن کے وقت اپنے کتے بند کرتے ہیں"۔

"اور رات کو وہاں اپنے دشمنوں کو قید کرتے ہیں" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں..... غلط ہے"۔

"آیئے انسپکٹر صاحب..... ذرا حوالات کو دیکھ لیں"۔

"ضرور سر..... کیوں نہیں"۔

وہ سب حوالات کی طرف آئے۔

"اندر میں اپنی ایک چیز جان بوجھ کر چھوڑ آیا تھا" انسپکٹر جمشید یہ کہہ کر مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ سب بری طرح چونکے۔

انتان

انہوں نے انسپکٹر جمشید کو تیز نظروں سے گھورا۔

"اب مجھے گھور کیا رہے ہیں..... اگر میں اس حوالات میں نہیں گیا تو میری وہ چیز اندر کیسے پہنچی..... اس سوال کا جواب آپ دے دیں انسپکٹر صاحب"۔

"بالکل جناب..... یہ تو اصول کی بات ہے"۔

"جب تمہیں سرجاری کے سامنے پیش کیا جائے گا..... تب تم اصول کی بات بیان کرنا" گھنا بولا۔

"دیکھئے جناب! اس میں میرا کوئی قصور نہیں..... میں ایک سرکاری ملازم ہوں..... آپ لوگوں نے مجھے بلایا، میں آگیا، آپ نے الزام لگایا کہ انسپکٹر آپ کے گھر میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہیں..... انہوں نے جوابی الزام لگایا کہ زیادتی آپ کی طرف سے شروع ہوئی ہے..... آپ نے ان لوگوں کو حوالات میں بند کر دیا تھا..... یہ وہاں سے نکل آئے اور یہ

جاننے کے لیے اندر داخل ہوئے کہ آخر یہاں ہو کیا رہا ہے..... اور ایسا کرنے کا انہیں حق تھا..... نہ آپ انہیں قید کرتے نہ یہ ایسا کرتے..... اب آپ لوگوں کا کہنا ہے کہ حوالات میں انہیں بند نہیں کیا..... ان کا دعویٰ ہے..... تو انہیں ثابت کرنے کا موقع دیں"۔

"دے دیں انہیں موقع..... کر دیں ثابت"۔

"اس حوالات میں آپ کو کوئی چیز نظر تو نہیں آ رہی"۔

"نہیں بالکل نہیں" گھنے نے کہا۔

"تو پھر بتائیں..... ہم باہر کیسے نکل آئے..... تالا تو جوں کا توں موجود ہے"۔

"آپ لوگ ضرور کوئی عمل جانتے ہیں..... یہ ہمارے لیے کوئی عجیب بات نہیں ہے..... اس قسم کے کام تو ہمارے سرجاری بھی کر کے دکھا دیتے ہیں"۔

"کیا مطلب..... کیا کام کر کے دکھا دیتے ہیں"۔

"میں سلاخیں توڑے بغیر اور تالا کھولے بغیر حوالات سے نکل کر دکھا سکتا ہوں"۔

انہوں نے ایک بھاری بھرکم آواز سنی..... وہ چونک کر مڑے..... انہوں نے دیکھا' سرجاری چلا آ رہا تھا..... اس شخص کی تصاویر آئے دن

اخبارات میں وہ دیکھتے رہتے تھے..... انسپکٹر صاحب کے چہرے پر تو ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

"ہاں انسپکٹر صاحب..... اب ذرا کرنا وہ انصاف کی بات"۔

"وہ میں پہلے ہی کر چکا ہوں"۔

"انسپکٹر صاحب کو پریشان نہ کرو گھنے..... اس نے واقعی انصاف کی بات کی ہے..... اب انصاف کی بات کی باری ہماری ہے..... ہاں تو انسپکٹر جمشید صاحب..... یہی نام ہے' آپ کا"۔

"جی ہاں!" انہوں نے منہ بنایا..... نہ جانے کیوں اس شخص کو دیکھ کر انہیں غصہ آ گیا تھا..... وہ اپنے غصے کو دبانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"تو ثابت کریں..... آپ کو اس حوالات میں بند کیا گیا ہے"۔

"میں نے اپنے سر کے تین بال اندر گرا دیے تھے..... اگر ہمیں اندر قید نہیں کیا گیا تو میں اندر اپنے بال کیسے گرا سکتا تھا"۔

"یہ تو واقعی اصول کی بات ہو گئی..... کیوں گھنے" وہ اس کی طرف مڑا۔

"نن نہیں..... نہیں" گھنا اس طرح کانپنے لگا جیسے اس نے موت کو دیکھ لیا ہو۔

"اگر اندر سے تین بال انسپکٹر جمشید کے نکل آئے تو تمہارے پاس کیا جواب ہو گا..... یہ سوچ لو"۔

"نن نہیں..... نہیں" وہ پھر چیخا..... اس کے جسم پر پسینہ ہی پسینہ آگیا تھا..... وہ حیران تھے کہ اس قدر جلد اسے پسینہ کیوں آگیا ہے۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے بھئی..... سرجاری آخر ایک انسان ہیں..... کوئی موت کے فرشتے تو نہیں ہیں..... ایسی حالت تو کسی کی موت کو سامنے دیکھ کر ہی ہو سکتی ہے"۔

"آپ..... آپ ٹھیک کہ رہے ہیں..... انسپکٹر صاحب..... ہم نے واقعی انہیں حوالات میں قید کیا تھا۔ مم..... مجھے گرفتار کر لیجئے"۔

"کیا اس طرح تم مجھے بدنام کرنا چاہتے ہو گھنے..... یعنی یہ سلاخوں والا حصہ تو ہم نے کتوں کے لیے بنوایا ہے..... دن میں یہاں کتے رہتے ہیں"۔

"لیکن سرجاری..... ہم آپ سے ملاقات کرنے کے لیے دن میں ہی آئے تھے..... ہمیں دن کے وقت میں یہاں قید کیا گیا تھا..... لیکن یہاں کسی کتے کا نام و نشان نہیں تھا"۔

"کیوں گھنے..... آج دن میں کتے کہاں رہے"۔

"آج ان کا سیر کا دن تھا سرجاری..... راٹو انہیں سیر کے لیے لے گیا تھا"۔

"اوہ اچھا..... لیکن تم نے انہیں حوالات میں کیوں بند کیا"۔

"یہ آپ سے ملاقات کے لیے آئے تھے..... ہم نے انہیں بتایا کہ آپ سے ملاقات صرف وقت لے کر کی جاسکتی ہے..... انہوں نے اپنا تعارف

کرایا..... لیکن ہم مجبور تھے..... آپ کا حکم نہیں تھا..... اس پر انہوں نے کچھ تیزی دکھائی..... کچھ گڑبڑ کی..... ہم نے بھی گڑبڑ کی..... اور ہم نے انہیں کلاشن کوفوں کے گھیرے میں حوالات میں پہنچادیا"۔

"آپ نے سنا انسپکٹر صاحب..... اب تو حوالات سے بال اٹھا کر دکھانے کی بھی ضرورت نہیں رہی"۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں سرجاری" انسپکٹر نے کہا۔

"گرفتار کرلیں اسے..... میں نے اسے یہ حکم ہرگز نہیں دیا کہ انسانوں کو یہاں قید کر دیا کرو"۔

انسپکٹر نے اپنے ماتحتوں کو اشارہ کیا..... انہوں نے گھنے کو ہتھکڑی لگادی، گھنے کے چہرے پر اطمینان نظر آنے لگا..... پسینہ خشک ہونے لگا۔

"اب جب کہ آپ سے ملاقات ہوگئی..... آپ بتائیں..... آپ کو اگر حوالات میں بند کر دیا جائے تو آپ سلاخیں توڑے بغیر اور تالا کھولے بغیر باہر کیسے آجاتے ہیں"۔

"گھنے کو بکواس کرنے کی عادت ہے..... آپ اس کی باتوں پر نہ جائیں"۔

"چلئے نہیں جاتا..... یہ بتائیں..... یہ انوکھی طاقت کیا بلا ہے"۔

"وہ بری طرح چونکا۔

"مجھے پتا چلا ہے ..... آپ کے تابع کوئی انوکھی طاقت ہے .....
دراصل اس طاقت سے ملنا چاہتے ہیں ..... آپ اس طاقت کے ذریعے ہی
اس قدر مال دار ہوئے ہیں"۔

"اوہ ..... تو آپ مال دار ہونا چاہتے ہیں ..... وہ تو آپ کو میں
کردوں گا"۔

"نہیں..... میں مال دار ہونے کے لیے نہیں آیا..... ہم اپنے اللہ سے
مانگا کرتے ہیں..... اللہ کے سوا کسی اور کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے.....
آپ مجھے اس انوکھی طاقت سے ملوا رہے ہیں یا نہیں"۔

"یہ باتیں آپ کو کس نے بتادیں"۔

"آپ اس بات کو چھوڑیں"۔

"آئیے..... میں آپ کو بتاتا ہوں اور ملواتا ہوں"۔

وہ انہیں اندر لے جانے لگا..... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے انسپکٹر
کہا۔

"آپ اسے حوالات میں لے چلیں ..... میں وہیں اس سے ملاقات
کروں گا..... اور اس سے کسی کو ملنے نہ دیں"۔

"بہت بہتر سر"۔

انسپکٹر اپنے ماتحتوں کو اشارہ کرتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف
مڑ گیا..... وہ اس وقت صحن میں تھے..... ادھر وہ سرجاری کے ساتھ چلے.....
ایسے میں انہوں نے انسپکٹر کی ہولناک چیخ سنی۔

"ہائے مرا"۔

وہ اس کی دردناک آواز سن کر لرز گئے..... رونگٹے کھڑے کردینے
الی آواز تھی..... وہ تیزی سے مڑے۔

انسپکٹر کا جسم بری طرح تڑپ رہا تھا اور اس کے سینے سے خون تیزی
سے نکل رہا تھا۔

"ارے ارے..... یہ کیا ہوا" انسپکٹر جمشید چلائے۔

اسی وقت انسپکٹر نے دم توڑ دیا..... ان کی آنکھیں مارے حیرت کے
یل گئیں..... سکتے میں آگئے..... ان کی موجودگی میں..... قانون کے ایک
فظ کو قتل کردیا گیا تھا..... لیکن خوفناک ترین سوال یہ تھا کہ کیسے۔

"یہ ..... یہ کیسے ہوا..... ان پر حملہ کس نے کیا" انہوں نے اس کے
توں کی طرف دیکھا۔

ماتحتوں کے رنگ اس قدر سفید نظر آرہے تھے کہ جیسے ان کے
وں کا سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔

"ہمیں کچھ بتا نہیں چلا سر کہ یہ کیسے ہوا..... ہم نے تو بس اتنا دیکھا ہے
یہ دروازے کی طرف بڑھے تھے..... ہم ان کے پیچھے تھے..... اچانک

ان کے منہ سے چیخ نکلی..... یہ دھڑام سے گرے..... اور ہم نے ان کے
کے پاس سے خون ابلتے دیکھا"۔

"اف مالک..... یہ..... یہ کیا ہوا؟"۔

انسپکٹر جمشید یہ کہ کر آگے بڑھے۔

"یہ تو میری زندگی کا بھی انوکھا واقعہ ہو گیا" سرجاری نے بڑبڑا
کے انداز میں کہا۔

"مسٹر گھنے..... تم کچھ بتا سکتے ہو" انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف د
..... اس کی حالت بھی بہت بری تھی..... بار بار ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا

"نن نہیں..... نہیں..... نہیں" گھنا چلا اٹھا..... اس کے بدن پر ل
طاری تھا۔

"کیا نہیں..... تم کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"میں نہیں جانتا..... انسپکٹر صاحب کی موت کس طرح واقع ہوئی"

"اچھی بات ہے..... سب کو یہیں رکنا پڑے گا..... سرجاری آپ
صحن میں تشریف رکھیں"۔

"آخر میں کب تک یہاں ٹھہروں گا..... میں اندر چلتا ہوں..... آپ
جب مجھ سے بات کرنے کی فرصت ملے..... پیغام بھجوا دیجئے گا"۔

"کس کے ذریعے..... کوئی ملازم پیغام لے جانے کے لیے تیار
ہوتا"۔

اس وقت وہاں گھنے کے ساتھی موجود تھے..... سرجاری نے ان پر نظر
ڈالی اور بولا۔

"ان میں سے کسی سے بھی کہ دیجئے گا"۔

"بہت بہتر..... آپ جا سکتے ہیں"۔

"سنا تم نے..... جب یہ مجھ سے ملنا چاہیں..... مجھے پیغام دے دینا"۔

"او کے سر" وہ بولے۔

اور سرجاری اندر کی طرف مڑ گیا..... انسپکٹر جمشید نے فون پر اکرام کو
ہدایات دیں..... اور پھر لاش کی طرف مڑے۔

"تم بتاؤ..... یہ قتل کیسے ہوا؟" انہوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ
سے کہا۔

"کسی خنجر سے ہوا ہے"۔

"خنجر کہاں ہے"۔

"ہم خنجر نہیں دیکھ سکے"۔

"یہ تو پھر یوں لگتا ہے..... کسی نظر نہ آنے والے وجود نے خنجر اس کے
سینے میں اتارا ہے..... لہٰذا خنجر بھی اسی کے پاس ہے..... لیکن ہم ایسے وجود
والوں کے قائل نہیں ہیں"۔

"لیکن آپ اس کہانی کے بارے میں کیا کہیں گے..... انوکھی طاقت
والی کہانی کو"۔

"اوہ..... تمہارا مطلب ہے..... جو انوکھی طاقت سرجاری کی مدد کرتی ہے..... یہ قتل بھی اسی نے کیا ہے"۔

"ہاں بالکل..... اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"یہ میری زندگی کا انوکھا ترین قتل ہے..... لیکن اس کے باوجود میں کہوں گا..... کہ یہ کام انسانی ہاتھ کا ہے"۔

"یہ..... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں..... ان لوگوں کے علاوہ یہاں کون تھ ..... جس نے یہ کام کیا" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ کام ان میں سے بھی تو کسی کا ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر وہ خنجر ان کے پاس سے برآمد ہونا چاہئے" فرزانہ مسکرائی۔

"ہاں! بالکل..... ابھی ان کی تلاشی لی جائے گی..... لیکن اگر خنجر ان ک پاس سے برآمد نہ ہوا تو کیا ہو گا..... سرجاری تو ہمارے آگے تھا اور اس منہ بیرونی دروازے کے مخالف سمت میں تھا..... وہ ایک لمحے کے لیے بھ نہیں مڑا..... اگر مڑتا اور وار کرتا تو ہم ضرور دیکھتے..... اور پھر اس طرح خنج اس کی کمر کی طرف لگنا چاہئے تھا..... جب کہ خنجر سینے کی طرف سے مارا گیا ..... جو عین دل کے پاس لگا ہے" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! یہ سب باتیں ہم سوچ سکتے ہیں..... لیکن ابا جان اگر ان میں سے کسی کے پاس سے خنجر نہ ملا تو کیا ہو گا..... پھر یہ قتل کس کے کھاتے میں ڈالیں گے..... قاتل کیسے پکڑا جائے گا..... یہ ایک پولیس آفیسر کا قتل ہے.....

قانون کے عین مطابق باتیں کر رہا تھا..... اس نے سرجاری کی حمایت نہیں کی ..... ہماری تائید کرتا رہا..... اسے صرف اس بات کی سزا دی گئی ہے..... آپ کو وہ جملے یاد ہیں..... جو اس سے کہے گئے تھے" محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں! یاد ہیں" انہوں نے سر ہلایا۔

عین اس لمحے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔

* * * *

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

سرجاری

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا..... پھر انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"دروازہ کھول دیں..... یہ میرے ماتحت ہیں"۔

"بہت بہتر!" سرجاری کے ایک ملازم نے کہا اور پھر دروازہ کھول دیا ..... اکرام اور اس کے چند ماتحت باہر نظر آئے۔

"پہلے صرف تم اندر آنا اکرام ..... معاملہ بہت ہولناک ہے"۔

"ارے باپ رے..... یہ..... یہ انسپکٹر شاکر کو کس نے قتل کر ڈالا"۔

"تو تم اسے جانتے ہو"۔

"ہاں سر..... یہ کسی زمانے میں میرے ساتھ بھی کام کرتے رہے ہیں ..... بہت ایماندار اور محنتی آدمی ثابت ہوئے تھے اور رشوت سے دور بھاگتے تھے"۔

"شاید اسی لیے آج بے چارے مردہ پڑے ہیں" انسپکٹر جمشید نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

"یہ ہوا کیسے سر"۔

انہوں نے اکرام کو ساری تفصیل سنا دی..... اپنے اس جگہ آنے کی تفصیلات بھی سنائیں۔

"یہ..... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں..... آپ کو یہاں کسی حوالات میں بند کر دیا گیا تھا..... سرجاری کی اتنی جرات"۔

"سرجاری نے سارا بوجھ اپنے ملازم گھنے پر ڈال دیا ہے"۔

"گھنا..... کیا مطلب؟"۔

"یہ رہا گھنا..... اس کا یہی نام سننے میں آیا ہے"۔

اکرام نے اسے تیز نظروں سے گھورا..... پھر زور سے چونکا۔

"تمہارا اصل نام کیا ہے؟"۔

"گھنا" اس نے کہا۔

"نہیں..... اصلی نام کوئی اور ہے، جلدی بتاؤ..... میرے دماغ میں ہل چل مچ گئی ہے تمہیں دیکھ کر"۔

"کیا مطلب؟"۔

"میں اسے دیکھتا رہا ہوں ..... بہت مدت تک ..... اور اب شاید یہ بہت عرصے کے بعد نظر آیا ہے..... لیکن مجھے یہ یاد نہیں آ رہا کہ کہاں دیکھتا رہا ہوں"۔

"یہ ہماری پہلی ملاقات ہے"۔ گھنا بولا۔

"غلط ..... بالکل غلط ..... تم نہ بتاؤ ..... مجھے یاد آ ہی جائے گا..... نہ یاد آیا تو میں گھر جا کر ڈائریوں کو دیکھوں گا"۔

"ہماری یہ پہلی ملاقات ہے" اس نے پھر پر زور انداز میں کہا۔

"خیر یونہی سہی ..... ہمیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے" اکرام نے کندھے اچکائے۔

"کیوں فرق نہیں پڑتا اکرام" انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"جی ..... کیا مطلب؟"۔

"اگر یہ کوئی پرانا پاپی ہے..... تو پھر انسپکٹر کا قتل اسی نے کیا ہے"۔

"واہ! انسپکٹر جمشید ہوں تو ایسے" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب بھئی" وہ مسکرائے۔

"میں قاتل ہوں تو میرے پاس خنجر ہونا چاہئے..... جب کہ میرے پاس خنجر نہیں ہے"۔

"ابھی ہم نے تمہاری تلاشی نہیں لی"۔

"میں حاضر ہوں..... لے لیں تلاشی"۔

"ٹھیک ہے اکرام ..... پہلے کام تلاشی والا ہی کرنا چاہئے..... کہیں یہ لوگ نظر بچا کر خنجر ادھر ادھر نہ کر دیں"۔

"آپ غلط سوچ رہے ہیں..... ہم میں سے کوئی قاتل نہیں ہے"۔

"ارے تو پھر کیا کوئی جن بھوت قتل کر گیا آ کر"۔

"اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہ سکتے" گھنے نے بھنا کر کہا۔

"او کے ..... اکرام جلدی جلدی تلاشی لے ڈالو"۔

اکرام اور اس کے ماتحتوں نے تلاشی لی..... پورے صحن کی بھی تلاشی لی..... لیکن اس خنجر کا کہیں نام و نشان تک نہ ملا..... جس سے واردات کی گئی تھی"۔

"یہ ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے اکرام" انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں..... میں تو یہاں تھا ہی نہیں"۔

"تمہارا مطلب ہے..... ہم لوگ چونکہ یہاں موجود تھے..... یہ بات تو ہمیں بتانا چاہئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے" انہوں نے اکرام کو تیز نظروں سے گھورا۔

"ج ..... جی ہاں" اکرام گھبرا گیا۔

انسپکٹر جمشید مسکرا دیئے۔

"ایک بار اور پوری توجہ سے تلاشی لی جائے..... اور اکرام اگر اب بھی تم خنجر نہ تلاش کر سکے تو پھر میں تلاشی لوں گا"۔

"جج.....جی بہتر" اکرام کانپ گیا۔

اس نے اس بار سب کی تلاشی خود لی..... اپنے ماتحتوں کو الگ رکھا..... صحن کا بھی چپہ چپہ چھان مارا..... لیکن خنجر نہ ملا۔

"نہیں سر..... یہاں وہ خنجر نہیں ہے"۔

"یہ تو ہو ہی نہیں سکتا اکرام"۔

"جی..... کیا مطلب؟" اکرام نے چونک کر کہا۔

"خنجر یہاں ضرور ہے"۔

"ارے باپ رے..... اس کا مطلب ہے..... آپ خنجر برآمد کر کے دکھائیں گے"۔

"ہاں بالکل" وہ مسکرائے۔

"اگر آپ نے ایسا کر ڈالا..... تب یہ میرے لیے بہت پریشانی کی بات ہو جائے گی"۔

"تو ہو جائے..... خنجر تو تلاش کرنا ہو گا..... قاتل کو گرفتار تو کرنا ہو گا"۔

"آپ کے خیال میں قاتل کون ہے..... سرجاری"۔

"نہیں..... براہ راست وہ ہرگز قاتل نہیں ہے..... کیونکہ اس کا تو اس وقت منہ بھی دوسری طرف تھا..... جب خنجر کا وار ہوا..... اور مقتول کی بھی اس کی طرف کمر تھی..... سرجاری کے لیے اس کے سینہ پر وار کرنا

بالکل ناممکن بات ہے..... درمیان میں ہم تھے..... لہٰذا وار کسی اور نے کیا ہے..... اور صحن میں موجود لوگوں میں سے ہی کسی نے کیا ہے..... اس وقت انسپکٹر شاکر کے بالکل پیچھے گھنا تھا..... گھنا کے پیچھے انسپکٹر شاکر کے ماتحت تھے..... لیکن گھنے کے ہاتھوں میں ہتھکڑی تھی..... لہٰذا وہ بھی یہ کام نہیں کر سکتا تھا..... کیونکہ انسپکٹر شاکر کی کمر اس کی طرف تھی..... اب رہ گئے سرجاری کے باقی ملازم..... دراصل یہ کام ان میں سے کسی ایک کا ہے..... یہ کل پانچ ہیں..... شروع سے آخر تک یہ پانچ ملازم یہیں رہے..... اور جب ہم صحن میں پہنچے..... تو اس بت کے سر سے آواز نکلی تھی"۔

"جی..... کیا فرمایا..... بت میں سے آواز نکلی تھی" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہو..... بھئی آج کے دور میں یہ کیا مشکل ہے..... سائنسی آلات فٹ ہوں گے اس میں"۔

"اوہ ہاں سر..... ٹھیک ہے"۔

"بس تو پھر..... بت نے اچانک کہا تھا' آپ کون ہیں..... ساتھ ہی سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور اس میں سے گھنا نکلا تھا..... پھر اس نے باہر سے دوسرے لوگوں کو بلوایا تھا..... جب قتل ہوا..... یہ لوگ دروازے کے پاس کھڑے تھے..... اس لیے میں یقین سے کہ سکتا ہوں کہ قتل ان میں سے ایک نے کیا ہے..... اور سرجاری کے اشارے پر ہی ایسا کیا

گیا ہے..... کیونکہ انسپکٹر شاکر نے سر جاری کی ذرہ بھی پروا نہیں کی تھی.....
اور ایسے لوگ اپنی منوانے کے عادی ہوتے ہیں..... یہ لوگ جو کروڑوں کی امداد حکومت کو دیتے ہیں تو کس لیے..... صرف اس لیے کہ ان کی چلے..... ان کی مانی جائے..... بڑے بڑے معاملات میں انہیں شریک کیا جائے"۔

"ہوں..... آپ ٹھیک کہتے ہیں..... لیکن ہماری مشکل یہ ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس خنجر نہیں ہے"۔

"اس کے بعد تلاشی میں لوں گا"۔

اکرام نے ان پانچوں کی بہت احتیاط سے تلاشی لی..... آخر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں سر..... ان میں سے کسی کے پاس خنجر نہیں ہے..... اور نہ صحن میں کہیں چھپایا گیا ہے"۔

"اب تم پیچھے ہٹ جاؤ..... پہلے میں ان پانچ کی تلاشی لوں گا"۔

"ضرور سر..... کیوں نہیں"۔

انہوں نے بہت باریک بینی سے تلاشی لی..... اس لیے کہ اکرام بھی تلاشی لینے میں کچھ کم ماہر تو تھا نہیں..... اور جب وہ خنجر تلاش نہ کر سکا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ خنجر تلاش کرنا آسان کام نہیں ہے..... اس لیے انہوں نے باریک بینی سے کام لینا پسند کیا تھا..... پانچوں کی بہت اچھی طرح تلاشی لی گئی..... خنجر نہ ملا..... اب تو وہ فکر مند ہو گئے..... صحن کے ایک ایک انچ کو دیکھا

گیا..... خنجر نہ ملا..... انہوں نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جیبوں کو بھی دیکھا..... کہ شاید قاتل نے نظر بچا کر ان میں سے کسی کی جیب میں چاقو رکھ دیا ہو..... لیکن یہ خیال بھی غلط ثابت ہوا۔

اب تو انسپکٹر جمشید بھی چکر کھا گئے..... ان کا سر گھومنے لگا..... انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"محمود..... فاروق..... فرزانہ..... خدا کے لیے تم کچھ کرو..... خنجر تلاش کرو..... ورنہ" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"ورنہ کیا؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا"۔

"نن نہیں..... آپ مہربانی فرما کر ایسا نہ کیجئے گا" فاروق بوکھلا اٹھا۔

وہ ہنس پڑے..... پھر یک دم سنجیدہ ہو گئے، بولے۔

"اوہو فاروق..... کوئی میں جان بوجھ کر پاگل نہیں ہو جاؤں گا"۔

"تب پھر" وہ بولے۔

"یہ سوچ سوچ کر پاگل ہوں گا کہ آخر خنجر کہاں چلا گیا"۔

"آپ فکر نہ کریں..... ہم خنجر کو تلاش کر کے رہیں گے"۔

"اگر تم نے یہ کام کر دکھایا..... تو انعام کے حق دار ہو گے" وہ بولے۔

"لیکن ابا جان ..... ہم یہ کام انعام کے لالچ میں ہرگز نہیں کریں گے"۔

"چلو وہ تمہاری مرضی" وہ مسکرائے۔

اب انہوں نے اپنا کام شروع کیا..... ایک بار پھر ان سب کی تلاشی لی گئی..... صحن کا چپہ چپہ دیکھا..... ہر انسان کا جائزہ لیا..... لیکن خنجر نہ ملا۔

"اب.....اب تم کیا کہتے ہو"۔

"یہ واردات خنجر سے کی ہی نہیں گئی" فرزانہ کی سرسراتی آواز ابھری۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"جی ہاں! اس واردات میں خنجر استعمال نہیں کیا گیا" فرزانہ بولی۔

"فرزانہ ..... کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے ..... اگر واردات میں خنجر استعمال نہیں کیا گیا تو پھر کون سا ہتھیار استعمال کیا گیا ہے"۔

"کوئی سا بھی نہیں" فرزانہ بولی۔

"دماغ خراب ہے تمہارا ..... پھر انسپکٹر شاکر کیسے قتل ہو گئے"۔

"ابھی مجھے یہ بات معلوم نہیں ..... لیکن میں بہت جلد معلوم کر لوں گی" اس کا لہجہ پرسکون تھا۔

"ہوں خیر..... تم اس لائن پر ضرور کام کرو..... میں تمہاری تائید کرتا ہوں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ آپ نے کیا کہ دیا" محمود کا منہ بن گیا۔

"میرا بھی اب یہی خیال ہے ..... کہ یہ واردات خنجر سے نہیں کی گئی"۔

"ارے باپ رے..... تو کیا یہ کام ہاتھ کی انگلی سے کیا گیا ہے"۔

"ابھی میں یہ نہیں بتا سکتا..... اس پر غور کرنا ہو گا کہ واردات کس طرح کی گئی ہے ..... اکرام اب تم اپنے ماتحتوں کو اندر بلا لو ..... اپنا کام شروع کرو اور ..... اور خیال رہے ..... لاش کا پوسٹ مارٹم تم اپنی نگرانی میں کراؤ گے..... خاص طور پر میں یہ جاننا چاہتا ہوں ..... زخم کس چیز کا ہے اور کتنا گہرا ہے اور کتنا چوڑا ہے اور کتنا موٹا ہے"۔

"آج تو آپ نے 'اور' کی لائن لگا دی"۔

"یہ واردات ہماری لائن لگانے پر جو تل گئی ہے" وہ مسکرائے۔

"جی ..... کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"مطلب یہ کہ انسپکٹر شاکر کے بعد کہیں ہم پر یہ وار نہ ہو جائے ..... ہم میں سے کسی ایک کے سینے پر وار ہو اور ہم یہاں تڑپتے نظر آئیں"۔

"اوہ ہاں ..... واقعی ..... یہ بات بھی ہے ..... اللہ اپنا رحم فرمائے ..... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں"۔

"ہرگز نہیں ..... میرا قطعاً یہ پروگرام نہیں کہ تمہیں ڈراؤں" وہ مسکرا دیئے۔

پھر اکرام کے ماتحتوں نے اپنا کام شروع کیا..... لاش کی تصاویر لی گئیں

..... نقشہ بنایا گیا..... سب کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے..... صحن سے بھی انگلیوں کے نشانات اٹھائے گئے..... قتل ان کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا اور وہ قاتل کو ابھی تک گرفتار نہیں کر سکے تھے..... اس بات نے انہیں پریشان کر دیا تھا..... وہ جانتے تھے..... اب اخباری نمائندے بھی آئیں گے اور کل کے اخبارات میں عجیب عجیب سرخیاں لگائیں گے..... لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے..... دو گھنٹے بعد اکرام نے کہا۔

"سر! میں اور میرے آدمی اپنا کام مکمل کر چکے ہیں..... لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دیا جائے یا نہیں"۔

"ہاں بالکل" وہ بولے۔

اور پھر اکرام لاش کے ساتھ ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا..... اب انہیں پوسٹ مارٹم رپورٹ کا انتظار تھا..... لہٰذا انہوں نے سوچا..... اس دوران کیوں نہ سرجاری سے ملاقات کر لی جائے..... آئے تو وہ یہاں اسی غرض سے تھے..... اب سرجاری خود ہی ملاقات کرنے پر تیار ہو گیا تھا.. انہوں نے اس کے ملازم کو اندر بھیجا..... وہ پیغام دے کر واپس آ گیا۔

"ہاں! کیا رہا"۔

"پانچ منٹ بعد پیغام آئے گا..... وہ ملاقات کے لیے تیار ہیں یا نہیں" اس نے بتایا۔

"اوہ اچھا" انہوں نے کہا۔

پانچ منٹ بعد ملازم نے آ کر کہا۔

"چلیے جناب..... سرجاری آپ لوگوں کو بلا رہے ہیں"۔

وہ اس کے ساتھ اندر کی طرف چلے..... تمام راستے موٹے قالینوں پر چلنا پڑا..... ہر طرف دولت صرف کی گئی تھی..... قیمتی ترین فانوس جگہ جگہ کے نظر آئے..... دیواروں پر سنہری تار سے نقوش بنائے گئے تھے..... یہ اور سونے کے تار تھے..... کئی جگہ ہیرے جڑے نظر آئے..... غرض انہوں نے آج تک دنیا میں کہیں بھی اس قدر قیمتی اور اتنا زیادہ سامان لگا نہیں دیکھا تھا..... آخر ملازم ایک کمرے کے دروازے پر رک گیا۔

"اندر چلے جائیں" اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ تھوڑا سا کھول دیا۔

* * * *

مارے گئے

اندر داخل ہوتے ہی وہ دھک سے رہ گئے..... ان کی آنکھیں
ہوگئیں..... اس قدر سجا سنورا ہوا کمرہ انہوں نے زندگی میں پہلے نہ
دیکھا تھا..... کسی شہنشاہ کا کمرہ بھی ایسا نہیں ہو سکتا تھا، کمرہ ہیروں سے جگ
جگ مگ کر رہا تھا..... فرش پر جو قالین بچھا تھا..... اس میں ان کے پاؤں اند
تک دھنس گئے..... کمرہ تھا بھی بہت بڑا..... اور اس کے درمیان میں
مسہری کے چاروں طرف جھالریں تھیں..... ان جھالروں کے ساتھ مو
ٹانکے گئے تھے..... اب نہ جانے یہ موتی کس حد تک قیمتی تھے..... اس مسہ
پر سرجاری بالکل درمیان میں کسی بت کی طرح بیٹھا تھا..... دیوار کے سا
شاہانہ قسم کی کئی کرسیاں تھیں..... اس نے ہاتھ سے کرسیوں پر بیٹھنے کا اشا
کیا۔

"کیا پتا چلا" اس کے ہونٹ ہلے۔

"ابھی تک ہم نہیں جان سکے کہ انسپکٹر شاکر کو کس نے قتل کیا ہے" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"حالانکہ قتل آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوا ہے"۔

"ہاں یہ درست ہے"۔

"آپ کے بارے میں تو سنا ہے..... آپ بہت ماہر ہیں، اس قسم کے معاملات کو فوراً بھانپ لیتے ہیں"۔

"کبھی کبھی ہماری مہارت گھاس چرنے چلی جاتی ہے جناب" فاروق جل گیا۔

اس نے چونک کر فاروق کو دیکھا۔

"کیا یہ جملہ کہا جانا ضروری تھا" اس نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کی بات کا جواب تو دینا تھا ناجی" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ مجھ سے کس لیے ملنا چاہتے تھے؟"۔

"کچھ مدت پہلے آپ ایک عام انسان تھے..... کوئی خاص دولت مند بھی نہیں تھے..... اچانک اس قدر مالدار کس طرح ہوگئے؟"۔

"بس! اتنی سی بات پوچھنے کے لیے آگئے آپ"۔

"ہاں بس"۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں..... دولت جب کسی کے پاس خود آنا شروع کرتی ہے تو اس کو آنے سے کون روک سکتا ہے..... یہ ساری دولت

میں نے محنت سے نہیں کمائی..... یہ خود بخود میرے پاس آئی ہے" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"آخر کیسے" وہ بولے۔

"ریس کے جس گھوڑے پر میں نے رقم لگائی..... وہ جیت گیا..... کرکٹ کے میچوں پر رقمیں لگائیں..... اور جس ٹیم پر لگائی..... وہ جیت گئے..... سونے کا بھاؤ گرا..... میں نے سونا خرید لیا..... بھاؤ یک دم چڑھ گیا..... میں نے فروخت کر دیا..... پھر بھاؤ گرا..... پھر خرید لیا..... اس طرح اور بے شمار چیزیں خریدتا رہا فروخت کرتا رہا..... اور اس طرح میں اب شاید دنیا کا سب سے مال دار آدمی بن گیا ہوں یا بننے والا ہوں گا..... مجھے اندازہ نہیں کہ دنیا کے سب سے دولت مند کے پاس کتنی دولت ہے..... اور اگر معلوم ہو جائے تب بھی اندازہ نہیں ہو سکے گا کہ میں اس سے مال دار ہوں یا نہیں..... اس لیے کہ مجھے جب معلوم ہی نہیں ہے کہ میرے پاس کتنی دولت ہے"۔

"آپ نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق کیوں دی"۔

"کیا مطلب..... یہ کیا سوال ہوا؟" وہ چونک گیا۔

"آپ نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق کیوں دی"۔

"یہ ذاتی سوال ہے..... آپ کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں پہنچتا" اس نے بھنا کر کہا۔

"اچھی بات ہے..... انوکھی طاقت کا راز کیا ہے"۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھا۔

"انوکھی طاقت کا راز کیا ہے"۔

"اوہ..... تو اس خبیث عورت نے یہ بات آپ کو بتائی ہے"۔

"میرے سوال کا جواب دیں"۔

"یہ بھی ذاتی سوال ہے..... جواب نہیں دے سکتا"۔

"اچھی بات ہے..... ایک اور سوال..... کیا انسپکٹر شاکر کو آپ نے قتل کیا ہے"۔

"آپ عجیب آدمی ہیں..... میں اس وقت آپ سے آگے تھا..... میرا منہ بھی دوسری طرف تھا اور انسپکٹر شاکر کا منہ دوسری طرف..... درمیان میں فاصلہ بھی تھا..... آخر میں کس طرح سے خنجر اس کے سینے میں اتار سکتا تھا"۔

"ایسا کوئی طریقہ ہو سکتا ہے" وہ سرد آواز میں بولے۔

"تب پھر پہلے آپ کوئی ایسا طریقہ دریافت کر لیں..... پھر الزام لگایئے گا اور ایک بات اور" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"ایک بات اور کیا؟"۔

"میں آپ کی شکایت صدر سے کروں گا..... کروڑوں روپے سے میں ان کی مدد کرتا ہوں اور ایک معمولی انسپکٹر چلا آیا مجھے پریشان کرنے..... میں

چاہتا تو آپ کو ابھی گرفتار کرا دیتا..... غیر قانونی طور پر داخل ہونے کے جرم میں"۔

"اور غیر قانونی طور پر حوالات میں رکھنے کے بارے میں کیا خیال ہے"۔

"وہ میرے ملازمین کی غلطی تھی ..... انہیں میں خود پولیس کے حوالے کر دیتا..... لیکن آپ تو اس وقت پکڑے جاتے نا"۔

"نہیں..... مجھے پھر بھی گرفتار نہ کیا جاتا..... آپ بے شک اب کوشش کرلیں"۔

"کیا مطلب..... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں اگر چاہوں تو بھی آپ کو گرفتار نہیں کیا جائے گا"۔

"ہاں بالکل" انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"تب پھر تجربہ کر ہی لیا جائے"۔

"ہاں! یہی بہتر رہے گا" وہ مسکرائے۔

اس نے پاس رکھا موبائل اٹھایا اور کسی کے نمبر ملائے..... پھر سلسلہ ملنے پر بولا۔

"جی..... میں سرجاری..... ہاں! آپ کی یہاں فوری ضرورت ہے..... ایک شخص غیر قانونی طور پر میری کوٹھی میں داخل ہوا ہے..... اسے

گرفتار کرانا ہے..... لیکن وہ اثر و رسوخ والا آدمی ہے..... اس کا خیال ہے کہ میں اسے گرفتار نہیں کرا سکتا..... لہٰذا انتظام کر کے آیئے گا"۔

دوسری طرف کا جواب سن کر اس نے فون بند کر دیا..... وہ یہ سن کر بیٹھے رہے۔

"صرف پندرہ منٹ بعد آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی"۔

"نہیں ہوں گی" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز منہ سے نکالی۔

"پندرہ منٹ" وہ بولا۔

"اوکے..... پندرہ منٹ" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ مجھے غصہ دلا رہے ہیں" وہ بھنا اٹھا۔

"تو آپ غصے میں نہ آئیں"۔

"اچھی بات ہے انسپکٹر جمشید..... اب تم اس ملازمت میں نہیں رہ سکو گے"۔

"یہ آپ کا دوسرا دعویٰ ہو گیا..... پہلا یہ کہ آپ مجھے گرفتار کرائیں گے..... دوسرا یہ کہ مجھے ملازمت سے نکلوائیں گے"۔

"ہاں ہاں ہاں..... یہ ہو گا"۔

"اچھی بات ہے..... اب ہم کچھ نہیں بولیں گے"۔

اور پھر فون پر اسے کوئی اطلاع دی گئی..... اس نے سن کر کہا۔

"انہیں یہیں میرے کمرے میں لے آؤ"۔

تین منٹ بعد دروازہ کھلا..... یہ دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی کہ آنے والے آئی جی شیخ نثار احمد تھے اور ان کے ساتھ ان کے چند ماتحت بھی تھے ..... ادھر وہ انسپکٹر جمشید کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"اوہو..... یہاں تو انسپکٹر جمشید موجود ہیں" انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔

"جی ہاں! یہ میں ہوں سر" وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں انہی کو گرفتار کرانا چاہتا ہوں شیخ صاحب..... یہ میری کوٹھی میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہیں"۔

"ایسا کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی جمشید" آئی جی نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"مجھے ایک سلسلے میں ان سے ملاقات کے لئے آنا پڑا..... مجھے کسی طرح ملاقات نہ کرنے دی گئی..... بلکہ الٹا ہمیں کلاشن کوفوں کے گھیرے میں لے کر حوالات میں قید کر دیا گیا"۔

"کیا کہا..... حوالات؟" وہ چونکے۔

"جی ہاں! حوالات" وہ بولے۔

"غلط..... بالکل غلط..... وہ جگہ کتے بند کرنے کے لئے ہے"۔

"ان کے ملازمین کا بیان ہے کہ دن میں یہ اس جگہ کتے بند کرتے ہیں ..... رات انہوں نے ہمیں وہاں قید کر دیا..... ہم اپنے طریقے کے مطابق

نکلے اور چھت کے راستے کوٹھی کے اندر آگئے ..... اس لیے کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے..... اس شخص کے پاس اس قدر دولت کہاں سے آگئی"۔

"کیا یہ چیک کرنا ان کا کام ہے شیخ صاحب؟" سرجاری نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہ چیک کر سکتے ہیں ..... اگر انہیں معلوم ہو کہ کسی نے ناجائز طریقوں سے دولت جمع کی ہے"۔

"تب پھر ثابت کر دیں، میں نے کن سے ناجائز طریقے اختیار کیئے ہیں"۔

"یہی ثابت کرنے کے لیے انسپکٹر جمشید یہاں آئے تھے..... آپ کو چاہیے تھا، فوراً انہیں ملاقات کا موقع دیتے ..... آخر یہ سرکاری اہل کار ہیں"۔

"ہوں گے ..... میرے اپنے اصول ہیں ..... اب آپ مہربانی فرما کر انہیں گرفتار کریں ..... ان کے خلاف رپورٹ درج کریں"۔

"مجھے افسوس ہے..... میں ایسا نہیں کر سکتا"۔

"کیوں..... کیا اس لیے کہ یہ آپ کے ماتحت ہیں"۔

"جی نہیں ..... میرا کوئی ماتحت اگر کوئی غیر قانونی کام کرتا ہے تو میں اسے فوراً گرفتار کرتا ہوں"۔

"تب پھر..... انہوں نے بغیر اجازت اندر داخل ہو کر غیر قانونی کام ہی تو کیا ہے"۔

"نہیں..... ان کے پاس اجازت نامہ ہے..... یہ کسی جگہ کی بھی چیکنگ کر سکتے ہیں"۔

"حد ہو گئی..... آپ تو پورا پورا ان کا ساتھ دے رہے ہیں..... میں نے آپ کو بلا کر غلطی کی..... اب مجھے صدر صاحب سے بات کرنا ہو گی"۔

"ضرور کریں..... میں یہیں موجود ہوں' اگر صدر صاحب نے مجھے حکم دیا کہ انسپکٹر جمشید کو گرفتار کر لیا جائے تو پھر میں ضرور انہیں گرفتار کروں گا"۔

"اوہ اچھا..... ٹھیک ہے"۔

یہ کہہ کر اس نے موبائل پر نمبر ملائے اور بولا۔

"سر..... سرجاری بات کر رہا ہوں"۔

"اس نے دوسری طرف کی بات سنی اور پھر بولا۔

"یہاں ایک مسئلہ درپیش ہے..... انسپکٹر جمشید کی گرفتاری کا..... میں چاہتا ہوں..... انہیں گرفتار کر لیا جائے..... جب کہ آئی جی صاحب انہیں گرفتار نہیں کر رہے" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا اور دوسری طرف کی بات سننے لگا۔

پھر اس نے ریسیور آئی جی صاحب کو دے دیا۔

"یس سر" وہ بولے۔

پھر انہوں نے فون پر تمام تفصیل صدر کو سنا ڈالی..... آخر فون سرجاری کو تھما دیا۔

"ہاں سر..... فرمایئے" اس نے کہا۔

"میرا خیال ہے..... آپ درگزر کریں..... انسپکٹر جمشید کے ساتھ تعاون کریں..... یہ بہت اچھے آدمی ہیں"۔ آپ کو بلاوجہ ہرگز پریشان نہیں کریں گے..... اگر یہ تلاشی لینا چاہتے ہیں تو لے لینے دیں"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں..... میں ایسا کسی قیمت پر نہیں ہونے دوں گا"۔

"مہربانی فرما کر آپ غصے میں نہ آئیں..... انسپکٹر جمشید کوئی عام انسان نہیں ہیں..... انہوں نے اپنی قوم اور ملک کی خاطر ان گنت قربانیاں دی ہیں' اپنے دن رات ایک کئے ہیں..... ان کے بچوں نے اور ان کے دوستوں نے اپنے دن کو دن نہیں سمجھا اور رات کو رات نہیں سمجھا..... جن کی اتنی قربانیاں ہوں..... انہیں گرفتار کرنا اچھا نہیں لگتا..... وہ بھی اس صورت میں جب ان کا کوئی جرم بھی نہ ہو..... ان کے پاس اجازت نامہ ہے' اس اجازت نامے کی رو سے وہ ملک میں کسی بھی جگہ دخل اندازی کر سکتے ہیں اور کسی بھی جگہ کی تلاشی لے سکتے ہیں"۔

"آپ..... آپ کا مطلب؟ آپ ان کی گرفتاری کا حکم نہیں دیں گے"۔

”نہیں..... ہرگز نہیں مجھے افسوس ہے“۔

”ہو گا افسوس ..... لیکن افسوس سے کام نہیں چلے گا..... آپ کو ان کی گرفتاری کا حکم دینا ہو گا“۔

”نہیں..... یہ کام میں نہیں کر سکوں گا“۔

”اوکے..... بہت جلد اس کے اثرات آپ دیکھ لیں گے“۔

”کیا آپ مجھے..... یعنی ملک کے صدر کو دھمکی دے رہے ہیں“۔

”نہیں..... یہ دھمکی نہیں..... اطلاع ہے..... پر خلوص اطلاع“۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا۔

”اب آپ کیا چاہتے ہیں“ اس نے ان کی طرف دیکھا۔

”اگر آپ تعاون کرنا پسند کریں تو ہمیں کوٹھی کی تلاشی لینے دیں..... سوالات کرنے دیں..... ورنہ پھر ہم اپنے طریقے کے مطابق کام کریں گے“۔

”میں سمجھا نہیں..... آپ کیا کریں گے“۔

”ہم وقت سے پہلے نہیں بتایا کرتے“۔

”آپ کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا جا سکتا..... آپ اسی وقت یہاں سے نکل جائیں“۔

”اوکے..... آیئے سر چلیں..... یہ صاحب لاتوں کے بھوت ہیں..... باتوں کے نہیں“۔

”لیکن ہم جائیں کیوں..... جب یہاں آ چکے ہیں..... تو یہ تلاشی لی جائے گی..... پہلے تلاشی ہو گی..... پھر ہم یہاں سے واپس جائیں گے..... کیا سمجھے“۔

”تم لوگ اور میرے گھر کی تلاشی لو گے“ وہ ہنسا۔

”ہاں! اب تو لینا پڑے گی“ آئی جی بولے۔

”آپ بھی مکمل طور پر ان کا ساتھ دے رہے ہیں..... صدر بھی..... یہ چکر کیا ہے..... انسپکٹر جمشید نے کیا گھول کر پلا دیا ہے..... آپ لوگوں کو“ وہ جھلا اٹھا۔

”دین کی محبت..... اسلام کے اصول“ آئی جی بولے۔

”کیا مطلب..... یہ کیا بات ہوئی“۔

”میرا مطلب ہے..... انہوں نے ہمیں یہ چیزیں گھول کر پلا دی ہیں“۔

”اوکے“ ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے ایک بٹن دبا دیا۔

فوراً بے شمار لوگ اندر آ گئے۔ ان سب کے پاس کلاشن کوفیں تھیں۔

”ان لوگوں کو بند کر دو“۔

”یہ آپ اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہے“۔

”دیکھا جائے گا“ وہ غرایا۔

ان کے گرد گھیرا ڈال دیا گیا اور پھر ایک سمت میں لے جایا گیا..... وہ اس وقت کچھ بھی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے..... اپنے پیچھے انہوں نے سرجاری کا قہقہہ سنا..... وہ کہ رہا تھا۔

"آئے تھے تلاشی لینے"۔

جونہی انہیں ایک کمرے میں بند کیا گیا..... سرگوشی نما ایک آواز سنائی دی۔

* * * *

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

فروخت کا بھوت

"سنو! میں ایک طاقت ہوں..... انوکھی طاقت"۔

انہوں نے چونک کر چاروں طرف دیکھا..... کلاشن کوفوں والے یں کمرے میں دھکا دے کر دروازہ بند کر کے جاچکے تھے' دروازہ بند ونے پر یہ آواز انہیں سنائی دی۔

"آپ کون صاحب یا صاحبہ ہیں..... سامنے آکر بات کریں" فاروق نے چاروں طرف دیکھا۔

"میں وہ ہوں..... جس نے سرجاری کو اس مقام پر پہنچایا..... اور تم گوں کو یہاں بند کر دیا"۔

"ہماری آپ سے کیا دشمنی ہے..... پہلے تو ذرا یہ وضاحت و جائے"۔

"بہت پرانی..... ہزارہا سال پرانی"۔

"کیا فرمایا ..... ہزار ہا سال پرانی ..... کئی ہزار سال پہلے کی دشمنی؟" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"لیکن ہماری عمریں تو سو سال کی بھی نہیں ہوئیں" فاروق نے فوراً کہا۔

"تم ابھی بچے ہو..... اس دشمنی کو نہیں سمجھو گے..... بہر حال..... کیسی رہی"۔

"کس بارے میں پوچھ رہے ہیں"۔

"اس بارے میں..... آئے تھے ملاقات کرنے..... اور قید ہو کے رہ گئے..... کہو تو سفارش کروں سرجاری سے..... حکم دوں اسے کہ تم لوگوں کو رہا کر دے"۔

"ہم خود رہا ہو جائیں گے ..... آپ دبلے نہ ہوں ..... یہ بتائیں ..... آپ کون ہیں"۔

"ایک طاقت..... انوکھی طاقت"۔

"یہ تو آپ پہلے بتا چکے ہیں..... صرف اتنا بتانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا..... لہٰذا آپ اصل بات بتائیں ..... اپنا تعارف کرائیں ..... اور یہ بتائیں..... آپ چاہتے کیا ہیں"۔

"میں کیا چاہتا ہوں..... یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے"۔

"اچھا چلو نہیں پوچھتے..... انسپکٹر شاکر کو کس نے قتل کیا؟"۔

"میں نے" اس نے فوراً کہا۔

"کیا کہا..... تم نے"۔

"ہاں! میں نے..... اب کرو مجھے گرفتار..... چلاؤ مجھ پر مقدمہ..... مان جاؤں گا میں تمہیں"۔

"ہمارے دوستوں ..... خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو کیا ہو گیا ہے"۔

"انہیں بھی میں ہو گیا ہوں"۔

"یہ کیا بات ہوئی..... میں ہو گیا ہوں"۔

"ان پر بھی میں چھا گیا ہوں..... وہ بھی اب میرے بن چکے ہیں"۔

"ارے تو اپنا نام بتا دیں نا"۔

"طاقت" گونج دار انداز میں کہا گیا۔

"پھر وہی..... کیا بے تکی بات ہے"۔

"کچھ بھی کہہ لو..... یہ میں ہوں" جس نے شاکر کو قتل کیا..... خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے دماغوں پر قبضہ کیا..... سرجاری کو اپنا غلام بنایا..... یہ صرف اور صرف میں ہوں..... کیا سمجھے"۔

"اب ہم سے کیا چاہتے ہو"۔

"یہ کہ میرا سراغ لگاکر دکھاؤ...... تم بہت جاسوس بنے پھرتے ہونا...... آؤ مجھے گرفتار کر کے دکھاؤ...... میرے خلاف تحقیقات کر کے دکھاؤ...... مجھے پھانسی پر چڑھاکر دکھاؤ......مان جاؤں گا تمہیں"۔

"چلو منظور ہے...... یہاں سے نکل جانے دیں...... پھر ہم آپ کا سراغ لگاکر دکھائیں گے"۔

"دروازہ کھلا ہے...... جاسکتے ہیں...... میرے غلام سرجاری کی طرف آنکھ بھی اٹھاکر نہ دیکھنا"۔

"ورنہ پھر ایسی قید میں ڈالوں گا...... کہ نکل نہیں سکو گے"۔

"پہلے یہاں سے تو نکلنے دیں" فاروق جھلا اٹھا۔

"کوئی پابندی نہیں"۔

آواز بند ہوگئی...... انسپکٹر جمشید نے دروازے کو ہاتھ لگایا تو وہ واقعی کھل گیا، انہیں بہت حیرت ہوئی...... راستے میں نہ انہیں کلاشن کوف والے نظر آئے...... نہ کوئی اور...... وہ چل پڑے...... یہ اس کوٹھی کا کوئی اندرونی حصہ تھا...... چلتے چلتے وہ اس صحن میں آئے...... جس میں سنگ مرمر کا بت نصب تھا اور جہاں انسپکٹر شاکر کو خنجر لگا تھا...... وہ اس دروازے پر آئے تو وہ بھی کھل گیا...... باہر نکلے تو باغ میں تھے...... پھر استقبالیہ کمروں کے پاس سے گزرے...... یہاں وہ عملہ موجود تھا...... جنہوں نے انہیں اندر جانے سے

روکا تھا...... البتہ وہ کلاشن کوفوں والے نظر نہیں آئے...... جنہوں نے حوالات میں بند کیا تھا۔

"کیا ہم خواب دیکھ رہے ہیں ابا جان"۔

"نہیں...... ابھی خواب شروع نہیں ہوا" وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب...... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"میرا مطلب ہے...... خواب تو اب شروع ہوگا...... آؤ چلیں"۔

اور وہ کوٹھی کے بیرونی حصے سے باہر آگئے...... یہاں ان کی گاڑی اور آئی جی صاحب کی گاڑی اور عملے کی جیپ جوں کی توں موجود تھی...... سب چپ چپ سے تھے...... آئی جی صاحب تو بالکل گنگ ہوکر رہ گئے تھے...... اب پتا نہیں...... یہ اس آواز کا اثر تھا...... یا ان حالات کا جو انہیں پیش آئے تھے۔

"آپ اس قدر خاموش کیوں ہیں سر"۔

"یہ معاملہ سمجھ میں نہیں آیا"۔

"ہمیں ایک جھلک دکھائی گئی ہے سر اور بس"۔

"وہ کون ہے...... کیا چاہتا ہے...... کیا سرجاری خود ہے"۔

"اس بات کا بھی امکان ہے...... کہ وہ آواز خود سرجاری کی ہے...... لیکن انسپکٹر شاکر کا قاتل سرجاری براہ راست خود نہیں ہوسکتا...... کیونکہ

اس وقت وہ ہمارے آگے تھا' اس کا رخ بھی دوسری طرف تھا اور پھر وہاں سے خنجر ملا ہی نہیں"۔

"اس سے تم کیا نتیجہ نکالتے ہو"۔

"یہ کہ یہ کسی پراسرار قوت کا کام ہے" انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"پراسرار قوت" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! انسپکٹر شاکر کا قتل اس بات کا واضح ثبوت ہے..... وہاں قاتل نہیں تھا اور پھر بھی شاکر قتل ہو گیا"۔

"لیکن ابا جان..... ہم ایسی باتوں کو کب مانتے ہیں"۔

"اب آج..... یہ سب دیکھ کر ماننے پر مجبور ہو گیا ہوں..... ادھر خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی حالت دیکھ کر میں یہ جاننے پر مجبور ہو گیا ہوں"۔

"انہیں کیا ہوا جمشید" آئی جی بولے۔

"آئیے..... لگے ہاتھوں آپ ان سے بھی مل لیں..... خود دیکھ لیں"۔

اور پھر وہ خان رحمان کے ہاں پہنچے..... خان رحمان اپنی کوٹھی کے باہر باغ میں اداس بیٹھے تھے..... کپڑے بھی سلوٹوں والے تھے اور بال بکھرے ہوئے تھے..... ان کے قدموں کی آواز سن کر انہوں نے سر اٹھایا۔

"ہائیں جمشید بھائی..... تم..... آؤ آؤ..... یہاں گھاس پر بیٹھو..... کم بختوں نے مجھے میرے ہی گھر سے نکال دیا ہے"۔

"کن کی بات کر رہے ہیں"۔

"اپنی بیگم اور بچوں کی..... اور اس ظہور کے بچے کی..... اور سلمیٰ کی بچی کی..... ان سب نے مل کر مجھے باہر نکال دیا ہے"۔

"لیکن کیوں؟"۔

"کہتے ہیں..... میں پاگل ہو گیا ہوں"۔

"اوہ اچھا..... اور وہ گاہک کا کیا بنا"۔

"کاروبار بیچ دیا..... رقم کا چیک میں نے ان سب کو دے دیا..... اب میں یہاں بیٹھا داؤد بھائی کا انتظار کر رہا ہوں"۔

"کیوں..... ان کا انتظار کیوں"۔

"دونوں مل کر جنگل کا رخ کریں گے نا"۔

"تو وہ کہاں ہیں"۔

"تجربہ گاہ فروخت کرنے کے لیے گئے ہیں..... تجربہ گاہ کا صرف رہائشی حصہ نہیں بیچیں گے..... تاکہ وہاں شائستہ رہ سکے"۔

"اوہ..... اور شائستہ نے انہیں نہیں روکا..... آپ کے بچوں نے اور بیگم نے آپ کو نہیں روکا..... ظہور نے نہیں روکا..... سلمیٰ بیگم نے نہیں روکا" انسپکٹر جمشید جذباتی انداز میں کہتے چلے گئے۔

"روکا..... روکا..... سب نے روکا..... لیکن ہم نہیں رکے ..... کیا سمجھے جمشید بھائی..... آپ بس اس بارے میں بحث نہ کریں" انہوں نے تلملا کر کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے..... آؤ بھئی ذرا تجربہ گاہ کی طرف ہو آئیں..... شاید ابھی تجربہ گاہ نہ بکی ہو اور ہم انہیں روکنے میں کامیاب ہو جائیں" انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"نہیں کامیاب ہوں گے..... فروخت کر کے رہیں گے..... میری طرح ان کے سر پر بھی فروخت کا بھوت سوار ہے 'فروخت کر کے رہیں گے'"۔

"کوشش کرنا ہمارا فرض ہے"۔

انہوں نے اب تجربہ گاہ کی طرف دوڑ لگا دی..... وہاں پہنچے تو عجب منظر نظر آیا..... پروفیسر داؤد ایک اونچی جگہ کھڑے تھے اور بلند آواز میں کہہ رہے تھے۔

"ارے بھئی..... ذرا بڑھ چڑھ کر بولی لگاؤ نا..... ہاں تو بیس کروڑ ایک ..... بیس کروڑ دو"۔

"اکیس کروڑ" ان کے سامنے کھڑے لوگوں میں سے ایک کی آواز سنائی دی۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات"۔

"بائیس کروڑ" ایک اور آواز سنائی دی۔

"واہ..... اور بڑھو..... ایسا سودا بہت کم فروخت کیا جاتا ہے"۔

"پچیس کروڑ" ایک تیسری آواز سنائی دی۔

انہوں نے دیکھا..... نیلامی میں حصہ لینے والے ملک کے بہت بڑے دولت مند لوگ تھے..... اور وہ واقعی ایسے لوگ تھے کہ کھڑے گھاٹ بڑے بڑے سودے کر لیا کرتے تھے..... انہیں حیرت بھی ہوئی کہ یہ لوگ تجربہ گاہ کا کریں گے کیا..... وہ تو سائنس دانوں کے کام کی چیز تھی..... لیکن اب وہ کیا کر سکتے تھے..... اس نیلامی کو کس طرح رکوا سکتے تھے..... پھر بھی انہوں نے آخری کوشش کر ڈالی..... پکار کر بولے۔

"پروفیسر صاحب..... اس نیلامی کو روک دیں..... خدا کے لئے روک دیں"۔

لوگوں پر سناٹا طاری ہو گیا..... سب نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا.....

ادھر پروفیسر داؤد نے انہیں دیکھا اور نفرت زدہ انداز میں منہ پھلا لیا۔

"تم کون ہوتے ہو جمشید..... مجھے روکنے والے..... یہ میری چیز ہے ..... میں فروخت کر رہا ہوں"۔

"یہ ملک کی امانت ہے"۔

"نہیں..... ملک کے لوگوں نے اس پر پیسہ نہیں لگایا"۔

"حکومت نے تو لگایا تھا"۔

"میں حکومت کو اس کا لگایا ہوا سرمایہ واپس کر دوں گا..... تم فکر نہ کرو اور گھر جاکر آرام کرو..... میرے کام میں ٹانگ نہ اڑاؤ..... ہاں تو دوستو..... پچیس کروڑ ایک..... پچیس کروڑ دو"۔

"تیس کروڑ" ایک اور آواز ابھری۔

"آؤ بھئی چلیں..... اب یہ نہیں رکیں گے"۔

اور وہ وہاں سے لوٹ آئے..... ان کے دل دماغ بوجھل ہو رہے تھے ..... ایسی حالت میں وہ گھر پہنچے، دروازہ بند تھا..... محمود نے دستک دی..... فوراً قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر اندر سے کہا گیا۔

"باہر کون ہے"۔

یہ آواز انہیں اجنبی سی لگی..... اگرچہ تھی بیگم جمشید کی ہی۔

"یہ ہم ہیں بیگم..... دروازہ کھولو"۔

"اوہ..... یہ آپ لوگ ہیں..... اچھا ٹھیک ہے..... کھولتی ہوں"۔

یہ کہ کر وہ واپس جانے لگیں..... ان کی آواز واپس جانے کی سنائی دی تھی۔

"تم تو واپس جا رہی ہو بیگم"۔

"ہاں مجبوری ہے"۔

انہوں نے کہا اور وہ دھک سے رہ گئے۔

* * * *

کیا مطلب

"اس کا مطلب ہے..... اس نے تمہاری امی کا دماغ بھی الٹ دیا"۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے..... دیکھیں..... دروازہ کب کھلتا ہے اور یہ کیا کرنے گئی ہیں"۔

اسی وقت پھر قدموں کی آواز سنائی دی..... اور دروازہ کھل گیا..... انہوں نے دیکھا بیگم جمشید نے خود ایک سیاہ لباس میں بہت اچھی طرح چھپایا ہوا تھا..... اس طرح کہ ان کا ہاتھ تک انہیں نظر نہ آیا"۔

"یہ سب کیا ہے بیگم"۔

"پردہ..... اب تک میں بے پردگی کی زندگی گزارتی رہی ہوں نا..... میرا مطلب ہے..... میں آپ کے دوستوں کے سامنے بھی آجایا کرتی تھی..... اب نہیں آؤں گی..... کسی کے سامنے بھی نہیں آؤں گی"۔

"لیکن یہ تو ہم ہیں..... اور ہمارے ساتھ کوئی نہیں ہے"۔

"وہ تو میں نے دیکھ لیا ہے..... آ جائیں"۔

یہ کہ کر وہ پیچھے ہٹ گئیں..... وہ صحن میں آ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"آپ میں اچانک یہ تبدیلی کیسے آئی؟"۔

"طاقت کے ذریعے..... انوکھی طاقت کے ذریعے"۔

"اوہ..... اوہ" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں..... وہ بہت پیاری باتیں بتاتی ہے"۔

"اب تو اس چادر کو اتار دیں"۔

"نہیں..... کسی وقت بھی کوئی آ سکتا ہے"۔

"خان رحمان اور پروفیسر داؤد تو اب آئیں گے نہیں"۔

"جی..... کیا مطلب..... وہ کیوں نہیں آئیں گے"۔

"ان پر بھی محترمہ طاقت کا جادو چل گیا ہے"۔

"جی..... میں سمجھی نہیں"۔

"وہ اپنی تجربہ گاہ اور کاروبار فروخت کر کے اس دنیا سے الگ ہو رہے ہیں..... اب جنگل میں جا کر ڈیرہ جمائیں گے اور دن رات اللہ اللہ کریں گے"۔

"واہ..... اس سے اچھی کیا بات ہو سکتی ہے بھلا"۔

"نہیں بھئی..... یہ اچھی بات ہرگز نہیں ہے"۔

"تب پھر؟"۔

"اچھی بات یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے..... اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں، بیوی بچوں میں رہتے ہوئے اپنے اللہ کے احکامات پورے کرتا رہے..... پانچ وقت کی نماز ادا کرتا رہے..... یہ نہیں کہ ساری دنیا سے کٹ کر جنگل میں جا بیٹھے..... اور بس اللہ اللہ پکارا کرے..... نماز نہ پڑھے..... روزہ نہ رکھے..... حج نہ کرے..... زکوۃ نہ دے..... قربانی نہ کرے..... جہاد نہ کرے..... یہ اسلام نہیں ہے..... اس سے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے"۔

"یہ باتیں آپ اپنے دوستوں کو سمجھائیں..... مجھ سے اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی..... مجھ سے تو صرف اتنا کہا ہے کہ ہر ایک سے پردہ کروں..... یہاں تک کہ آپ سے بھی"۔

"یہ اس نے بالکل غلط کہا ہے..... اپنے شوہر سے پردہ نہیں کیا جاتا نہ اپنی اولاد سے"۔

"لیکن میں اس کا حکم ماننے پر مجبور ہوں..... ایک اور بات اس نے کہی ہے"۔

"اور وہ کیا"۔

"روزانہ نہ نہاؤں..... بلکہ ہفتے میں ایک بار بھی نہ نہاؤں..... اس کا مطلب ہے..... ایک ماہ میں صرف ایک بار نہاؤں..... ضروری تو یہ بھی نہیں ہے"۔

"کیا!!!" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"کیوں..... آپ کو کیا ہوا؟"۔

"خدا کے لیے بیگم ایسا نہ کرنا..... ویسے اس کا یہ حکم بہت عجیب ہے ..... یوں اس کے دوسرے حکم بھی عجیب ہی ہیں..... یہ زیادہ عجیب ہے..... اب تو مجھے حرکت میں آنا پڑے گا"۔

"جی کیا مطلب؟" محمود چونکا۔

"آؤ چلیں" وہ اچانک اٹھ کھڑے ہوئے۔

جونہی وہ گھر سے باہر نکلے..... بیگم جمشید نے دروازہ اندر سے بند کر لیا ..... وہ اپنی گاڑی میں سوار ہو کر بلا کی رفتار سے روانہ ہوئے۔

"آپ کچھ زیادہ پریشان ہو گئے ہیں"۔

"ہاں بھئی..... یہ بات بہت پریشانی کی ہے..... آخر اس نے نہانے سے کیوں منع کیا ہے"۔

"ارے ہاں..... کیا انکل خان رحمان اور پروفیسر انکل کو بھی اس نے یہ ہدایات دی ہوں گی"۔

"میرا خیال ہے..... ضرور دی ہو گی..... انہیں تو رہنا بھی جنگل میں ہے"۔

"پھر بھی آپ پوچھ لیں ذرا"۔

انہوں نے خان رحمان کے نمبر ملائے..... فوراً ان کی آواز سنائی دی۔

"خان رحمان..... یہ میں ہوں جمشید"۔

"اوہو بھائی..... بار بار پریشان نہ کرو..... جو فیصلہ ہو گیا..... ہو گیا" انہوں نے جھلا کر کہا۔

"میں نے ایک اور بات پوچھنے کے لیے فون کیا ہے"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"کیا اس انوکھی طاقت نے تمہیں نہانے سے بھی روکا ہے"۔

"ہائیں..... یہ بات تم سے کس نے کہہ دی جمشید بھائی"۔

"یار ایک تو تم مجھے جمشید بھائی کہنے لگے ہو..... کیا یہ بھی اس انوکھی طاقت نے کہا تھا" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"نہیں..... یہ بات تو اس نے نہیں کہی" وہ بولے۔

"خیر..... وہ نہانے کی کیا بات ہے"۔

"اس نے کہا ہے..... کم از کم ایک ماہ بعد نہایا جائے..... اول تو کوشش کی جائے..... چھ ماہ میں ایک بار اور اگر اس سے بھی زیادہ عرصہ گزار دیا جائے تو پھر تو اس راستے میں بہت کامیابی ہو گی"۔

"کون سے راستے میں" وہ بوکھلا اٹھے۔

"اسی راستے میں..... یعنی جنگل کی زندگی میں..... دنیا سے کٹ جانے کے سلسلے میں"۔

"اللہ تم پر رحم فرمائے ..... کیا تم بھول گئے ..... کہ صفائی نصف ایمان ہے"۔

"پتا نہیں جمشید ..... بھائی ..... کیا ہو گیا ہے ..... صرف انوکھی طاقت کی باتیں یاد رہتی ہیں اور ہر بات ذہن سے نکل جاتی ہے ..... اچھا اب میں اجازت چاہوں گا ..... میرا خیال ہے ..... پروفیسر داؤد خان چلے آرہے ہیں ..... اب میں ان کے ساتھ جنگل کو سدھاروں گا ..... وہاں جا کر پہلے ہم کٹیا بنائیں گے ..... گھاس پھوس کی کٹیا"۔

"کون سے جنگل میں جانے کا ارادہ ہے" انہوں نے سرسری انداز اختیار کیا ..... تاکہ خان رحمان چونک نہ اٹھیں۔

"مشرقی جنگل میں ..... نیلے ٹیلے کے پاس ہمارا ڈیرہ ہو گا ..... کبھی ملنے کے لیے آجایا کرنا یار"۔

"اچھا ٹھیک ہے ..... ہم ضرور آئیں گے ..... اس لیے کہ ہمیں آنا ہی ہو گا"۔

"تت ..... تم بہت اچھے دوست ہو ..... انشاءاللہ ہم تمہیں بھی جنگل کی زندگی گزارنے پر آمادہ کر لیں گے"۔

"نہیں بھئی ..... مجھے تو تم معاف ہی رکھنا" وہ ہنسے۔

"اچھا خیر ..... دیکھا جائے گا"۔

اور انہوں نے فون بند کر دیا۔

"معاملہ بہت گڑبڑ ہے" وہ فکرمندانہ انداز میں بڑبڑائے۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

اور پھر انہوں نے ایک سادہ سی عمارت کے سامنے کار روک لی۔

"اس قدر سادہ عمارت ..... کمال ہے"۔

"ہاں! یہاں رہنے والے بھی بہت سادہ لوگ ہیں ..... ابھی دیکھ ہی لو گے"۔

"لیکن آپ یہاں کیوں آئے ہیں"۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا"۔

یہ کہ کر انہوں نے دستک دی ..... دروازہ فوراً کھل گیا اور ایک سفید ڈاڑھی والا آدمی نظر آیا ..... اس نے انہیں سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"مولانا صدیق صاحب سے ملنا ہے ..... میرا نام انسپکٹر جمشید ہے"۔

"آجائیے ..... مولانا اس وقت اپنے کمرے میں ہیں"۔

وہ انہیں ایک کمرے میں لے آئے ..... انہوں نے دیکھا، کمرے کے فرش پر ایک چٹائی بچھی تھی ..... اس پر ایک سفید ڈاڑھی والے بزرگ بہت عاجزانہ انداز میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے ..... ان کے آگے ایک ٹرے میں دال اور روٹی رکھی تھی۔

"آئیے آئیے ..... بہت مدت بعد آپ کو دیکھا"۔

وہ انہیں دیکھتے ہی لقمہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے ..... اور گرم جوشی سے مصافحہ کرنے لگے..... ان کے ہاتھ انہیں حد درجے نرم لگے۔

"تشریف رکھئے ..... اور پہلے میرے ساتھ کھانا کھائیں ..... احمد ..... اندر سے دال اور روٹیاں اور لے آؤ"۔

"جی بہت بہتر" اس بزرگ نے کہا..... جو انہیں اندر لایا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں..... ابھی ہمارا کھانے کا وقت نہیں ہوا"۔

"آج تو آپ کو میرے ساتھ کھانا ہی ہو گا ..... چاہے چند لقمے کھائیں"۔

"اچھا جیسے آپ کی مرضی"۔

اب جو وہ کھانے میں شریک ہوئے تو انہیں وہ دال بہت مزے دار لگی ..... وہ کھاتے ہی چلے گئے۔

"حیرت ہے..... اس قدر مزے کی دال زندگی میں پہلی بار کھائی ہے ..... اگرچہ کھانے ہماری والدہ بھی بہت مزے دار بناتی ہیں"۔

"یہ سادہ سی دال ہے..... آپ کو اچھی لگ گئی ..... خوشی ہوئی" وہ مسکرائے۔

پھر کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے کہا:

"ہاں! اب بتائیں..... کیسے آنا ہوا؟"۔

"ایک مسئلہ ہے ..... پہلے میں اپنے بچوں کو آپ کے بارے میں تا دوں..... سنو بھئی ..... یہ مولانا محمد صدیق صاحب ہیں ..... عالم دین ہیں ..... جب بھی کوئی دینی مسئلہ پوچھنا ہوتا ہے..... میں ان کے پاس آجاتا ہوں ..... میں نے دینی تعلیم انہی سے حاصل کی بچپن میں ..... مطلب یہ کہ یہ برے استاد بھی ہیں"۔

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر"۔

"اور مجھے بھی..... اس لیے کہ پہلی بار دیکھ رہا ہوں آپ کو..... آپ کا ر ضرور ان سے سنتا رہا ہوں" انہوں نے بہت ہی میٹھے انداز میں کہا۔

"اب سنئے مسئلہ کیا ہے"۔

انہوں نے ساری تفصیل سنا دی..... کہانی کے دوران میں انہوں نے ف محسوس کر لیا کہ وہ حد درجے فکر مند ہو گئے ہیں..... انہوں نے خاص ور پر انہیں یہ بتایا کہ اس نامعلوم طاقت نے ان کے دوستوں اور بیگم کو نے سے منع کیا ہے..... اور ایک ماہ سے پہلے نہانے کی اجازت نہیں دی ..... یہ سن کر تو وہ چونک ہی پڑے۔

"یہ بہت خوفناک بات سنائی آپ نے..... کیا آپ مجھے ان تین میں سے ئے ملا سکتے ہیں"۔

"پروفیسر داؤد اور خان رحمان تو اس وقت تک جنگل کی طرف روانہ چکے ہوں گے..... میری بیگم البتہ گھر میں ہیں"۔

"نہیں..... ان سے ملاقات کر کے مسئلہ حل نہیں ہو گا..... اس لیے کہ انہیں تو پہلے ہی سختی سے پردہ کرنے کا حکم مل چکا ہے..... جتنا کہ عورتیں مردوں سے کرتی ہیں..... بلکہ میں ان سے زیادہ کرتا ہوں..... مطلب یہ کہ آپ کو مجھے خان رحمان اور پروفیسر داؤد تک لے کر جانا ہو گا..... میں ان سے چند باتیں کرنے کے بعد ہی کچھ بتا سکوں گا"۔

"آپ کس وقت چل سکتے ہیں"۔

"اگر آپ اسی وقت چلنا پسند کریں تو میں حاضر ہوں"۔

"دیکھ لیں..... آپ کے کام میں کوئی حرج واقع نہ ہو"۔

"نہیں..... فکر نہ کریں..... میں اس وقت فارغ ہوں"۔

"چلئے پھر اسی وقت چلتے ہیں"۔

اور وہ مشرقی جنگل کی طرف روانہ ہو گئے..... نیلا ٹیلا ان کا دیکھا بھ تھا' لہٰذا انہیں وہاں پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہوئی..... انہوں نے دیکھا.. خان رحمان اور پروفیسر داؤد وہاں پہنچ چکے تھے..... اور درختوں کی شاخ توڑ رہے تھے..... تاکہ ان شاخوں سے کٹیا بنا سکیں..... ان کی گاڑی آتے د کر وہ رک گئے اور حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگے..... پھر ج انہیں کار سے اترتے دیکھا تو چونک اٹھے۔

"اوہ..... یہ آپ ہیں..... حیرت ہے جمشید بھائی..... آپ اس ق جلد یہاں آ گئے"۔

"بس کیا بتاؤں..... تمہاری محبت کھینچ لائی"۔

"یہ بابا کون ہیں تمہارے ساتھ"۔

"یہ..... یہ میرے بچپن کے استاد ہیں..... میں نے ان سے قرآن اور حدیث سنی ہیں"۔

"اوہ اچھا..... یہ یہاں کیوں آئے تمہارے ساتھ" خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"مجھے ان کی موجودگی سے الجھن ہو رہی ہے جمشید یار..... انہیں واپس بھیج دو"۔

"تب پھر ہم بھی ان کے ساتھ واپس جائیں گے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جیسے تمہاری مرضی" خان رحمان نے فوراً کہا۔

"گویا اگر ہم بھی ان کے ساتھ گئے تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا"۔

"بالکل نہیں..... ہم تو آئے ہی یہاں اکیلے رہنے کے لیے ہیں"۔

"کیا آپ ہمیں ایک دو باتوں کے جواب دیں گے"۔

"نن نہیں..... ہم آپ کی کسی بات کا جواب نہیں دیں گے"۔

"بری بات ہے خان رحمان..... یہ میرے استاد ہیں" انسپکٹر جمشید کی آواز میں تیزی آ گئی..... لیکن اس وقت مولانا صدیق نے ان کا ہاتھ پکڑ کر دبا

دیا..... جس کا مطلب یہ تھا کہ غصے میں نہ آئیں..... اس سے کام سنورے گا نہیں اور بگڑے گا..... انہوں نے فوراً خود پر قابو پالیا۔

"ہوں گے استاد تمہارے ..... میرے تو نہیں ہیں نا" وہ جھلا کر بولے۔

"کوئی بات نہیں جمشید صاحب..... آپ انہیں پریشان نہ کریں..... یہ میری باتوں کے جوابات نہیں دینا چاہتے..... نہ سہی..... آؤ چلیں"۔

"اچھا خان رحمان اور پروفیسر صاحب..... ہم جا رہے ہیں"۔

"لیکن کیوں ابا جان" ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"کیا کہنا چاہتی ہو فرزانہ"۔

"آخر یہ ہمارے انکل ہیں اور اس وقت کافی مشکل میں ہیں..... کیا ہم ان کی مدد نہیں کر سکتے" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب..... فرزانہ..... تم کیا کہنا چاہتی ہو"۔

"کٹیا بنانے میں ہم ان کے کام آسکتے ہیں"۔

"اوہ ہاں واقعی..... کیوں خان رحمان اور پروفیسر داؤد صاحبان..... ہم آپ کی مدد کریں"۔

"کیا خیال ہے پروفیسر داؤد خان" خان رحمان نے ان کی طرف دیکھا۔

"کوئی حرج نہیں..... ان کی مدد لینے میں"۔

"تو پھر ٹھیک ہے..... کریں بھئی مدد"۔

"تب پھر میں بھی اس کام میں ہاتھ بٹاؤں گا" مولانا محمد صدیق بولے۔

"ضرور..... کیوں نہیں..... لیکن استاد محترم آپ بہت بوڑھے ہیں..... آپ ایک طرف بیٹھ جائیں..... ہم ان کا ہاتھ بٹائیں گے"۔

"نہیں..... میں آپ کی مدد کروں گا"۔

وہ ان کے ساتھ اس کام میں مشغول ہو گئے..... ایسے میں مولانا محمد صدیق نے کئی بار پروفیسر داؤد یا خان رحمان کے نزدیک ہونے کی کوشش کی..... لیکن جب وہ نزدیک ہونے لگے..... وہ فوراً دور ہٹ گئے..... ان کے نزدیک ہونے سے وہ گھبرا سے جاتے..... آخر کئی گھنٹے کی محنت کے بعد کٹیا بن گئی اور انہوں نے ان دونوں سے اجازت چاہی۔

"آپ لوگوں نے ہماری بہت مدد کی..... ہم آپ کو یاد رکھیں گے"۔

"شکریہ بہت بہت..... آؤ بھئی اب چلیں"۔

وہ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے..... کافی فاصلے پر آنے کے بعد انہوں نے پوچھا۔

"کیا خیال ہے آپ کا ان کے بارے میں"۔

"وہی جو آپ کا"..... مولانا مسکرائے۔

"کیا مطلب مولانا انکل..... ابا جان نے تو اپنا کوئی خیال آپ کو بتایا ہی نہیں"۔

"انہوں نے بتایا نہیں..... لیکن ان کے آنے اور کہانی سنانے کی فوراً بعد میں جان گیا تھا کہ یہ میرے پاس کیوں آئے ہیں"۔

"لیکن ہم نہیں جانتے..... اباجان آپ کے پاس کیوں آئے ہیں"۔

"انہیں بتادیں جمشید..... کوئی حرج نہیں"۔

"کہیں یہ ڈر نہ جائیں"۔

"نہیں..... انہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں"۔

"اچھی بات ہے..... سنو بھئی..... میرا خیال ہے..... یہ سارا چکر ایک شیطانی وجود کا چلایا ہوا ہے" انہوں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ چلائے۔

* * * *

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

ہالہ

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے..... پھر محمود نے کہا۔

"ہم سمجھے نہیں..... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں..... کہ یہ کام کسی شیطان صفت انسان کا ہے"۔

"نہیں" وہ بولے۔

"تب پھر کیا یہ کسی جن اور بھوت کا کام ہے"۔

"نہیں..... میں نے یہ نہیں کہا"۔

"آپ نے تو بس یہ کہا ہے کہ یہ کام کسی شیطانی وجود کا ہے..... سوال یہ ہے کہ وہ شیطانی وجود کون ہے"۔

"مجھے نہیں معلوم..... لیکن اس معاملے میں براہ راست شیطان شریک ہے"۔

"نن..... نہیں..... نہیں" وہ چلائے۔

ان کی چیخ بہت تیز تھی۔

"یہی بات ہے میرے بچو..... نہانے دھونے، صاف ستھرا رہنے اور پاکیزہ رہنے سے شیطان نفرت کرتا ہے..... جتنا کوئی گندگی میں رہے گا..... صفائی سے دور رہے گا..... گندی جگہ میں رہے گا..... نہ باہر کی صفائی کرے گا، نہ اندر کی..... اتنا ہی وہ آدمی شیطان کو پسند آئے گا، ایسے لوگوں پر اس کا وار آسانی سے چل جاتا ہے"۔

"تب تو پھر یہاں میں اعتراض کر سکتا ہوں" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"اعتراض..... کیا مطلب؟" مولانا چونکے۔

"ہمارے انکل خان رحمان، پروفیسر داؤد اور ہماری والدہ..... یہ تو حد سے زیادہ صفائی پسند ہیں..... پھر ان پر اس کا وار کس طرح چل گیا۔

مولانا چکرا کر رہ گئے..... کئی سیکنڈ تک وہ اس کی بات کا جواب نہ دے سکے، پھر بولے۔

"تب یہ شیطان کا انسانی روپ ہے..... کسی انسان میں شیطان کا کوئی چیلا آ گیا ہے..... وہ چیلا شیطانی کاموں کا ماہر تو ہے ہی..... دنیاوی علوم کا بھی ماہر ہے..... خاص طور پر ایسے دنیاوی علوم..... جن سے شیطان خوش ہوتا ہے..... اور ان دنیاوی علوم کے ذریعے ان پر قابو پایا گیا ہے لیکن انہیں اپنے بالکل مطلب کا بنانے کے لئے یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ ہرگز نہایا نہ جائے..... اسی لئے انہیں یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ صفائی پسند بہت ہیں

اور کسی وقت بھی ان کے صفائی پسند ہونے کی وجہ سے وہ شیطانی اثر سے نکل سکتے ہیں"۔

"ہوں..... یہ بات ہمارے دلوں کو لگتی ہے" فاروق نے سر ہلایا۔

"لیکن اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ لوگ اس بار خوفناک چکر میں آ گئے ہیں"۔

"جی ہاں! ہم بھی یہی محسوس کر رہے ہیں..... اب تک آپ کی باتوں سے ہم یہ سمجھے ہیں کہ کسی دنیاوی علوم کے ماہر ترین شخص کا شیطان سے رابطہ ہے اور وہ شیطان کی ہدایات پر عمل کر رہا ہے"۔

"بالکل ایسا ہی لگتا ہے" مولانا صدیق بولے۔

"اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ براہ راست کسی کو اپنی آواز سناتا ہے..... یا آلات کے ذریعے"۔

"شیطانی علوم کے ماہر براہ راست بھی آواز سنا سکتا ہے..... یعنی آلات کے بغیر"۔

"ارے باپ رے..... یہ بہت خطرناک بات ہے"۔

"ہاں! اسی لیے میں نے کہا ہے کہ اس بار آپ بہت زیادہ خوفناک چکر میں آ گئے ہیں"۔

"اب ایک اور سوال ..... اس نے یہ کوشش ہم پر کیوں نہیں کی..... جب کہ ہماری والدہ اور ہمارے قریب ترین دوستوں کو لپیٹ میں لے لیا ہے"۔

"میرا خیال ہے' اس نے جان بوجھ کر آپ لوگوں کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیا..... وہ دیکھنا اور جاننا چاہتا ہے کہ آپ لوگ اس سے کس طرح ٹکرائیں گے..... کیا کریں گے"۔

"ہوں..... یہ بات بھی دل کو لگتی ہے" فرزانہ نے فوراً سر ہلایا۔

"اب میں ایک اور سوال پوچھنا چاہتا ہوں..... اس کیس کے دوران جب کہ ابا جان نے بتایا..... ایک پولیس انسپکٹر کا قتل بھی ہوا ہے..... کیا وہ شیطان براہ راست خنجر کا وار اس طرح کر سکتا ہے کہ کسی کو نظر نہ آئے"۔

"نہیں ..... شیطان کسی کی جان نہیں لے سکتا..... زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے..... شیطان صرف ورغلا سکتا ہے"۔

"بہت خوب..... تب یہ کیس ہماری زندگی کا مشکل ترین کیس بن گیا' اس لیے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اسے خنجر مار کر ہلاک کیا گیا..... لیکن ہم نے خنجر مارنے والے کو دیکھا تک نہیں..... اور نہ وہاں سے خنجر ملا"۔

"یہ..... یہ عجیب ترین بات ہے" مولانا چکرا کر رہ گئے۔

"گویا آپ اس کی مزید کوئی وضاحت نہیں کر سکتے"۔

"نہیں..... میں تو یہی جانتا ہوں..... شیطان کسی کی جان نہیں لے سکتا ..... لیکن جب کہ میں نے کہا..... وہ کوئی ایسا انسان ہے..... جس میں شیطان پوری طرح حلول کر گیا ہے..... اور وہ شیطانی طاقت کے ساتھ دنیاوی علوم کا بھی ماہر ہے..... اب اس نے نہ جانے کیا طریقہ اختیار کیا کہ نہ خنجر نظر آیا ..... نہ خنجر مارنے والا"۔

"میرا بھی یہی اندازہ تھا..... خیر کوئی بات نہیں' ہم اس قتل کا سراغ بھی انشاء اللہ لگائیں گے"۔

اور پھر وہ وہاں سے اٹھ آئے۔

"اب کیا خیال ہے ابا جان ..... ہم اس کیس کی تفتیش کس طرح کریں"۔

"اپنے گھر سے..... کیونکہ اس کی آواز ہمارے گھر میں بھی سنی گئی ہے"۔

"اوہ ہاں" وہ چونک اٹھے۔

وہ گھر کے دروازے پر پہنچے..... دستک دی تو اندر سے آواز آئی۔

"ذرا دیر تک انتظار کرنا ہوگا..... میں اس وقت اپنے پیر سے بات کر رہی ہوں"۔

"جی امی جان..... کیا فرمایا..... پیر سے یا طاقت سے"۔

"ایک ہی بات ہے..... اب اس نے خود کو پیر کہنا شروع کر دیا ہے..... اچھا بس میں آ رہی ہوں..... کیونکہ پیر تمہاری آمد کی وجہ سے یہ کہ کر خاموش ہو گئے ہیں..... گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے..... جائیے..... ان کے لیے دروازہ کھولئے" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

اوہ..... اب طاقت نے پیر کا روپ دھار لیا" انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

اسی وقت دروازہ کھلا..... بیگم جمشید اسی طرح سیاہ چادر میں لپٹی نظر آئیں"۔

"ہم سے تو تمہارا پردہ نہیں ہونا چاہئے..... کیا پیر صاحب نے ہم سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا ہے"۔

"نن نہیں..... لیکن بس..... اب میں دنیا سے الگ ہو گئی ہوں..... مجھے اب چاروں سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی"۔

"اور ابھی جو پیر صاحب نے کہا ہے..... جاؤ گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے"۔

"یہ حق بس اتنا ہے..... میں گھر کے کام کاج کر دیا کروں، آپ کی ضروریات پوری کر دیا کروں"۔

"اچھا خیر..... کھانا بھی تیار ہے یا نہیں"۔

"مم..... مجھے افسوس ہے..... آج میں کھانا تیار نہیں کر سکی..... لیکن آپ بیٹھیں..... ابھی کر دیتی ہوں"۔

"ہائیں بیگم..... اب تم ہم سے آپ کہ کر بات کیا کرو گی"۔

"ہاں..... بالکل" انہوں نے کہا اور باورچی خانے کی طرف چلی گئیں۔

"آؤ..... اس دوران ہم ذرا ان کے کمرے کا جائزہ لے لیں" انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی۔

وہ ان کے کمرے میں داخل ہوئے..... ایک ایک چیز کا جائزہ لیا گیا..... پروفیسر داؤد کے دیئے ہوئے چند آلات کی مدد سے بھی کمرے کو دیکھا بھالا گیا، لیکن کوئی اشارہ نہ ملا..... اس وقت بیگم جمشید کی آواز گونجی۔

"کھانا لگا دیا گیا ہے"۔

آواز باورچی خانے سے آئی تھی..... وہ صحن میں آئے تو میز پر کھانا لگا ہوا تھا..... انہوں نے کھانا شروع کیا اور پھر چونک اٹھے۔

"یہ..... یہ کیا..... آج تو کھانے کا ذائقہ بالکل انجانا سا ہے..... یہ ذائقہ ان کے ہاتھ کا تو نہیں" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"بالکل یہی بات میں نے محسوس کی ہے..... کھانا بالکل اچھا نہیں ہے" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"یہ بات حیرت انگیز ہے..... بہت حیرت انگیز" فاروق بولا۔

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ یہ اب بالکل بدل گئی ہیں..... یہاں تک کہ ان کے ہاتھ کا ذائقہ بھی بدل گیا ہے..... خیر صبر شکر سے کھالو" انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ پھر سرجاری کی کوٹھی پہنچے..... اندر پیغام بھجوایا گیا..... اب چونکہ بیرونی ملازمین کو ان کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی تھیں..... اس لیے انہوں نے پیغام اندر بھجوانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی تھی..... جلد ہی ملازم واپس آگیا۔

"یہ وقت ان کی عبادت کا ہے..... اس وقت وہ نہیں مل سکتے"۔

"ہمیں ان سے ملنے کی ضرورت نہیں..... ہم صرف ان کے کمرے چیک کرنا چاہتے ہیں"۔

"وہ اس وقت اپنے کمرے میں ہی ہیں جناب"۔

"یہ اور اچھی بات ہے"۔

"لیکن ہمیں اجازت نہیں دی گئی کہ آپ کو اندر جانے دیں"۔

"وہ ہمیں پہلے بھی نہیں دی گئی تھی، لیکن ہم اندر چلے گئے تھے اور آئی جی صاحب کو بھی بلالیا گیا تھا..... لیکن سرجاری ہمیں گرفتار نہیں کرا تھے..... یہاں تک کہ صدر صاحب نے بھی اس بارے میں ان کا ساتھ نہیں دیا تھا"۔

"یہ سب باتیں ہمیں معلوم ہیں"۔

"تب پھر ہم اندر جارہے ہیں..... آپ روک سکتے ہیں تو روک لیں"۔

"ہم نہیں روکیں گے..... لیکن آپ اندر نہیں جاسکیں گے..... اس وقت اندر کوئی نہیں جاسکتا"۔

"کوئی بات نہیں"۔

"جائیے پھر..... تجربہ کرلیں..... لیکن پھر ہمیں نہ کہئے گا..... کہ ہم نے آپ لوگوں کو خبردار نہیں کیا تھا"۔

"کیا مطلب..... آپ ہمیں کیا بتانا چاہتے ہیں"۔

"اس وقت ان کے کمرے کے گرد ایک حفاظتی ہالہ موجود ہے..... جب تک وہ عبادت کرتے رہتے ہیں..... وہ ہالہ موجود رہتا ہے..... اور کوئی اس ہالے میں داخل نہیں ہوسکتا..... یہ بات انہوں نے ہم پر واضح کردی تھی۔

"کیا وہ ہالہ نظر آتا ہے"۔

"جی نہیں..... لیکن ان کا کہنا ہے..... انہیں نظر آتا ہے"۔

"کیا آپ میں سے کسی نے اس ہالے میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی؟"۔

"جی نہیں..... ہم میں اتنی جرات کہاں"۔

"تب پھر ہم جا رہے ہیں ..... یہ ہالہ والا صرف ایک کہانی ہے" انسپکٹر
جمشید نے منہ بنایا۔

"جیسے آپ کی مرضی" وہ بولے۔

اور وہ اندر داخل ہو گئے ..... اندرونی حصے میں انہیں کوئی بھی نظر نہ
آیا ..... شاید باقی گھر والے بھی اسی کمرے میں عبادت کر رہے تھے ..... نہ کوئی
اندرونی ملازم نظر آیا ..... راستا انہیں معلوم تھا' لہٰذا وہ چلتے رہے ..... یہاں
تک کہ اس کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گئے جس میں انہوں نے
سرجاری سے ملاقات کی تھی"۔

"اف مالک ..... مجھے وہ سین یاد آ گیا ..... جب ہم نے انسپکٹر شاکر کی
دل دوز چیخ سنی تھی"۔

"ہاں! اللہ اپنا رحم فرمائے ..... اس کے گھر والوں کا برا حال ہوگا .....
ہمیں وہاں جانا چاہئے تھا ابا جان ..... سنا ہے ..... انسپکٹر شاکر بہت ایماندار تھے
اور رشوت بالکل نہیں لیتے تھے ..... ان حالات میں تو ان کے گھر میں شاید
کفن دفن کے لیے بھی اخراجات نہ ہوں"۔

"ایسی بات نہیں ہو سکتی ..... اس لیے کہ جو لوگ رشوت نہیں لیتے
..... وہ اپنی تنخواہ میں ہی صبر شکر کے ساتھ آسانی سے گزارا کر لیتے ہیں اور
کچھ بچا بھی لیتے ہیں ..... جب کہ رشوت لینے والے پھر بھی روتے رہتے ہیں
..... ان کی زبانوں پر ہر وقت مہنگائی کا رونا ہوتا ہے"۔

"پھر بھی ہم تعزیت کے لیے تو جا سکتے ہیں"۔

"ہاں! وہ ہمارا فرض بنتا ہے"۔

"کیا اب میں آگے بڑھ کر دروازے پر چلا جاؤں" محمود نے ایک قدم
آگے بڑھایا۔

"ایک منٹ ..... خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے اپنا ایک جوتا اتارا اور اس طرح اسے دروازے
کی طرف اچھالا کہ اگر وہ واپس پلٹے ..... تو وہ اس کی زد سے محفوظ رہیں .....
جوں ہی دروازے کے نزدیک پہنچا ..... بلا کی رفتار سے واپس پلٹا اور
سامنے دیوار سے ٹکرایا ..... اس کے ٹکرانے سے باقاعدہ آواز پیدا ہوئی۔

"ٹھک"۔

"خدا کا شکر ہے ابا جان ..... آپ نے "جوتا پہنا ہوا نہیں تھا" فاروق
نے فوراً کہا۔

انسپکٹر جمشید مسکرا دیئے۔

"ہالے والی بات تو ہے درست ..... گویا جب تک وہ عبادت کر رہا ہے
تب ہم اس کمرے میں نہیں جا سکتے"۔

"جی ہاں! لیکن ہم دیکھنا چاہتے ہیں ..... وہ عبادت کس طرح کر رہا
ہے"۔

"بھلا ہم کس طرح دیکھ سکتے ہیں"۔

"اگر یہ شخص شیطان کا پیرو کار ہے تو عبادت بھی کسی اور طرح کی کر رہا ہو گا"۔

"اس میں کوئی شک نہیں، لیکن ہم دیکھ کیسے سکتے ہیں..... کمرے کا دروازہ بند ہے اور اس ہالے کا مطلب ہی یہ ہے کہ کوئی اندر داخل نہ ہو سکے..... نہ جھانک سکے"۔

"اس کے باوجود ہم یہ دیکھ کر رہیں گے کہ وہ عبادت کس طرح کر رہا ہے" فرزانہ بڑبڑائی۔

"لیکن کیسے؟" فاروق نے اسے گھورا۔

"عقل کے ذریعے"۔

"تو ٹھیک ہے..... تم دیکھ کر دکھاؤ" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ کیا کہا..... دیکھ کر دکھاؤ" محمود ہنسا۔

"ہاں! یہی کہا ہے..... اور میں اس موقعے پر کیا کہہ سکتا ہوں..... تم کہہ کر دکھادو" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی..... ارے بھئی کیا آپس میں لڑنے کا یہی موقع محل رہ گیا ہے" انسپکٹر جمشید بھنا اٹھے۔

"اوہ سوری اباجان"۔

"بتاؤ فرزانہ ہم کس طرح اسے عبادت کرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں جب کہ کمرے کے چاروں طرف ہالہ موجود ہے"۔

"آپ مجھے سوچنے کی مہلت نہیں دیں گے کیا؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اوہ..... تمہیں سوچنے کے لیے بھی مہلت چاہیے..... میں نے خیال کیا تھا کہ تم کوئی ترکیب سوچ چکی ہو"۔

"جی نہیں..... ابھی تو میں نے صرف یہ سوچا ہے کہ ایسی کوئی ترکیب سوچی تو جا سکتی ہے" فرزانہ مسکرائی۔

"حد ہو گئی" محمود نے پاؤں پٹخے۔

"صبر کرو بھئی..... اچھا فرزانہ دی تمہیں مہلت" انسپکٹر جمشید مسکرا دیئے۔

اور وہ سوچ میں گم ہو گئی..... محمود اور فاروق برے برے منہ بنانے لگے جب کہ انسپکٹر جمشید مسکرانے لگے..... ان دونوں کو فرزانہ کی یہ عادت بہت ناپسند تھی..... اچانک وہ زور سے اچھلی..... اس کی آنکھوں میں چمک لہرائی۔

"وہ مارا" اس نے تیز آواز میں کہا۔

"یقین سے نہیں کہا جا سکتا" محمود نے بھنا کر کہا۔

"اچھا نہیں کہا جا سکتا ہو گا..... ہاں" فرزانہ بھنائی۔

"ترکیب بتاؤ فرزانہ" انسپکٹر جمشید بے چینی کے عالم میں بولے۔

"جی ہاں! کیوں نہیں..... سنیں ترکیب"۔

اس کی آواز نیچی ہو گئی..... تینوں بہت زور سے اچھلے۔

ترکیبوں کا دن

فرزانہ کی ترکیب سننے کے بعد انہوں نے دبی آواز میں کہا۔

"جاؤ محمود ..... کوئی چھری یا وائپر وغیرہ اٹھالاؤ..... ملازم سے کہ دینا ..... وہ دے دے گا"۔

"جی اچھا" اس نے کہا اور چلا گیا..... واپس لوٹا تو اس کے ہاتھ میں وائپر تھا۔

"ملازم بہت حیران تھا کہ ہم وائپر کا کیا کریں گے" اس نے مسکرا کر کہا۔

وہ بھی مسکرا دیئے..... پھر انسپکٹر جمشید نے جوتا فرش پر رکھ دیا اور اس کو وائپر کے ذریعے سرکانا شروع کیا..... جوتا آہستہ آہستہ کمرے کے دروازے کی طرف جانے لگا..... فرزانہ کی ترکیب دراصل یہ تھی کہ پھینکی ہوئی چیز تو اچھٹ کر آتی ہے..... کیا بالکل آہستہ اور فرش پر لگ کر آگے جانے سے بھی واپس اس طرح اچھالی جائے گی یا نہیں..... اسی لیے اب وہ جوتے کو

بالکل آہستہ انداز میں سرکا رہے تھے..... آہستہ آہستہ جوتا دروازے سے جالگا..... نہ جوتا پلٹا نہ وائپر کو کوئی جھٹکا لگا۔

"یہ بات تو خیر طے ہو گئی کہ اس طرح فرش پر رینگ کے جانے سے یہ ہالہ ہمیں واپس نہیں پھینکے گا..... گویا ہم دروازے تک تو جا سکتے ہیں..... لیکن اب دوسری بات..... اندر کیسے جھانکیں گے"۔

"یہ تو اور بھی آسان ہے..... محمود کا چاقو کس دن کام آئے گا"۔

"ہوں ..... ایک بات اور ..... جوتا تو بالکل فرش پر ہے..... شاید اس لیے ہالے کی زد میں نہیں آیا..... ہمیں تو تھوڑا بہت اوپر اٹھنا پڑے گا..... کیا اس طرح ہم ہالے کی زد میں نہیں آجائیں گے" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"اس کا بھی پہلے تجربہ کر لیا جائے" فرزانہ مسکرائی۔

"اور وہ کیسے؟" فاروق نے منہ بنایا۔

"وائپر کے ذریعے فرش پر رکھے جوتے کو کسی قدر اوپر اٹھا کر دیکھ لیتے ہیں"۔

"او ہاں ..... آج تو فرزانہ تم ترکیبوں پر ترکیبیں بتا رہی ہو..... کہیں آج تمہارے لیے یہ ترکیبوں کا دن تو نہیں ہے"۔

"ہو سکتا ہے ابا جان" وہ مسکرا کر بولی۔

اور پھر فرزانہ فرش پر لیٹ کر آگے بڑھنے لگی ..... انسپکٹر جمشید اس انداز سے اس کے راستے میں کھڑے ہو گئے کہ اگر ہالہ اسے اچھال پھینکے تو وہ اسے دبوچ تو لیں۔

"دروازے کے نزدیک پہنچ کر فرزانہ نے وائپر کی مدد سے جوتا اوپر کیا..... ایسا کرتے ہی وائپر اور جوتا اچھل کر سامنے دیوار کی طرف گیا..... انسپکٹر جمشید پہلے ہی ہٹ چکے تھے ..... لہٰذا وہ بہت زور سے دیوار سے ٹکرائے۔

"خدا کا شکر ..... فرزانہ ..... تم بال بال بچیں" فاروق بولا۔

"اصل کام اب شروع ہوا ہے..... یعنی چاقو سے سوراخ کرنا..... اور اس کے ساتھ ہمیں خاموش رہنا ہے..... چاقو کو بھی بالکل فرش کے قریب رکھنا ہو گا..... اگر یہ ذرا بھی اوپر ہوا تو ہاتھ سے نکل کر ہماری طرف آئے گا اور اس صورت میں یہ جسم کے آر پار ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر آپ ایک طرف ہو جائیں ..... تاکہ چاقو کی زد سے محفوظ رہیں"۔

"لیکن اس صورت میں ہم تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکیں گے"۔

"میری پروا نہ کریں..... میں ان شاء اللہ اگر اچھل کر دیوار کی طرف گئی تو ہاتھوں کی مدد سے خود کو ٹکرانے سے بچا لوں گی"۔

"اوکے ..... لیکن پھر بھی فرزانہ بہت احتیاط کی ضرورت ہے..... تم سوراخ بالکل نیچے کرو ..... بس اس قدر اوپر ہو..... جتنا اس جوتے کی اونچائی ہے..... اور ہم آنکھ سے اندر دیکھ سکیں"۔

"آپ فکر نہ کریں"۔

اب اس نے چاقو کھولا اور اس کی نوک سے دروازے میں سوراخ کرنے لگی..... سوراخ تیزی سے ہونے لگا..... اس لیے کہ وہ چاقو کوئی عام چاقو تو تھا نہیں..... وہ تو لوہے کو تراش دیتا تھا..... ساتھ ہی وہ چاقو کو گھما بھی رہی تھی..... تاکہ سوراخ گول بنے..... لکڑی کا برادہ باہر آ رہا..... سوراخ گہرا ہوتا رہا..... یہاں تک کہ فرزانہ نے محسوس کیا..... چاقو دوسری طرف نکل گیا ہے۔

اس نے چاقو نکال لیا..... اور آنکھ سوراخ سے لگا دی..... صرف اندر کا منظر دیکھنے کے لیے انہیں اس قدر محنت کرنا پڑی تھی..... خطرہ مول لینا پڑا تھا..... جونہی اسے اندر کا منظر نظر آیا..... وہ دھک سے رہ گئی..... وہ فوراً واپس رینگ آئی اور اب انسپکٹر جمشید آگے بڑھے..... اس طرح باری باری انہوں نے اندر کا منظر دیکھا۔

اندر سرجاری، اس کی بیوی اور بچے بالکل ہندوؤں کے انداز میں آنکھیں بند کیے کھڑے تھے..... ان کی آنکھیں بند تھیں اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑا رہے تھے..... ان کے رخ بھی قبلے کی طرف نہیں تھے.....

"بلکہ سوراخ کی طرف تھے..... عین اس وقت سورج جس سمت میں تھا..... ان کے منہ اس طرف تھے یوں وہ وقت سورج غروب ہونے کا تھا۔

وہ باہر نکل آئے..... اور ملازمین کے پاس پہنچ گئے۔

"کیا صبح کے وقت بھی اپنے کمرے میں عبادت کرتے ہیں"۔

"ہاں جناب ..... جب سورج نکلنے لگتا ہے ..... اس وقت کرتے ہیں ..... اور اس کے 20 منٹ تک کرتے ہیں"۔

"اوہ اچھا..... اس وقت ان کی عبادت کتنی دیر تک رہے گی"۔

"سورج غروب ہونے کے ایک دو منٹ بعد تک ..... پھر وہ کمروں کا دروازہ کھول دیں گے اور وہ ہالہ خود بخود ختم ہو جائے گا..... ہالہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ کوئی کمرے کے نزدیک نہ جانے پائے"۔

"ہوں ..... اچھا..... عبادت کا وقت ختم ہونے تک ہم یہاں انتظار کر لیتے ہیں"۔

"ضرور جناب..... کیوں نہیں" ایک نے کہا۔

اب وہ ان سے سیدھے ہو گئے تھے..... آخر عبادت کا وقت ختم ہو گیا ..... انہوں نے ملازم سے کہا۔

"اب میری آمد کے بارے میں انہیں بتائیں"۔

"جی بہتر!" ایک نے کہا اور اندر چلا گیا..... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی ..... اس نے منہ بنا کر کہا۔

"ان کا کہنا ہے..... وہ اس وقت ملاقات نہیں کر سکتے ..... آپ کل کسی ت آجائیں"۔

"جی نہیں ..... ہمارا وقت بہت قیمتی ہے ..... یا تو وہ ملاقات کا وقت یں یا پھر ہم زبردستی ملاقات کریں گے"۔

"کیا میں یہی الفاظ کہہ دوں جناب" ملازم نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں کہہ دیں" وہ بولے۔

ملازم ایک بار پھر اندر آگیا..... واپس آنے پر اس نے کہا۔

"وہ کہہ رہے ہیں..... جو کر سکتے ہیں کر لیں..... ملاقات اب کل ہو سکے "۔

"اوکے" انہوں نے کہا اور اکرام کے نمبر ڈائل کیے ..... اسے ایات دیں ..... بیس منٹ بعد سرجاری کی کوٹھی کو گھیرے میں لے لیا گیا ملازموں کو ایک طرف بیٹھے رہنے کا حکم دیا گیا..... پھر سپیکر پر اعلان کیا ا۔

"سرجاری آپ کی کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے..... آپ ہاتھ اٹھا کر باہر نکل آئیں ..... آپ کو پندرہ منٹ کی مہلت دی جاتی ہے ر اگر آپ پندرہ منٹ کے اندر اندر باہر نہ آئے تو پولیس اندر گھس ئے گی"۔

"تب پھر نفع نقصان کے مالک آپ لوگ خود ہوں گے" اندر سے بھی سپیکر پر کہا گیا۔

"کیا مطلب؟" باہر سے چونک کر کہا گیا۔

"جو لوگ اندر داخل ہوں گے..... وہ زندہ واپس نہیں نکل سکیں گے..... اس بات کو نوٹ کر لیں"۔

"ارے..... ہم اپنے آدمی اندر داخل کر رہے ہیں"۔

"آنے دیں..... اب میری طرف سے بھی جنگ کا آغاز ہے"۔

"آپ کے یہ الفاظ ریکارڈ کر لیے گئے ہیں"۔

"کوئی پروا نہیں..... حکومت کے خلاف جو بغاوت مجھے چند ماہ بعد کرنا تھی..... وہ آج سہی"۔

"کیا مطلب..... کیا یہ سارا منصوبہ حکومت کے خلاف بغاوت کرنا ہے"۔

"ہاں! اب حکومت میری ہوگی..... مجھے حکمران بننے سے اب کوئی نہیں روک سکتا"۔

"چلو اچھا ہوا یہ اعلان کر دیا..... حکومت کو اب معلوم تو ہو جائے گا..... اگر میں ان سے یہ بات کہتا تو شاید وہ نہ مانتے"؟

"میں اعلان کرتا ہوں..... چھ ماہ میں بعد الیکشن ہوں گے..... ان میں ملک کا سربراہ بنوں گا"۔

"الیکشن میں حصہ لینا ایک قانونی کام ہے..... لیکن اس کے لیے غیر ونی قدم اٹھایا گیا تو آپ جیل میں ہوں گے..... لیکن وہ تو آپ ابھی ہوں ے"۔

"ناممکن..... اب اس ملک کی کوئی جیل سرجاری کو اپنے اندر نہیں سکے گی..... آپ بے شک تجربہ کر لیں"۔

"اوہ..... اب تجربے کا آغاز ہوتا ہے" انہوں نے اعلان کیا اور اکرام ماتحتوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

اکرام کے ماتحت حفاظتی انتظام کر چکے تھے، لہٰذا بے دھڑک آگے ے۔

"ایک منٹ ابا جان" ایسے میں فرزانہ کی آواز گونج اٹھی۔

"کیا بات ہے فرزانہ"؟

"ہو سکتا ہے..... اب پھر اندر ہالہ موجود ہو..... لہٰذا یہ لوگ بے ت مارے جائیں گے اس طرح..... ہالہ انہیں اچھال پھینکے گا اور ان کے ریجٹ جائیں گے..... لہٰذا کیوں نہ یہ پیٹ کے بل رینگ کر اندر جائیں"۔

"ہوں..... ٹھیک ہے"۔

اب انہوں نے اکرام کے ماتحتوں کو نئے سرے سے ہدایات دیں نہیں ہالے کے بارے میں بھی بتایا..... جب وہ اچھی طرح سمجھ گئے تو وہ چلے ر کی طرف..... کافی دیر گزر گئی..... نہ تو کسی چیخ کی آواز گونجی..... اور نہ

فائر کی آخر دروازہ کھلا...... ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا سرجاری ان کے سامنے کھڑا تھا...... اور اس کے بیوی بچے اس کے پیچھے تھے ...... البتہ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں پہنائی گئی تھیں' ان سب کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی۔

"اب کیا خیال ہے مسٹر سرجاری"۔

"میں حیران ہوں...... یہ کیسے ہو گیا...... یہ لوگ اندر داخل ہوتے ہی مارے کیوں نہ گئے"۔

"جن کی حفاظت اللہ تعالیٰ کریں...... انہیں کون مار سکتا ہے...... یہ تم لوگ کمرے کے اندر کس کی عبادت کر رہے تھے"۔

"اپنے معبود کی"۔

"اور تمہارا معبود کون ہے؟"۔

"انوکھی طاقت"۔

"افسوس ...... تم شرک میں مبتلا ہو گئے ...... عبادت کے لائق صرف ایک اللہ ہے"۔

"ہم ان باتوں کو پہلے مانتے تھے ...... اب نہیں ...... جب کہ براہ راست انوکھی طاقت ہمارے کام کر دیتا ہے"۔

"افسوس...... صد افسوس" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کے افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے"۔

"کیا یہ حکم بھی اس نے خود دیا ہے ...... کہ تم سورج کی طرف منہ کر کے عبادت کرو"۔

وہ زور سے اچھلے...... ان کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

"آپ کو یہ کیسے پتا چلا؟"۔

"بس دیکھ لیں پھر" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بتائیں...... آپ کو کس طرح پتا چلا"۔

"ہم راز کی باتیں نہیں بتایا کرتے" وہ مسکرائے۔

"خیر کوئی بات نہیں...... ہم انوکھی طاقت سے پوچھ لیں گے"۔

"ضرور...... کیوں نہیں"۔

"اب آپ دیکھئے گا انوکھی طاقت کا کمال...... کس طرح وہ ہمیں چھڑا لے جائے گی"۔

"ضرور دیکھیں گے"...... وہ مسکرائے۔

پھر وہ انہیں اپنے دفتر میں لے آئے...... نہ جانے کس طرح ان کی گرفتاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی اور لوگ ان کے دفتر کا رخ کرنے لگے...... وہ زور زور سے نعرے لگا رہے تھے۔

"سرجاری زندہ باد...... حکومت مردہ باد...... سرجاری کو رہا کرو"۔

دفتر کے باہر موجود محافظوں نے فوراً اندر بیٹھے آفیسرز کو اس صورت حال کی خبر دی...... فوراً حفاظتی انتظامات کر لئے گئے...... لیکن مجمع تھا کہ بڑھتا

ہی جا رہا تھا..... پھر بڑے بڑے وزیروں کے فون آنے لگے تو یہ کیا ہے بھئی ..... کیوں سرجاری کو گرفتار کیا گیا ہے..... کیوں سارے شہر کو پریشانی میں مبتلا کر دیا گیا ہے..... اسے فوراً رہا کر دیا جائے ..... آئی جی صاحب نے انسپکٹر جمشید کو طلب کر لیا۔

"تم یہ صورت حال دیکھ رہے ہو جمشید"۔

"جی ہاں..... بالکل دیکھ رہا ہوں"..... وہ پرسکون آواز میں بولے۔

"تب پھر..... ہم اب کیا کریں..... اگر اسے نہیں چھوڑتے تو یہ لوگ حملہ کریں گے..... ہمیں جوابی فائرنگ کرنا ہوگی..... اس صورت میں کیا ہوگا ..... کتنی جانیں جائیں گی"۔

"ہاں سر! میں سمجھ رہا ہوں..... آپ اگر حکم دیتے ہیں تو میں انہیں رہا کر دیتا ہوں..... لیکن پھر یہ سن لیں کہ وہ اس قوم کا ہیرو بن جائے گا، جب کہ وہ ہے ایک شیطانی روپ"۔

"کیا مطلب..... شیطانی روپ" آئی جی چونکے۔

اب انہوں نے تفصیلات سنا دیں..... وہ اور پریشان ہو گئے..... انہوں نے ان تمام وزیروں سے وائرلیس پر جلدی جلدی بات کی..... انہیں بتایا چھوڑ دینے کی صورت میں کیا ہوگا..... لیکن کسی نے ان کی بات پر ذرا کان نہ دھرا اور یہی کہتے رہے..... اس وقت تو رہا کر دو..... پھر دیکھا جائے گا..... آخر آئی جی صاحب کو بھی یہی کہنا پڑا۔

"جمشید! اس وقت اسے رہا کر دو..... پھر دیکھا جائے گا"۔

انہوں نے اکرام کو ہدایات دیں..... تین منٹ بعد سرجاری دفتر سے نکلا تو لوگوں نے اسے کندھوں پر اٹھا لیا..... اور زندہ باد کے نعروں کے ساتھ اس کی کوٹھی کا رخ کیا..... لوگوں کی تعداد اب اور بڑھتی جا رہی تھی ..... یوں لگتا تھا..... کہ سارا شہر اس کے استقبال میں امڈ آیا ہے..... کوٹھی کے پاس پہنچ کر سرجاری ایک اونچی جگہ پر چڑھ گیا اور وہاں ان مختصر الفاظ میں تقریر کی۔

"شہر کے لوگو! آپ کا شکریہ! جس طرح آپ میرے کام آئے ہیں، میں بھی ہر مشکل وقت میں آپ لوگوں کے کام آؤں گا..... اور اس کا ایک ہی طریقہ ہے..... جانتے ہیں کیا"۔

"وہ کیا طریقہ ہے"۔ جواب میں لوگ بولے۔

"وہ کیا طریقہ ہے..... آپ یہ بتائیں؟"۔

"میں اس بار الیکشن میں حصہ لوں گا"۔

لوگوں نے پرجوش انداز میں نعرے شروع کیے..... ساتھ ہی اس نے اعلان کیا۔

"میں آزاد ہوں اپنی سیاسی پارٹی بنانے کا اعلان کروں گا..... لیکن اس سے پہلے ہم باباجی سے اجازت لیں گے"۔

"جی..... کیا فرمایا..... باباجی"۔

"ہاں جی..... بابا جی..... جو میرے مددگار ہیں..... یہ سارا مجمع ان کی برکتوں سے ہی تو میرے گرد گھر جمع ہوا ہے..... لہٰذا میں ابھی اور اسی وقت وہاں ان کے پاس جاؤں گا"۔

"کہاں؟" لوگ چلائے۔

"وہ جنگل میں رہتے ہیں..... بہت پہنچے ہوئے ہیں"۔

"بہت خوب..... تب ہم پھر آپ کے ساتھ چلیں گے"۔

"آؤ پھر"۔

اور وہ قافلہ جنگل کی طرف روانہ ہو گیا..... ان کا رخ مشرقی جنگل کی طرف تھا..... وہ دو گھنٹے تک پیدل چلتے رہے..... راستے میں نعرے لگتے رہے ..... سرجاری آ کر رہے گا..... چھا کر رہے گا..... سرجاری زندہ باد ..... حکومت مردہ باد۔

اور پھر وہ جنگل میں ایک کٹیا کے پاس پہنچ کر رک گئے..... سرجاری نے سب کو خاموش ہو جانے کا حکم دیا اور بولا۔

"دیکھو..... بابا جی شور سے ناراض ہو جاتے ہیں..... اگر وہ ناراض ہو گئے تو مجھے ہرگز الیکشن میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دیں گے..... اور اگر میں نے الیکشن میں حصہ نہ لیا تو میں تم سب کے لیے کوئی کام نہیں کر سکوں گا ..... کیا سمجھے"۔

"ٹھیک ہے..... ہم کچھ نہیں بولیں گے"۔

جنگل میں موت کا سناٹا چھا گیا..... اب سرجاری نے کٹیا کے دروازے پر جا کر آہستہ آواز میں کہا۔

"بابا جی ..... باہر تشریف لائیے..... باہر آپ کا یہ خادم کھڑا ہے..... دیکھئے میرے ساتھ کتنے لوگ آئے ہیں ..... یہ سب آپ سے کچھ درخواست کرنے آئے ہیں"۔

اچانک کٹیا کے دروازے پر لٹکا ہوا پردہ ہٹا اور بہت لمبی اور بالکل سفید ڈاڑھی والا لمبے قد کا ایک بوڑھا باہر نکلا..... اس بوڑھے کی صحت چہرے کی چمک دمک دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"بیٹھ جاؤ..... سب بیٹھ جاؤ"۔

سب اس کے سامنے بتوں کی طرح بیٹھ گئے۔

"اب بتاؤ میرے ہونہار شاگرد..... تم کیا چاہتے ہو؟"۔

"میں اور یہ لوگ چاہتے ہیں..... اس بار ملک کا صدارتی الیکشن میں لڑوں..... اس ملک کا صدر میں بنوں"۔

"تو بن جاؤ..... روکا کس نے ہے" بابا جی نے پر جلال لہجے میں کہا۔

"کیسے بن جاؤں..... کیسے بن جاؤں گا"۔

"تم سیاسی پارٹی بنا لو..... جس پر میں لوگ روز بروز شامل ہوتے چلے جائیں گے..... پھر اس میں اتنے لوگ شامل ہو جائیں گے پورے ملک سے کر حکومت اس سیلاب کو روک نہیں سکے گی..... اور الیکشن میں موجود

صدر کی ہار ہو جائے گی..... میرا شاگرد سرجاری اس ملک کا صدر بن جائے گا .....کیوں نہیں بنے گا"۔

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں..... تو پھر کیا میں پارٹی کا اعلان کر دوں"۔

"ہاں! لیکن جو نام میں بتاؤں..... وہ رکھو"۔

"ٹھیک ہے..... آپ بتائیں پھر"۔

"تم پارٹی کا نام زاغان پارٹی رکھو"۔

"یہ..... یہ کیا نام ہوا میرے پیر صاحب" سرجاری نے بوکھلا کر کہا۔

"اگر کامیاب ہونا ہے..... تو یہی نام رکھو"۔

"اچھی بات ہے..... میں آج ہی پریس کانفرنس میں اعلان کر دیتا ہوں"۔

"بس تو پھر جاؤ..... کامیابی تمہارے قدم چومے گی..... دولت کی بوریوں کے منہ کھول دو لوگوں کے لئے" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اور پھر لوگ وہاں سے روانہ ہوئے..... بابا جی اندر داخل ہو گئے..... لوگ شہر پہنچے..... اسی شام پریس کانفرنس میں سرجاری نے اس نئی پارٹی کا اعلان کیا اور یہ اعلان بھی کیا کہ اس میں شامل ہونے والے ہر شخص کی دولت سے مدد کی جائے گی..... آج سے دولت کی بوریوں کے منہ کھولے جا رہے ہیں۔

ادھر اخبارات نے جب یہ خبریں لگائیں تو اس وقت صدر صاحب پریشان ہو گئے..... انہوں نے اپنے وزیروں اور آفیسروں کا اجلاس بلالیا..... انسپکٹر جمشید اور آئی جی صاحب کو بھی بلایا گیا۔

"یہ سب کیا ہے..... پارٹی میں شامل ہونے والے لوگوں سے چندے وصول کئے جاتے ہیں..... اور یہ الٹا ان میں دولت بانٹ رہا ہے..... اس طرح تو پورے ملک کے سیدھے سادھے لوگ ضرورت مند لوگ اس کی پارٹی میں شریک ہو جائیں گے"۔

"اسی لیے میں نے کہا تھا سر..... کہ اسے رہا نہ کیا جائے"۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا جمشید..... لیکن ہمیں اس وقت اندازہ نہیں تھا کہ ایسا ہو گا..... سوال یہ ہے کہ اب کیا کریں" صدر صاحب جلدی جلدی بولے۔

"اب میرے پاس کوئی طریقہ نہیں رہا..... اب اگر اسے گرفتار کیا جاتا ہے..... تو اور شور مچے گا..... اب لوگ کس طرح خاموش ہوں گے بھلا..... اب تو ان کے لیے دولت کی ریل پیل کر دی گئی ہے..... ہماری حکومت کے پاس اتنی دولت نہیں ہے..... جتنی اس کے پاس ہے"۔

"اف مالک..... یہ سب کیا ہے"۔

"اس منصوبے کی ابتدا بہت مدت پہلے کر دی گئی تھی سر..... جب کسی نامعلوم طاقت نے سرجاری سے رابطہ کیا تھا..... پہلے اس کو ورغلایا گیا.....

اپنا بنایا گیا..... پھر اس کے لیے دولت حاصل کرنے کے ذریعے اپنائے گئے .....اسے دولت مند بننے کے راستے بتائے گئے..... مجھے ابھی تک یہ تو معلوم نہیں کہ یہ خبریں اسے کس طرح بتائی جاتی تھیں کہ کون سی ٹیم جیتے گی.....کون سا گھوڑا جیتے گا.....یا کون سے کاروبار میں کیا سرمایہ لگایا جائے گا وغیرہ.....

بہر حال وہ ان حربوں سے دولت مند ہوتا چلا گیا..... اتنا دولت مند ہوا کہ پھر وہ حکومت کو مدد دینے لگا..... لیکن اب صورت یہ ہے کہ وہ خود حکمران بننے کے خواب دیکھنے لگا اور اس کا یہ خواب مجھے تو پورا ہوتا نظر آرہا ہے .....اسے رہا کرنا سب سے بڑی غلطی تھی اور اب گرفتار کرنا سب سے بڑی غلطی ہوگی"۔

"تب پھر..... اس مسئلہ کا حل کیا ہے" صدر کے جملے نے سنسنی پھیلا دی۔

کیا فرمایا

وہ سب سوچ میں ڈوب گئے..... بہت دیر گزر گئی..... لیکن کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس مسئلے کا حل کیا ہے..... اس وقت وہاں محمود، فاروق اور فرزانہ نہیں تھے، انہیں وہ اس لیے ساتھ نہیں لائے تھے کہ وہاں تمام وزراء وغیرہ کو بلایا گیا تھا..... لہٰذا ان کی ضرورت نہیں تھی۔

"کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا"۔

"جی نہیں..... دولت کی وجہ سے عام غریب لوگ اس پر ٹوٹ کر پڑ رہے ہیں..... ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"تب پھر..... آخر کچھ تو مشورہ دیں"۔

"ایک ہی راستا ہے..... اسے گرفتار کر لیا جائے..... آخر اس نے بغاوت تو کی ہے"۔

"اب اس نے بغاوت کو الیکشن کا رنگ دے دیا ہے..... بیرون دنیا کے اخبارات ہم پر کیچڑ اچھالیں گے" انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"اوہو..... جب اسے گرفتار کرلیا جائے گا تو اس کا شور خود بخود دب جائے گا اور لوگ بھی آہستہ آہستہ خاموش ہو جائیں گے"۔

"جیسے آپ کی مرضی..... ویسے میں اس حق میں نہیں ہوں..... ہمیں کوئی اور حل سوچنا چاہئے"۔

"نہیں جمشید..... اب ہم یہی کریں گے..... اسے گرفتار کریں گے"۔

"اچھی بات ہے سر"۔

"اور گرفتار بھی تم کرو گے" وہ بولے۔

"جو حکم سر"۔

اس روز رات کے وقت فوج اور پولیس کے ساتھ چھاپہ مار کر اسے گرفتار کرلیا گیا..... اس وقت مخلوق سو رہی تھی..... کسی کو اس کی گرفتاری کا علم نہ ہو سکا..... لیکن صبح سویرے ہی یہ شور مچا دیا گیا کہ سرجاری کو رات حکومت نے گرفتار کرلیا ہے اور یہ کہ اس سلسلے میں آج شام اسمبلی کے سامنے جلسہ کیا جائے گا..... شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔

شام کو جلسہ ہوا..... جلسے میں خوب دھواں دھار تقریریں ہوئیں..... جلسہ کے بعد جلوس نکالا گیا..... اس میں وہ توڑ پھوڑ مچائی گئی کہ خدا کی پناہ..... لوگوں کی گاڑیاں توڑ دی گئیں..... ان کو آگ لگادی گئی..... سرکاری گاڑیوں کو آگ لگائی گئی..... عمارات کو آگ لگادی گئی..... دکانوں کو لوٹا گیا..... غرض ایک طوفان بپا کیا گیا..... جب یہ لوگ کسی طرح ہاتھ نہ آئے تو

فوج اور پولیس کو بلایا گیا..... فوج اور پولیس آئی تو دونوں طرف سے فائرنگ کی گئی..... اور اس طرح دونوں طرف کے سو سے زیادہ آدمی مارے گئے..... اس سے پورے شہر میں بلکہ پورے ملک میں سنسنی پھیل گئی..... پھر دوسرے شہروں میں سرجاری کے غنڈوں نے دولت کی بوریوں کے منہ کھول دیئے..... ہر طرف سرجاری زندہ باد..... سرجاری زندہ باد کے نعرے لگنے لگے..... پورا ملک اب ہنگاموں کی لپیٹ میں آگیا..... اب ملک میں صرف ایک نام گونج رہا تھا اور وہ تھا سرجاری..... ادھر سرجاری گرفتار تھا..... اس کی پارٹی نے حکومت کو دھمکی دی کہ شام چار بجے تک اسے نہ چھوڑا گیا تو پورے ملک کو آگ لگادی جائے گی۔

ایک بار پھر ایوان صدر میں اجلاس بلایا گیا..... وہ سب کے سب سر جوڑ کر بیٹھے..... لیکن اس مسئلے کا حل کسی کے پاس نہیں تھا..... ایک وزیر نے کہا۔

"اس کا ایک ہی حل ہے..... بڑے پیمانے پر گرفتاریاں..... ان سے جیلیں بھر دی جائیں"۔

"اس سے کیا ہو گا" کوئی دوسرا بولا۔

"ان کا زور کم ہو جائے گا"۔

"لیکن ان لوگوں کو کب تک جیلوں میں رکھا جا سکے گا..... آخر انہیں چھوڑنا ہو گا..... ورنہ پھر جیلوں میں بغاوت ہو گی..... یہ لوگ جیلوں کو توڑ

دیں گے ..... باہر سے جیلوں پر حملے ہوں گے ..... یہ ساری باتیں سوچ لی جائیں" کسی نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے سر" ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"اور وہ کیا..... جلدی بتاؤ جمشید"۔

"ترکیب ایسی ہے کہ فوری طور پر امن قائم ہو سکتا ہے..... پورے ملک میں یک دم سکون ہو جائے گا"۔

"تو پھر اور کیا چاہیے" صدر بے صبری کے عالم میں بولے۔

"لیکن آپ لوگ میری بات کو مانیں گے نہیں"۔

"اوہو..... آپ بتائیں بھی تو" ایک وزیر نے جھلا کر کہا۔

"حکومت سرجاری کے حوالے کر دی جائے"۔

"کیا!!!" وہ سب ایک ساتھ زور سے چلائے۔

"ہاں جناب! اس کا بس یہی ایک حل ہے"۔

"تمہارا دماغ چل گیا ہے جمشید..... اٹھو اور ایوان صدر سے نکل جاؤ ..... اٹھو یہاں سے" صدر چلائے۔

"بہت بہتر سر..... میں چلا جاتا ہوں..... لیکن اس ملک اور قوم کی بہتری اسی میں تھی..... ویسے میں ملک اور قوم کے لیے ہر وقت حاضر ہوں..... جب

بھی میری ضرورت پڑے آپ مجھے فوراً آواز دیں..... میں حاضر ہو جاؤں گا"۔

"تم جاتے ہو یا نہیں" صدر دھاڑے۔

وہ چاروں اسی وقت اٹھے اور کمرے سے نکل گئے..... دروازے پر موجود محافظوں کی آنکھوں میں انہیں آنسو نظر آئے۔

"یہ آنسو کیسے؟" وہ مسکرائے۔

"کک..... کمال ہے..... آپ ان حالات میں بھی مسکرا سکتے ہیں" ایک محافظ نے کہا۔

"ہاں مسکرانا..... ہر مصیبت میں اور مشکل وقت میں مسکرانا ہی تو زندگی کی علامت ہے اور صبر کی بھی..... لیکن آپ لوگوں کی آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں"۔

"آپ کے ساتھ جو سلوک ہوا..... وہ ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے..... لیکن ہم آپ کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے..... کچھ بھی" ان میں سے ایک نے درد بھری آواز میں کہا۔

"یہ آنسو ہی میرے لیے بہت قیمتی تحفہ ہیں..... صبر کریں اور دیکھیں ..... کیا ہوتا ہے..... میں فکر مند ہوں..... صرف اس لیے کہ اب سرجاری کی گرفتاری کا وقت گزر گیا ہے..... جب میں نے کہا تھا کہ اسے رہا نہ کریں..... تو اس وقت یہ کہا گیا کہ نہیں..... رہا کرنے سے یہ ہنگامہ ختم ہو جائے گا.....

اور اب جب میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اسے حکومت سونپ دیں ..... اسے گرفتار رکھنے سے معاملات خراب ہوں گے تو فوج اور پولیس کی مدد سے ان گنت لوگوں کو گرفتار کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں ..... اچھا اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے ..... اس وقت تک ایوان صدر میں یہ بات پھیل چکی تھی کہ انہیں نکال دیا گیا ہے ..... سب لوگ انہیں اس طرح رخصت کر رہے تھے جیسے وہ ان کے قریبی عزیز ہوں ..... سب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

پھر وہ گھر آ گئے ..... بیگم جمشید اسی روپ میں نظر آئیں۔

"اب ہم یہاں نہیں رہ سکتے ..... ہمارے گھر پر بھی حملہ ہو سکتا ہے اور بیگم شیرازی بھی مشکل میں پڑ سکتی ہیں ..... جاؤ فرزانہ ..... انہیں بتاؤ ..... اور پوچھو ..... کیا وہ ان حالات میں ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گی"۔

"جی اچھا"۔

فرزانہ نکل گئی ..... عین اس وقت انہوں نے ہزاروں لوگوں کے نعروں کی آوازیں بھی سنیں۔

"انسپکٹر جمشید مردہ باد ..... سرجاری زندہ باد"۔

"لو ..... وہ لوگ آ بھی گئے ..... اور فرزانہ ادھر چلی گئی ہے ..... بیرونی دروازے فوراً بند کر دو اور چھت کے راستے فرزانہ اور بیگم شیرازی کو فوراً ادھر لے آؤ"۔

"جی بہتر" محمود نے کہا ..... اور دروازے کی طرف لپکا ..... فاروق نے فوراً اوپر کا رخ کیا ..... انسپکٹر جمشید نے جیب سے ایک شیشی نکالی ..... اس میں کوئی دوا تھی ..... اس دوا میں سے انہوں نے کچھ رومال پر لگائی اور اچانک بیگم کی ناک پر لا کر رکھ دیا۔

"ارے ارے ..... یہ کیا"۔

ساتھ ہی وہ بے ہوش ہو گئیں ..... انہوں نے انہیں کندھے پر ڈال لیا' اسی وقت محمود ان تک پہنچ گیا ..... اوپر سے فاروق ان دونوں کے ساتھ آ گیا ..... اب وہ تہ خانے کی طرف بڑھے ..... اسی وقت دروازے کو زور سے دھڑ دھڑایا گیا۔

"آؤ ..... جلدی کرو" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر گئے۔

ادھر دروازہ پہلے تو کئی بار دھڑ دھڑایا گیا ..... پھر اس کو توڑا جانے لگا ..... آخر وہ اتنے ہجوم کا دباؤ کب تک برداشت کرتا ..... ٹوٹ کر گر گیا اور ایک ہجوم اندر داخل ہو گیا۔

"دیکھو..... وہ یہیں کہیں چھپے ہوں گے..... جونہی نظر آئیں..... ان کے جسم چھلنی کر دو" کسی نے بلند آواز میں کہا۔

پورے گھر میں انہیں تلاش کیا گیا..... چھت پر جب لوگ پہنچے تو انہیں ساتھ ملی ہوئی بیگم شیرازی کی چھت نظر آئی۔

"اوہو..... کہیں وہ اس طرف نہ ہوں"۔

اب بہت سے آدمی بیگم شیرازی کے مکان میں بھی داخل ہو گئے..... لیکن وہ انہیں کیوں ملتے..... اب انہوں نے غصے میں آکر توڑ پھوڑ مچانا شروع کر دی..... پھر دونوں گھروں کو آگ لگا دی گئی..... آگ لگانے کے بعد کسی نے چیخ کر کہا۔

"اب سارے شہر میں پھیل جاؤ..... یہ لوگ جہاں بھی نظر آئیں..... انہیں گولیاں مار دی جائیں..... یہ ہمارے لیے ہمارے سرجاری کے لیے حد درجے خطرناک ہیں"۔

ہجوم شور مچاتا اور نعرے لگاتا منتشر ہو گیا..... ان میں سے اکثر کے ہاتھوں میں کلاشن کوفیں تھیں اور بہت سے خنجر لہرا رہے تھے۔

اسی روز حکومت نے پکڑ دھکڑ شروع کر دی..... اس پکڑ دھکڑ کے خلاف وسیع پیمانے پر پورے ملک میں ہنگامے ہونے لگے..... آگ لگانے اور توڑ پھوڑ کرنے اور فائرنگ کے بے شمار واقعے ہونے لگے..... پھر یہ واقعات اس قدر بڑھے..... اس قدر بڑھے کہ بے شمار جگہوں پر کرفیو نافذ

کرنا پڑا..... لیکن کرفیو کب تک لگایا جا سکتا تھا..... آخر لوگوں کو کھانے پینے اور دوسری ضروریات کا سامان بھی خریدنا ہوتا ہے..... لہٰذا جونہی وقفہ ہوتا بار کرفیو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی..... پھر ہنگامے بڑھ جاتے..... ایک شام بہت بڑے ہجوم نے جلوس نکالا..... اس جلوس میں نعرے لگ رہے تھے

"..... سرجاری کو رہا کر دو..... ورنہ ہم ایوان صدر پر قبضہ کر لیں گے"۔

صدر نے فوراً فوج طلب کی..... فوج میں اور جلوس نکالنے والوں میں فائرنگ ہوئی..... قتل و غارت گری ہوئی..... پھر لاکھوں کے ہجوم کو دیکھ کر فوج نے ہتھیار ڈال دیئے..... ان کے کور کمانڈر نے..... کمانڈر انچیف سے صاف کہہ دیا کہ میں بے گناہ لوگوں پر فائرنگ نہیں کر سکتا..... بس پھر ہجوم ایوان صدر میں داخل ہو گیا..... صدر کو گرفتار کر لیا گیا..... سرجاری کو جلوس کی صورت میں ایوان صدر میں لایا گیا..... پھر سرجاری نے احکامات جاری کرنا شروع کیے..... فوج اور پولیس کے سربراہوں نے عوام کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے آگے ہتھیار ڈال دیئے..... باقی سب محکموں نے بھی سرجاری کو ملک کا حکمران مان لیا..... سرجاری نے پہلا حکم یہ جاری کیا۔

"ملک کے صدر کو گول میدان میں سب کے سامنے پھانسی پر چڑھا دیا جائے"۔

اس نے دوسرا حکم یہ دیا۔

"انسپکٹر جمشید اور ان کے بچے جہاں کہیں بھی ہوں ..... انہیں فوراً گرفتار کر لیا جائے..... انسپکٹر جمشید کے محکمے کے باقی لوگوں میں سے جو انسپکٹر جمشید کے حامی ہیں انہیں ملازمت سے فوری فارغ کر دیا جائے ..... ان احکامات پر فوراً عمل شروع ہو گیا۔

زیادہ تر لوگ سرجاری کے ساتھ اس لیے ہوئے تھے کہ ان کی جیبیں بھر دی گئی تھیں ..... اور یہ عمل صرف دارالحکومت تک نہیں تھا..... بلکہ پورے ملک میں یہ کام کیا گیا تھا..... سرجاری کے نام پر لوگوں کو گھر گھر جا کر دولت دی گئی تھی اور کہا گیا تھا اگر سرجاری حکمران بن گیا تو ان سب کو عیش کرا دے گا..... اس کے پاس اس قدر دولت ہے کہ اس کا ذاتی خزانہ بھی خالی نہیں ہو گا..... حکمران بننے پر تو اس کی دولت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکے گا..... اس طرح غربت کے ہاتھوں تنگ آئے لوگ اس کا ساتھ دینے پر تل گئے..... دوسرے وہ لوگ تھے..... جو اسلامی ذہن کے حکمرانوں کو پسند نہیں کرتے تھے..... انہوں نے بھی سرجاری کا پورا ساتھ دیا تھا..... ایک طبقہ وہ تھا..... جو صدر کی صدارت کو مضبوط خیال کر کے مایوس ہو گیا تھا کہ اب ان کی باری آنے کے امکانات نہیں رہے..... لہٰذا وہ بھی سرجاری کا ساتھ دے رہا تھا..... فوج اور پولیس میں بھی ایسے لوگ موجود تھے ..... اس طرح موجودہ حکومت کو مکمل طور پر ناکام بنایا گیا تھا۔

اب دوسرے دن صدر کو پھانسی دینے کا حکم دیا گیا تو پورے ملک میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی..... صدر سے ہمدردی رکھنے والے یا ان سے محبت کرنے والے یا انہیں پسند کرنے والے لوگ پریشان ہو گئے..... لیکن وہ کر کیا سکتے تھے..... مجبور تھے۔

ایک خفیہ عمارت میں انسپکٹر جمشید، محمود فاروق اور فرزانہ موجود تھے ..... بیگم جمشید کو ایک کمرے میں سلا دیا گیا تھا..... وہ ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے ملک کی ساری خبریں سن رہے تھے..... صدر کو پھانسی دینے کی خبر نے انہیں بے چین کر دیا۔

"اب ہم کیا کریں ..... صدر تو اس طرح چڑھ جائیں گے پھانسی" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ہم جائیں گے اور انہیں یہاں لائیں گے"۔

"کیا یہ اتنا ہی آسان ہے"۔

"نہیں..... یہ بہت مشکل ہے..... لیکن چاہے کچھ ہو جائے ..... ہمیں یہ کام تو کرنا ہو گا"۔

"آخر کیسے؟"۔

"بس دیکھتے جاؤ آؤ پہلے میں تمہارے حلیے بدل دوں..... اس کے بغیر کام نہیں چلے گا" وہ ان کا میک اپ کرنے لگے۔

"حیرت انکل انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادران پر ہے..... آخر وہ کہاں ہیں"۔

"وہ حلیے بدل کر دارالحکومت میں تو آچکے ہوں گے..... لیکن اس جگہ کا انہیں کوئی پتا نہیں ہے"۔

"تب پھر وہ یہاں کیسے پہنچیں گے"۔

"اس کا بھی کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کر لیا جائے گا..... بلکہ میں ابھی یہ انتظام کرتا ہوں"۔

انہوں نے اخبار میں دینے کے لیے ایک اشتہار تیار کیا..... اشتہار کے الفاظ عجیب و غریب تھے انہوں نے کوڈ الفاظ میں لکھا اور پھر اخبارات کے دفاتر کو فیکس کرا دیا..... ان کے بل انہوں نے بذریعہ ڈاک بھیجنے کے لیے لفافے تیار کیے اور ان میں چیک رکھ دیے..... لیکن چیک ان کے اپنے نام کے اکاؤنٹ سے نہیں تھے..... ایسے کسی موقعے کے لیے ایک اور نام سے کھلوائے گئے اکاؤنٹ کے تھے۔

"اب اگر وہ دارالحکومت میں آچکے ہیں تو کل تک یہاں پہنچ جائیں گے"۔

"چلیے..... یہ کام تو ہوا..... اب کیا کرنا ہے"۔

"رات ہونے کا انتظار..... پھر ہم صدر کو ایوان صدر سے نکالنے کے لیے جائیں گے"۔

"مم..... مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔

"کوئی بات نہیں..... اللہ مالک ہے"۔

رات کے بارہ بجے وہ ایک بڑی گاڑی میں نکلے..... جو پرانی قسم کی تھی..... اس کے نمبر بھی جعلی نہیں تھے..... انسپکٹر جمشید نے فاروق کو ایک دوا کھلائی تھی جس کی وجہ سے اس کا جسم تپنے لگا تھا..... لیکن اندر سے وہ کوئی تکلیف محسوس نہیں کر رہا تھا۔

پہلے ہی چوک پر ان کی گاڑی کو روک لیا گیا..... انسپکٹر جمشید نے شیشہ گرایا اور باہر کی طرف دیکھا..... تین پولیس آفیسر کھڑے نظر آئے۔

"جی فرمائیے" انہوں نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

"گاڑی کے اور اپنے کاغذات دکھائیں..... اس وقت آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں"۔

"جی..... ہم ایک ڈاکٹر صاحب کے ہاں جا رہے ہیں"۔

"اس وقت ڈاکٹر صاحب کی کیا ضرورت پیش آگئی"۔

"ذرا اس بچے کو ہاتھ لگائیں" انہوں نے فاروق کی طرف اشارہ کیا..... جو پچھلی سیٹ پر لیٹا تھا اور فرزانہ اس کے پاس بیٹھی تھی، جب کہ محمود انسپکٹر جمشید کے ساتھ اگلی سیٹ پر تھا۔

"کیا ہوا انہیں"۔

"آپ ہاتھ تو لگائیں..... پھر شاید آپ کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کریں"۔

"اوہ اچھا"۔

یہ کہہ کر ایک نے فاروق کو چھوا..... اور فوراً ہاتھ ہٹا لیا۔

"جانے دو بھئی..... بہت تیز بخار ہے اسے"۔

دوسرے نے فوراً کاغذ دے دیئے اور وہ آگے بڑھ گئے..... اس طرح انہیں تین اور جگہ روکا گیا..... پھر ان کی گاڑی ایک ڈاکٹر کے گھر کے سامنے رکی..... انسپکٹر جمشید نے گھنٹی بجائی..... چند منٹ بعد قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھولے بغیر پوچھا گیا۔

"کون؟"۔

"آپ ڈاکٹر ترمذی ہیں نا" باہر سے پوچھا گیا۔

"ہاں! لیکن آپ کون ہیں"۔

"پرانے مریض" وہ بولے۔

"کیا مطلب..... پرانے مریض" اندر سے حیران ہو کر کہا گیا۔

"ہاں پرانے مریض"۔

"ایک منٹ" اندر سے کہا گیا۔

اور پھر دروازہ کھل گیا..... ڈاکٹر نے دبی آواز میں کہا۔

"کوئی بات کئے بغیر اندر آجائیں..... اندر پولیس موجود ہے"۔

"اس کا یہاں کیا کام"۔

"سرجاری کو یہ رپورٹ مل چکی ہے کہ میں صدر کا خاص آدمی ہوں..... اس نے اپنے خاص آدمیوں کو پولیس کے ساتھ بھیجا ہے..... تاکہ وہ مجھے چیک کر سکیں"۔

"اوہ کوئی بات نہیں..... ہم بھی تیاری کر کے آئے ہیں..... آپ ذرا فاروق کو ہاتھ لگائیں"۔

انہوں نے فاروق کو چھوا..... زور سے اچھلے..... پھر سمجھ جانے کے انداز میں سر ہلا دیا اور انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا..... جلد ہی وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے..... وہاں خفیہ پولیس آفیسر موجود تھے اور دوسرے آدمی..... انہوں نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

"ان کے بچے کا جسم بہت بری طرح تپ رہا ہے..... اگر آپ اجازت دیں گے تو میں انہیں دوا دے دوں گا..... ورنہ یہیں سے واپس بھیج دوں گا"۔

"اس بچے کا" ایک آفیسر نے کہا۔

"جی ہاں" وہ بولے۔

آفیسر نے فاروق کو چھوا پھر گھبرا کر ہاتھ کھینچ لیا۔

"اسے تو واقعی بہت تیز بخار ہے..... خیر آپ دیکھ لیں اسے"۔

"انہیں لے آئیں جناب" ڈاکٹر صاحب بولے۔

وہ انہیں اندر ایک کمرے میں لے آئے ..... چند منٹ تک کھسر پھسر کرنے کے بعد ڈاکٹر سمجھ گئے کہ ان کا پروگرام کیا ہے ..... انہوں نے سر ہلا دیا ..... پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے ..... ڈاکٹر کچھ دیر وہاں ٹھہرنے کے بعد واپس اس کمرے میں چلے گئے جہاں پولیس آفیسر تھے۔

"کیوں ..... کیا بنا بچے کا" ایک پولیس آفیسر نے پوچھا۔

"اپنی کوشش کر چکا ہوں ..... آدھ گھنٹے تک اگر بخار اتر گیا تو پھر وہ ٹھیک ہو جائے گا ..... ورنہ پھر ایک اور انجکشن دینا پڑے گا"۔

"اس کا مطلب ہے وہ آدھ گھنٹے تک یہیں رہیں گے"۔

"جی ہاں ..... مجبوری ہے"۔

"خیر کوئی بات نہیں ..... بخار واقعی بہت تیز ہے" آفیسر نے سر ہلایا۔

ڈاکٹر دل میں مسکرا کر رہ گئے ..... وہ سوچ رہے تھے' یہ انسپکٹر جمشید کتنے ذہین انسان ہیں ..... فاروق کو باقاعدہ بخار چڑھا کر لائے ..... لیکن اب خطرہ تھا تو یہ کہ اگر پولیس آفیسر نے خود ان کے پاس ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو کیا ہو گا ..... اس صورت میں وہ کیا جواب دیں گے ..... تاہم انہوں نے اپنی اس پریشانی کو چہرے سے ظاہر نہیں ہونے دیا' انہوں نے فوراً یہ سوچ لیا کہ انسپکٹر جمشید انہیں پریشان نہیں ہونے دیں گے ..... وہ آدھ گھنٹے بعد جب دوبارہ کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

گویا ابھی ان کی واپسی نہیں ہوئی تھی ..... جب کہ انسپکٹر جمشید نے انہیں آدھ گھنٹے تک واپس پہنچ جانے کی یقین دہانی کرائی تھی ..... اب تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ..... وہ یہی سوچتے رہے کہ کیا کریں ..... پھر اچانک انہیں یاد آ گیا۔

وہ دروازہ بند کر کے باہر نکل آئے ..... سوالیہ نظریں ان کی طرف اٹھ گئیں۔

"بخار نہیں اتر رہا ..... افسوس ..... ایک انجکشن اور دینا پڑا ہے"۔

"میں بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں" ایک آفیسر نے انہیں شک کی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"جی! کیا فرمایا" ان کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

* * * *

خربوزے کا سوال

ڈاکٹر کے کمرے سے نکلنے کے فوراً بعد انہوں تے دیوار میں لگا ایک خفیہ بٹن دبایا' یہ بٹن کوشش کے باوجود دیکھا نہیں جا سکتا تھا اور یہ ایسے ہی کسی وقت کے لیے یہاں لگایا گیا تھا..... دیوار میں ایک دروازہ آواز کے بغیر نمودار ہوا اور وہ دوسری طرف چلے گئے..... اس طرف بھی دیوار میں ایسا ہی بٹن لگا تھا..... اس کو دبایا گیا تو دروازہ بند ہو گیا..... اب ان کے سامنے ایک تہ خانے کی سیڑھیاں تھیں..... وہ اترتے چلے گئے..... تہ خانے کے فرش پر پہنچ کر انہوں نے پھر ایک بٹن دبایا..... اب ان کے سامنے ایک سرنگ تھی..... وہ تیز تیز اس میں چلنے لگے..... انہیں پورے پندرہ منٹ تک چلنا پڑا..... تب کہیں جا کر وہ ایوان صدر کے ایک خفیہ حصے میں پہنچے..... اس جگہ سے وہ ایک کمرے میں آئے..... کمرے میں ایک شخص ان کا انتظار کر رہا تھا..... اسی لیے انہیں دیکھ کر وہ ذرا بھی نہ چونکا..... کیونکہ یہ پروگرام پہلے سے طے شدہ تھا۔

"انہیں ایوان صدر کے حوالات میں رکھا گیا ہے..... آپ کو پندرہ آدمیوں کو بے ہوش کرنا پڑے گا" اس نے سرگوشی کی۔

"کوئی بات نہیں..... میں یہ انتظام کر کے آیا ہوں" یہ کہہ کر انہوں نے پروفیسر داؤد کا دیا ہوا ایک پستول نکال لیا..... وہ گیس پستول تھا..... اب انہوں نے خود ایک گولی کھائی..... ان چاروں کو بھی ایک ایک گولی کھلائی گئی..... اب کسی گیس کا اثر ان پر نہیں ہو سکتا تھا..... وہ وہاں سے اس کے پیچھے آگے بڑھنے لگے..... حوالات کے سامنے پندرہ کے قریب محافظ موجود تھے اور یہ ببرجاری کے اپنے آدمی تھے..... لہٰذا ان پر پستول گیس پھینکتے ہوئے انہیں ذرا افسوس نہ ہوا..... وہ آواز نکالے بغیر گرتے چلے گئے۔

جب انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ مکمل طور پر بے ہوش ہو چکے ہیں تو آگے بڑھے اور ایک بے ہوش محافظ کی جیب سے چابیاں نکال کر حوالات کا تالا کھول دیا..... صدر جاگ رہے تھے..... وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ لوگ آئیں گے..... لہٰذا صرف دبی آواز میں انہوں نے اتنا کہا۔

"انسپکٹر جمشید"۔

اور پھر وہ اس راستے واپس ڈاکٹر ترمذی کے گھر کے کمرے میں پہنچ گئے..... اب صدر ان کے ساتھ تھے..... صدر کا وہ محافظ بھی ان کے ساتھ تھا..... جس نے ایوان صدر میں حوالات تک ان کی رہنمائی کی تھی۔

انہوں نے دیکھا..... پانچ منٹ لیٹ ہو چکے تھے..... گویا ڈاکٹر ترمذی دوبارہ واپس جا چکے تھے اور انہوں نے کہہ دیا تھا کہ فاروق کا بخار ابھی تک نہیں اترا..... محافظ کو انہوں نے فی الحال تہ خانے والے کمرے میں روکا..... کیونکہ اوپر پولیس آفیسر آ سکتے تھے..... اور صدر کو بھی ان کے ساتھ روکا..... یوں انہوں نے صدر کا حلیہ کسی حد تک تبدیل کر دیا تھا اور محافظ انہیں بطور صدر پہچان نہیں سکتے تھے۔

عین اس وقت دروازہ کھلا..... فاروق پہلے ہی بستر پر لیٹ چکا تھا..... ڈاکٹر کے ساتھ پولیس آفیسر اندر داخل ہوا..... اس نے اندر ان لوگوں کو جوں کا توں پایا تو فوراً اس کا شک ختم ہو گیا..... ڈاکٹر نے سکون کا سانس لیا..... ورنہ وہ تو خیال کر رہے تھے کہ مارے گئے۔

آفیسر نے فاروق کی پیشانی پر ہاتھ لگایا..... بری طرح تپ رہی تھی۔

"اوہو..... اسے تو واقعی اب تک بخار بہت تیز ہے"۔

"ایک انجکشن اور دیا ہے..... اگر چند منٹ تک بخار نہ اترا تو پھر انہیں ہسپتال بھیجنا ہو گا"۔

"اوہ اچھا..... میں باہر چلتا ہوں"۔

"شکریہ سر"۔

وہ باہر چلا گیا..... انہوں نے دروازہ بند کر لیا اور اشاروں میں بات شروع کی۔

"آپ نے تو میری جان ہی نکال دی تھی..... کہاں ہیں وہ"۔

"اس طرف" انہوں نے جواب میں اشارہ کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے..... پہلے میں انہیں دوسرے راستے سے باہر نکال کر آتا ہوں..... آپ فاروق کا بخار اتار دیں" اس نے مسکرا کر اشارہ کیا۔

انسپکٹر جمشید نے سر ہلا دیا..... ڈاکٹر تہ خانے والے کمرے میں آئے..... صدر سے ہاتھ ملایا اور انہیں ایک سمت میں لے چلے..... اب وہ انہیں ایک اور گھر میں لائے..... اس کا مالک بھی جاگ رہا تھا..... اسے بھی پروگرام کا پتا تھا۔

"انہیں دروازے پر لے جائیں..... ان کی گاڑی دروازے پر کسی خرابی کے سلسلے میں ذرا دیر کے لیے رکے گی..... بس وہ اس وقت گاڑی میں سوار ہو جائیں..... ویسے دروازے کا بلب رات سے ہی بجھا دیا گیا تھا..... اس لیے کافی حد تک وہاں اندھیرا ہے..... کوئی نہیں دیکھ سکے گا کہ کیا ہوا..... انہوں نے سر ہلا دیئے..... ڈاکٹر ترمذی لوٹ گئے..... پھر وہ اپنے گھر میں آئے اور ان کے کمرے سے باہر نکل کر آفیسرز والے کمرے میں آ گئے۔

"بخار اترا ہوا ہے"۔

"چلئے شکر ہے" آفیسرز بولے۔

پھر پانچ منٹ بعد انسپکٹر جمشید کمرے سے نکلے اور مسرت سے بھرپور انداز میں انہوں نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب..... خدا کا شکر ہے..... بخار بالکل اتر گیا"۔

"اوہ اچھا..... تب آپ انہیں گھر لے جائیں..... لیکن ابھی آپ کو بہت احتیاط کرنا ہوگی..... دوائیں میں لکھ کر اسے دیتا ہوں..... آپ وہ باقاعدہ استعمال کرائیں"۔

"بہت بہت شکریہ..... یہ آپ فیس کے طور پر رکھ لیں" انہوں نے ہزار ہزار کے نوٹ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیئے۔

"بس رہنے دیں..... اس کی ضرورت نہیں" ڈاکٹر بولے۔

"نہیں جناب..... یہ تو آپ کا حق ہے"۔

ڈاکٹر نے شکریہ کہہ کر نوٹ لے لیے..... اور وہ ان کے ساتھ باہر نکل آئے..... پھر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئے..... باہر کھڑا محافظ گاڑی کو دیکھتا رہا..... جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوگئی..... اور پھر وہ اس دروازے پر گھرر گھرر کی آواز کے ساتھ رکی..... انسپکٹر جمشید نے اتر کر اس کا انجن چیک کیا اور انہوں نے صدر کو سوار ہوتے دیکھ لیا تھا..... پھر وہ سوار ہوئے..... گاڑی سٹارٹ ہوگئی اور وہ آگے بڑھ گئے..... ڈاکٹر کا لکھا ہوا نسخہ ان کے پاس تھا..... صدر گاڑی کی سیٹ کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور باہر سے کسی کو نظر نہیں آسکتے تھے..... ایک اور جگہ گاڑی کو روکا گیا تو انہیں پہچان لیا گیا کہ یہ تو وہی گھرانا ہے..... جس کے بچے کو بہت تیز بخار تھا..... لہٰذا جانے دیا گیا..... اس طرح وہ خیریت سے اپنے خفیہ

ٹھکانے پر پہنچ گئے..... وہاں بیگم جمشید اب تک گہری نیند سو رہی تھیں..... عمارت کے نگران نے انہیں بتایا کہ سب خیریت ہے۔

"کیا اب میں بات کر سکتا ہوں" صدر بولے۔

"جی ہاں ضرور"۔

"سب سے پہلے تو جمشید میں معافی چاہتا ہوں..... میں نے ایوان صدر میں تم سے بہت برا سلوک کیا تھا"۔

"اوہ..... آپ اس کو بھول جائیں..... وہ کوئی بات نہیں تھی"۔

"جمشید..... تم..... تم بڑے آدمی ہو" صدر بولے۔

"یہ بات بھی نہیں ہے سر..... میں ایک معمولی انسان ہوں" وہ مسکرائے۔

"اب کیا پروگرام ہے"۔

"جب تک حالات معمول پر نہیں آجاتے..... آپ یہیں رہیں گے..... البتہ ہمیں یہاں سے جانا ہوگا..... اس لیے کہ ہمیں اب کام کرنا ہے"۔

"تم..... آخر..... کیا کرو گے جمشید..... پورے ملک کے لالچی لوگ اس کے ساتھ ہیں..... اور یہ تم جانتے ہو..... ہمارے عوام میں لالچی 90 فیصد ہیں..... صرف دس فیصد اس کی دولت کے چکر میں نہیں آئیں گے"۔

"ہمیں خود معلوم نہیں ہے سر کہ ہم کیا کریں گے..... ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے" انہوں نے لاچاری کا اظہار کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے..... لیکن مجھے حالات کس طرح معلوم ہوں گے"۔

"یہاں کا ملازم آپ کو سب کچھ بتائے گا..... آپ فکر نہ کریں..... آپ کی ضروریات کا بھی پورا پورا خیال رکھا جائے گا"۔

"اور میرے گھر والے"۔

"وہ ایوان صدر میں ہی ہیں..... ظاہر ہے..... انہیں تو بند نہیں کیا گیا تھا..... اس وقت انہیں لانا تو ممکن نہیں تھا..... اصل مسئلہ آپ کا تھا..... وہ آپ کو پھانسی پر چڑھانے کا اعلان کر چکا تھا"۔

"ہاں! یہ اعلان مجھے بھی سنایا گیا تھا"۔

"اور اعلان سن کر آپ پر کیا گزری تھی انکل صدر"۔

"میں نے یہی سوچا تھا..... جب تک اللہ کو زندگی منظور ہے..... کوئی مجھے نہیں مار سکتا..... دوسری طرف پروگرام کے مطابق پوری امید تھی کہ تم لوگ پہنچو گے"۔

دوسرے دن وہ وہاں سے نکلے..... ان کا رخ جنگل کی طرف تھا..... جس وقت سے یہ چکر شروع ہوا تھا اور خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے جنگل میں ڈیرا تھا..... وہ ان سے نہیں مل سکے تھے..... انہوں نے سوچا..... ان کی خیریت ہی معلوم کر لی جائے۔

وہ اس کٹیا میں پہنچے..... دونوں آلتی پالتی مارے آنکھیں بند کئے..... جوگیوں کی طرح سادھوؤں کے انداز میں بیٹھے تھے..... انہوں نے منہ سے آوازیں نکالیں..... تب کہیں کافی دیر بعد جا کر انہوں نے آنکھیں کھولیں۔

"کک..... کون..... ارے جمشید بھائی..... یہ آپ ہیں"۔

"حد ہو گئی..... آپ نے کیسے پہچان لیا..... کہ یہ میں ہوں..... اب تو میں میک اپ میں ہوں" انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

"دل کی آنکھوں سے پہچان لیا..... میری دل کی آنکھیں بہت روشن بہت تیز ہو گئی ہیں..... جب سے وہ میرے پیر بنے ہیں"۔

"تو آپ کے پیر بھی ہیں"۔

"جی ہاں..... اور کیا جمشید بھائی..... انوکھی طاقت ہمارے پیر بھی ہیں"۔

یار جمشید..... تم بھی ان کے پیر..... میرا مطلب ہے مرید بن جاؤ۔

"میں اپنے پہلے پیر کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں جب کہ میں نے ان میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات بھی نہیں دیکھی"۔

"اچھا چھوڑو..... آؤ بیٹھو..... امرت دھارا پیو گے"۔

"امرت دھارا..... وہ کیا ہوتا ہے" وہ بوکھلا گئے۔

"آہا..... بس مزا آجاتا ہے پی کر..... تم نے آج تک اس سے مزے کی نہیں پی ہو گی" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"ذرا دکھانا..... کیا ہوتا ہے امرت دھارا" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

دراصل انہیں خوف محسوس ہوا تھا کہ کہیں وہ کوئی نشہ آور چیز نہ ہو..... انہوں نے ایک بڑا سا برتن سامنے کر دیا..... اس میں گہری سرخ کوئی چیز تھی..... شربت جیسی..... پہلے انہوں نے اسے سونگھ کر دیکھا..... پھر انگلی سے لگا کر چکھا اور تھوک دیا۔

"بیڑا غرق..... ارے بھائی اس میں نشہ آور چیزیں ملائی گئی ہیں..... یہ تو کر دیں گی آپ لوگوں کا ستیاناس"۔

"یار جمشید بھائی..... اب ستیاناس ہو یا سوا ستیاناس..... ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے"۔

"تب آپ لوگ گئے کام سے" وہ فکر مندانہ انداز میں بولے..... اور سوچ میں ڈوب گئے۔

"آپ کیا سوچنے لگے اباجان"۔

"میں..... بس کچھ سوچ رہا ہوں..... مجھے یہاں سے گھر جانا پڑے گا..... مگر نہیں..... ہمارا گھر اب کہاں رہا..... وہ تو ملبے کا ڈھیر بن چکا ہے..... خیر..... مجھے ذرا بازار تک جانا پڑے گا..... تم یہیں ٹھہرو"۔

"جی بہتر" وہ بولے۔

"خان رحمان اور پروفیسر داؤد..... آپ ان تینوں کو کچھ دیر کے لیے ٹھہرانا منظور کریں گے"۔

"کیا کہا..... کچھ دیر کے لیے..... اماں جاؤ جمشید بھائی..... ساری زندگی ٹھہرانے کے لیے تیار ہیں..... ہم تو چاہتے ہیں..... تم چاروں بھی بس ہمارے ساتھ ایک اور کٹیا بنا لو"۔

"سوچیں گے" وہ مسکرائے۔

"کیا واقعی" خان رحمان خوش ہو گئے۔

"ہاں..... کیوں نہیں..... بس آپ ذرا ہمیں مہلت دیں"۔

"اچھا جمشید یار..... دی مہلت..... تم بھی کیا یاد کرو گے"۔

اور پھر انسپکٹر جمشید وہاں سے چلے گئے۔

"انکل..... کیا آپ ڈراما کر رہے ہیں" فاروق نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"کون سا ڈرامہ..... مدت ہوئی میں نے ٹی وی پر ڈرامے دیکھنا چھوڑ دیئے" انہوں نے کہا۔

"میرا مطلب اس ڈرامے سے ہے..... یہ جو آپ کٹیا میں رہ رہے ہیں"۔

"ارے توبہ توبہ..... کیا کوئی مرید اپنے پیر سے ڈرامہ کر سکتا ہے" انہوں نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"توبہ توبہ" پروفیسر داؤد بھی زور زور سے سر پر ہاتھ مارنے لگے۔

"اچھا بس..... اب آپ دونوں خود کو ماریں تو نہ" محمود گھبرا گیا۔

"یہ لو..... نہیں مارتے..... تم بھی کیا یاد کرو گے" پروفیسر بولے۔

"مانگو..... کیا مانگتے ہو"۔

"جی کیا مطلب؟"۔

"میں نے کہا ہے..... مانگو..... کیا مانگتے ہو"۔

"ایک عدد خربوزہ کھلا دیں" فاروق نے فوراً کہا۔

"کک..... کیا کہا..... خربوزہ" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں خربوزہ"۔

"جی ہاں ..... خربوزہ ..... وہ جس کو دیکھ کر خود خربوزہ رنگ پکڑتا ہے"۔

"اوہ..... اچھا..... لیکن بھئی..... یہ موسم خربوزوں کا کب ہے"۔

"ہو نہ ہو..... بس آپ کھلائیں..... جن کے ہاتھ میں کوئی غیبی طاقت ہوتی ہے وہ بے موسمی پھل کھلا سکتے ہیں"۔

"اچھ..... چھا..... مم..... میں کوشش کرتا ہوں" خان رحمان نے کہا اور آنکھیں بند کر کے منہ ہی منہ میں کچھ کہنے لگے..... ان کی سمجھ میں بالکل کچھ نہ آ سکا..... پھر اچانک انہوں نے چلا کر کہا۔

"اے انوکھی طاقت ایک خربوزہ دے"۔

عین اس وقت دھم سے کوئی چیز ان کے نزدیک آ گری۔

سات سلام

انہوں نے چونک کر دیکھا..... وہاں ایک خربوزہ پڑا تھا..... وہ دھک سے رہ گئے۔

"واہ ..... کیا بات ہے ..... انوکھی طاقت کی ..... اسے اب تو مان جاؤ ..... دیکھو ..... خربوزوں کا موسم نہیں ہے..... اور خربوزہ اس نے ہمارے سامنے لا کر رکھ دیا..... لو اب کھاؤ..... چاقو ہے تمہارے پاس" خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"وہ تو آپ کو معلوم ہے..... ہمارے پاس ہر وقت ہوتا ہے"۔

"ارے تو یہ لو نہ..... دیکھ کیا رہے ہو"۔

"گھر جا کر کھا لیں گے ..... آپ نے شرط پوری کر دی" محمود نے بوکھلا کر کہا..... وہ ڈر رہا تھا کہ نہ جانے یہ کیسا خربوزہ ہے۔

"شش..... شاید یہ جادو کا خربوزہ ہے" فرزانہ بڑبڑائی۔

"جج..... جادو کا خربوزہ..... ارے باپ رے" فاروق گڑبڑا گیا۔

"کیوں..... تمہیں کیا ہوا؟" محمود نے اسے گھورا۔

"یہ..... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"ناول کا تو خیر نہیں..... ہاں کسی کہانی کا نام ضرور ہو سکتا ہے"۔

"ارے میاں جاؤ..... کیوں مذاق اڑاتے ہو ہمارا..... انوکھی طاقت ناراض ہو جائے گی"۔ خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"انوکھی طاقت ناراض ہو جائے گا یا ہو جائے گی"۔

"کیا مطلب؟" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"میرا مطلب ہے..... لفظ طاقت مؤنث کے طور پر بولا جاتا ہے"۔

"مجھے تم سے اردو پڑھنے کا کوئی شوق نہیں ہے" خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"ارے بھئی..... خربوزہ تو کھلاتا"۔

محمود نے ڈرتے ڈرتے خربوزہ اٹھا لیا..... اس کو سونگھ کر دیکھا..... بالکل تازہ خربوزہ محسوس ہوا..... اب اس نے چاقو نکالا اور خربوزے کو کاٹ ڈالنا چاہا لیکن عین اس وقت جنگل میں طوفان شروع ہو گیا..... اس قدر تیز ہوا چلی کہ انہیں ایک دوسرے کو پکڑنا پڑ گیا..... انہیں یوں لگا جیسے ہوا انہیں اڑا لے جائے گی..... آندھی آئی تو خربوزہ غائب تھا..... اور ان کی کٹیا بھی غائب تھی..... اب وہ جنگل میں بیٹھے تھے..... پینے کی چیز بھی برتن سمیت غائب تھی۔

"یہ..... یہ کیسے ہوا ہے..... وہ خربوزہ کہاں گیا..... کٹیا کہاں گئی..... وہ پینے کی چیز کہاں گئی" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"اف! تم نے تو آ کر ہمارا بیڑا غرق کر دیا..... ہم تو گئے کام سے" خان رحمان کانپ گئے۔

"جی کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"انوکھی طاقت نے کہا تھا..... ہم کسی بے دین کو اپنے پاس نہ آنے دیں..... ان کی باتوں پر کان نہ دھریں..... ورنہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا..... ایک طوفان آئے گا اور سب کچھ اڑا کر لے جائے گا..... اب دیکھ لو..... لے گیا نا سب کچھ اڑا کر"۔

"ہاں لے گیا..... آپ کی کٹیا بھی گئی..... آپ کی پینے کی چیز بھی گئی..... آپ کے کپڑے وغیرہ بھی گئے اور کمال تو یہ ہے کہ وہ خربوزہ بھی گیا..... کم از کم وہ تو نہ جاتا"۔

"بھاڑ میں گیا خربوزہ..... تمہیں خربوزے کی پڑی ہے..... اور ہمیں اپنی کٹیا کی..... اب ہم جنگل میں کٹیا کے بغیر کیسے رہیں گے"۔

"یہ اپنی انوکھی طاقت سے پوچھیں"۔

"وہ..... وہ تو صاف کہہ دے گا کہ ہم نے اس کا حکم نہیں مانا..... اس لیے ایسا ہوا..... اب وہ کچھ نہیں کر سکتا' اپنی غلامی سے ہمیں نکال باہر کرے گا"۔

"ہائیں..... تو آپ اس کے غلام بن چکے ہیں"۔

"کوئی ایسے ویسے" پروفیسر بولے۔

"تب پھر..... جب آپ غلام بن چکے ہیں تو اپنے آقا سے کہیں آپ کی کٹیا واپس لادے"۔

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو..... اس نے ناراض ہو کر ہماری کٹیا کو اڑا دیا..... ہوا میں منتشر کر دیا..... اب وہ کیوں واپس لوٹانے لگا..... اب ہمیں خود ہی کٹیا پھر سے بنانا ہوگی"۔

"اچھی بات ہے..... ابا جان کو آجانے دیں..... پھر ہم آپ کی کٹیا بنوا دیں گے"۔

"توبہ ہے تم سے..... یہاں بھی ہمیں چین سے نہیں رہنے دیا" پروفیسر جل گئے۔

"اس کا مطلب ہے..... آپ اب بھی خود کو طاقت کے غلام سمجھ رہے ہیں..... یہاں تک کہ اس نے آپ سے آپ کی کٹیا تک چھین لی"۔

"ہاں! اب ہم کر ہی کیا سکتے ہیں"۔

"ہمارے ساتھ چلیے..... آپ پھر سے اپنی دنیا میں لوٹ چلیے"۔

"اس دنیا کو تو ہم سات سلام کر چکے ہیں..... اب نہیں جائیں گے" خان رحمان بولے۔

"اچھی بات ہے..... آپ کی مرضی"۔

اور پھر وہاں انسپکٹر جمشید پہنچ گئے..... کٹیا کو غائب دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے۔

"ارے یہ کیا ہوا..... وہ کٹیا کہاں گئی"۔

"اڑ گئی ہوا میں جمشید بھائی..... اڑ گئی..... اور یہ سب ان تینوں کی مہربانی سے ہوا" خان رحمان جلے کٹے انداز میں بولے۔

"کیوں بھئی..... کیا کیا تم نے؟"۔

"انہوں نے آپ کے جانے کے بعد ہم سے کہا..... مانگو کیا مانگتے ہو..... بس میرے منہ سے نکل گیا خربوزہ مانگتے ہیں" فاروق بتانے لگا۔

"کیا کہا..... خربوزہ"۔

"جی ہاں! اس لیے کہ خربوزہ خربوزے دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے"۔

"یہ کیا بات ہوئی..... اس بات کا تعلق رنگ پکڑنے یا نہ پکڑنے سے کیسے ہو گیا" انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

"تو ہم نے کب کہا کہ اس بات کا تعلق رنگ پکڑنے سے ہے یا نہیں ہے"۔

"دماغ نہ چاٹو..... صاف بتاؤ" وہ جھلا اٹھے۔

"صاف بات یہی ہے کہ انہوں نے کہا مانگو..... کیا مانگتے ہو..... ہم نے کہ دیا..... خربوزہ..... فوراً ہی کٹیا میں ایک خربوزہ آگرا"۔

"دھت تیرے کی..... کیا اوٹ پٹانگ بات کہ رہے ہو..... یہاں کٹیا کہاں ہے"۔

"کچھ دیر پہلے تک تھی..... جس میں آپ ہمیں چھوڑ گئے تھے"۔

"اچھا خیر..... ارے لل..... لیکن بھئی..... یہ موسم تو خربوزوں کا ہے بھی نہیں"۔

"تو پھر اس میں ہمارا کیا قصور ابا جان" محمود نے منہ بنایا۔

"ہاں خیر..... یہ بھی ٹھیک ہے..... آگے چلو"۔

"خربوزہ آ کر گرا..... اب میں نے اس کو چاقو سے کاٹنا چاہا..... تاکہ کھا کر دیکھ سکیں کہ وہ واقعی خربوزہ ہے یا کوئی اور چیز..... ابھی چاقو نہیں چلا تھا کہ فوراً طوفان شروع ہو گیا..... کٹیا اڑ گئی..... پینے کی وہ چیز اڑ گئی..... اور تو اور ان کے کپڑے تک اڑ گئے..... اب بتائیں..... اس میں ہمارا کیا قصور ہے"۔

"کوئی قصور نہیں..... میں سمجھ گیا" وہ مسکرائے۔

"آپ کیا سمجھ گئے"۔

"یہ کہ وہ خربوزہ نہیں تھا..... کوئی گول پتھر تھا..... جو تم لوگوں کو خربوزہ نظر آیا"۔

"جی..... جی نہیں..... وہ صاف خربوزہ تھا"۔

"ارے بھئی اس وقت تم ہپناٹزم کے زیر اثر تھے..... ہپناٹزم کے ذریعے تو پتھر کے ایک ٹکڑے کو ہاتھ دکھایا جا سکتا ہے..... لہٰذا تمہیں ایک پتھر دکھایا گیا تھا، لیکن وہ تمہیں خربوزہ نظر آیا"۔

"اوہ..... اوہ" وہ دھک سے رہ گئے۔

"پھر اس سے پہلے کہ تم اس بات کو چیک کر سکتے..... انہوں نے سب کچھ اڑا دیا..... کٹیا بھی..... وہ پینے کی چیز بھی اور وہ خربوزہ بھی..... ارے ہاں وہ خربوزہ ہو سکتا ہے..... بالکل نقلی والا..... جیسے لکڑی کے بنے ہوتے ہیں"۔

"اوہ..... ضرور یہی بات ہو گی..... لیکن کیا کریں..... ہمارے انکل اب یہاں کیسے رہیں گے..... کیا آپ اب ان کے لیے کٹیا بنائیں" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"کیوں بھئی..... آپ کیا کہتے ہیں اس بارے میں"۔

"ہم نہیں جائیں گے..... کٹیا ہو یا نہ ہو..... یہیں رہ کر اللہ اللہ کریں گے"۔

"لیکن اب ہم آپ کو یہاں نہیں رہنے دیں گے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا کہا..... یہاں نہیں رہنے دیں گے..... جمشید بھائی..... آپ ہوتے کون ہیں ہمیں یہاں سے لے جانے والے جب کہ ہم نہیں جانا چاہتے اور ہم ہیں اپنی مرضی کے مالک..... اپنی ضد کے پکے"۔

"میں جمشید بھائی ہوں" انہوں نے منہ بنایا۔

"ہوں گے..... ہمیں اس سے کیا"۔

"یہ رومال دیکھا ہے" انہوں نے جیب سے ایک رومال نکال کر ان کی طرف کیا۔

"ہاں رومال ہے تو پھر..... اس سے کیا ہوتا ہے..... اب کیا تم ہمیں اس رومال سے ڈراؤ گے"۔

"نہیں..... یہ رومال آپ کو ہمارے ساتھ لے جائے گا"۔

"حد ہو گئی..... اس رومال کی اتنی جرات"۔

"پروفیسر داؤد تنگ کر بولے..... انہیں ہنسی آ گئی..... ایسے میں اچانک انسپکٹر جمشید نے رومال خان رحمان کے ناک سے لگا دیا..... وہ فوراً بے ہوش ہو گئے۔

"یہ یہ..... یہ کیا" پروفیسر بوکھلا گئے۔

"یہ یہ..... یہ" انسپکٹر جمشید نے کہا اور ان کے ناک سے بھی رومال لگا دیا، اس سے پہلے وہ خان رحمان کو زمین پر لٹا چکے تھے..... وہ بھی بے ہوش ہو گئے..... اب ان دونوں کو گاڑی میں لادا گیا اور انہیں بھی اس خفیہ عمارت میں لایا گیا..... بیگم جمشید کی طرح انہیں بھی ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں..... ملک کا صدر اب سرجاری ہے..... شیطان مکمل طور پر اس کے ساتھ ہے..... وہ کس روپ میں اس کے ساتھ ہے..... یہ ہم ابھی تک معلوم نہیں کر سکے..... اگر ہم نے جلد اس کا کچھ نہ کیا تو وہ سرجاری کے ذریعے ہمارے ملک کے زیادہ تر عوام کو گمراہ کر دے گا..... ایک خدا کی عبادت سے ہٹا لے گا..... پہلے نماز سے ہٹائے گا..... جنگلوں میں یا گھروں میں بٹھا کر اللہ اللہ کرائے گا..... پھر اللہ اللہ کرنا بھی چھڑا دے گا اور بتوں کی پوجا کرائے گا..... یا قبروں کی پوجا کرائے گا..... کیونکہ شرک کے یہ آسان ترین راستے ہیں..... لہٰذا ہمیں اس کے خلاف جلد از جلد کچھ کرنا ہو گا"۔

"لیکن کیسے..... ہمارے سامنے تو کوئی راستا نہیں ہے..... کوئی طریقہ نہیں ہے..... آخر ہم کیا کریں..... اب فوج اس کے ساتھ ہے..... پولیس اس کے ساتھ ہے"۔

"اصل ضرورت پہلے اس شیطان سے نبٹنا ہے..... جو اس کو اپنے راستے پر چلا رہا ہے..... جب ہم اس پر قابو پا لیں گے..... سرجاری تو پھر اپنی موت آپ مر جائے گا"۔

"پہلے تو ذرا ہم شہر کی خبریں سن لیں"۔

انہوں نے ریڈیو اور ٹی وی آن کر دیا ..... خبریں سننے لگے ..... شہر کی خبریں ہولناک تھیں ..... سرجاری کے احکامات جاری ہو رہے تھے ..... وہ یہ تھے۔

"اب مسجدوں میں نماز کے لیے نہ آؤ"۔

"اپنے گھروں میں نماز پڑھو ..... اول تو اس کی بھی ضرورت نہیں"۔

"مرنے کے بعد کچھ نہیں ہو گا ..... نہ قیامت آئے گی ..... نہ جنت دوزخ کا کوئی وجود ہے"۔

"لہٰذا دن رات عبادتیں کرنے کے کیا ضرورت ہے ..... کھاؤ پیو عیش کرو ..... یہ زندگی چند روزہ ہے ..... جتنی بھی عیش کی جائے ..... کم ہے ..... جتنی عیاشی کی جائے کم ہے۔

نکاح کرنا بے کار سی بات ہے ..... مرد عورت بالکل آزاد ہیں ..... حکومت کی طرف سے ان پر کوئی کسی قسم کی پابندی نہیں"۔

"عبادت کا زیادہ ہی شوق ہے ..... تو اپنے گھروں میں اپنے بزرگوں کے بت بنا کر رکھ لو ..... ان کے سامنے سجدہ کر لیا کرو ..... تمہاری عبادت پوری ہو جائے گی"۔

"مسجدوں سے اب اذانیں نہ دی جائیں"۔

وہ یہ اعلانات سن کر دھک سے رہ گئے ..... سرجاری نے تو فوری طور پر اپنا کام شروع کر دیا تھا ..... انسپکٹر جمشید پکار اٹھے۔

"اب اس شخص کو مہلت دینا بالکل غلط ہو گا ..... اب مجھے میدان عمل میں آنا ہو گا"۔

"آپ ..... آپ کیا کریں گے" فرزانہ چونکی۔

"بس دیکھتے جاؤ ..... تیاری کر لو ..... ہم آج رات اپنا کام کریں گے"۔

"جی بہت بہتر"۔

رات کے بارہ بجے وہ روانہ ہوئے ..... ڈاکٹر ترمذی کے گھر میں داخل ہوئے، وہاں سے ایوان صدر پہنچے ..... صدر کا خاص آدمی اس وقت سو رہا تھا ..... کیونکہ ان کے اس پروگرام کا اسے علم نہیں تھا ..... انہوں نے اسے جگایا ..... اس نے حیران ہو کر انہیں دیکھا۔

"اوہ! یہ آپ ہیں"۔

"ہاں! سرجاری حد سے بڑھ گیا ..... اس نے فوراً ہی اسلام پر عمل روکنے کی کوشش شروع کر دی ..... لہٰذا یہ ناقابل برداشت ہے ..... اس لیے ہم آ گئے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک ..... میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ آپ کو حرکت میں آ جانا چاہیے"۔

"تو پھر ہمیں صدر والے کمرے تک لے چلیے"۔

"آپ کریں گے کیا" وہ گھبرا گیا۔

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

"اسے لے جائیں گے"۔

"اوہ..... یہ خطرناک ہو گا..... اس طرح تو کھلبلی مچ جائے گی"۔

"مچنے دیں..... کیا اس نے ہمارے ملک میں کھلبلی نہیں مچائی..... اب ان لوگوں میں کھلبلی مچنے کی باری ہے"۔

"آیئے پھر..... لیکن اس وقت اس کے کمرے کے گرد قریب قریب پچاس آدمی مقرر ہیں"۔

"کوئی بات نہیں" وہ بولے۔

اس کے پیچھے چلتے وہ اس کمرے تک پہنچے..... جس کے آگے صدر کا کمرہ تھا اور جہاں پچاس آدمی پھر رہے تھے..... انہوں نے خاص آدمی کو واپس لوٹ جانے کا اشارہ کیا..... تاکہ اسے کوئی نہ دیکھ سکے..... پھر جیب سے گیس پستول نکالا اور کمرے میں گیس فائر کر دی..... پورے برآمدے میں گیس پھیل گئی..... آن کی آن میں پہرے دار گرتے چلے گئے..... جلد ہی میدان صاف ہو گیا..... اب وہ کمرے کے دروازے پر آئے..... دروازہ اندر سے بند تھا..... لیکن اس کو کھولنے کا طریقہ انہیں آتا تھا..... لہٰذا دروازہ بھی کھل گیا۔

سرجاری گہری نیند میں تھا' انہوں نے اسے بے ہوش کیا' کندھے پر ڈالا اور واپس چل پڑے۔

یہ سارا کام خیریت سے مکمل ہو گیا..... لیکن دوسرا دن ان کے لیے حیران کن ترین دن تھا۔

انوار الادب لائبریری
تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان

انوار الادب لائبریری
تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

مشکلات

"اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے پورے ملک میں یہ اعلان نشر کیا جا رہا تھا کہ آج دوپہر ٹھیک بارہ بجے..... صدر مملکت عوام سے خطاب فرمائیں گے۔

انہوں نے اس اعلان کو حیرت زدہ انداز میں سنا..... پڑھا اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

"ایسا کیسے ہو گیا..... جب کہ صدر ہمارے قبضے میں ہے"۔

"یہ اعلان کل طے ہوا ہو گا..... اس کے مطابق نشر کیا گیا..... اس وقت تک کسی کو معلوم ہی نہیں ہے صدر اپنے کمرے میں نہیں ہیں..... جب معلوم ہو گا..... اس وقت اس اعلان میں تبدیلی کی جائے گی..... اور ایوان صدر کے لوگوں کو ناشتے کا وقت ہونے سے پہلے پتا نہیں چلے گا..... لہٰذا کچھ دیر اور انتظار کرو" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

پھر ناشتے کا وقت گزر گیا..... اس اعلان کی تردید پھر بھی نہ کی گئی.....

اب ان کی حیرت بڑھی۔

"شاید ابھی بھی کسی کو پتا نہیں چل سکا کہ صدر وہاں نہیں ہیں"۔

"اب تو کافی دیر ہو گئی"۔

"بھئی یہ ہمارے صدر تو ہیں نہیں جو نماز کے وقت اٹھ جاتے تھے..... ملازمین وغیرہ اسی خیال میں ہوں گے کہ صدر صاحب پڑے سو رہے ہوں گے..... انہیں کون جگائے..... جاگ جائیں گے خود ہی" انہوں نے کہا۔

"خیر..... بارہ بجنے کے قریب تو انہیں جگانا ہی پڑے گا..... ورنہ پھر صدر ٹی وی پر تقریر کیسے کریں گے" محمود نے منہ بنایا۔

اور پھر بارہ بج گئے.....ٹی وی آن تھا..... اس پر اعلان کیا گیا۔

"اب صدر مملکت قوم سے خطاب کریں گے ..... صرف چند لمحے بعد"۔

وہ دھک سے رہ گئے..... پھر سکرین پر انہیں سرجاری نظر آیا۔

"تب پھر یہ ریکارڈ شدہ تقریر ہے..... یا سرجاری کے میک اپ میں کوئی اور ہے"۔

"ٹی وی سٹیشن فون کر کے معلوم کر لیتے ہیں" فرزانہ بولی۔

"ہرگز نہیں ..

پھر ناشتے کا وقت گزر گیا..... اس اعلان کی تردید پھر بھی نہ کی گئی.....

ان کی حیرت بڑھی۔

"شاید ابھی بھی کسی کو پتا نہیں چل سکا کہ صدر وہاں نہیں ہیں"۔

"اب تو کافی دیر ہو گئی"۔

"بھئی یہ ہمارے صدر تو ہیں نہیں جو نماز کے وقت اٹھ جاتے تھے..... ملازمین وغیرہ اسی خیال میں ہوں گے کہ صدر صاحب پڑے سو رہے ہوں گے..... انہیں کون جگائے..... جاگ جائیں گے خود ہی" انہوں نے کہا۔

"خیر..... بارہ بجنے کے قریب تو انہیں جگانا ہی پڑے گا..... ورنہ پھر صدر ٹی وی پر تقریر کیسے کریں گے" محمود نے منہ بنایا۔

اور پھر بارہ بج گئے.....ٹی وی آن تھا..... اس پر اعلان کیا گیا۔

"اب صدر مملکت قوم سے خطاب کریں گے ..... صرف چند لمحے بعد"۔

وہ دھک سے رہ گئے..... پھر سکرین پر انہیں سرجاری نظر آیا۔

"تب پھر یہ ریکارڈ شدہ تقریر ہے..... یا سرجاری کے میک اپ میں کوئی اور ہے"۔

"ٹی وی سٹیشن فون کر کے معلوم کر لیتے ہیں" فرزانہ بولی۔

"ہرگز نہیں ..... اس طرح تو ہمارا سراغ لگا لیا جائے گا"..... انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"اوہ ہاں..... یہ بھی ہے"۔

"تب پھر..... کیسے معلوم ہو کہ یہ تقریر ریکارڈ شدہ ہے..... یا پھر براہ راست..... اگر براہ راست ہے تو سرجاری کی جگہ کون تقریر کر رہا ہے" فاروق جلدی جلدی بولا۔

"اوہو..... یہ بھی تو ہو سکتا ہے" محمود نے چونک کر کہا۔

"کیا ہو سکتا ہے..... درمیان میں رک کیوں جاتے ہو" فرزانہ جھلا اٹھی۔

"یہ کہ ہم نقلی سرجاری کو اٹھا لائے ہوں"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"اوہ..... دھت تیرے کی..... ضرور یہی بات ہے" انسپکٹر جمشید نے یوں جھلا کر کہا۔

"اگر بات یہی ہے..... تو وہ ہمارا دل ہی دل میں خوب مذاق اڑا رہا ہو گا"۔

"نن نہیں..... آؤ..... دیکھتے ہیں..... ہم جسے اٹھا لائے ہیں..... وہ کون ہے"۔

وہ عمارت کے اس کمرے میں آئے..... جس میں سرجاری کو رکھا گیا تھا..... وہ اب تک ہوش میں آ چکا تھا۔

"میں کہاں ہوں..... یہ کون سی جگہ ہے"۔

"اس سے پہلے آپ بتائیں..... آپ کون ہیں"۔

"مم..... میں..... میں آر ڈی کونڈا"۔

"آر ڈی کونڈا..... کیا مطلب؟" حیران ہو کر بولے۔

"ہاں! میں آر ڈی کونڈا ہوں"۔

"محمود..... ذرا اسے آئینہ دکھاؤ"۔

محمود نے آئینہ اس کے منہ کے ساتھ کر دیا..... وہ بری طرح اچھلا اور بولا۔

"یہ..... یہ میں سرجاری کیسے بن گیا..... نہیں نہیں میں آر ڈی کونڈا ہوں"۔

"ایک منٹ" انسپکٹر جمشید نے الجھن کے عالم میں کہا۔

اور پھر اس کے چہرے کا جائزہ لیا گیا..... جلد ہی وہ میک اپ اتارنے میں کامیاب ہو گئے..... اور پھر وہ بری طرح اچھلے..... ایوان صدر کا نائی تھا..... ایوان صدر کے ملازمین کا نائی..... وہ اسے جانتے تھے۔

"یہ تو واقعی تم ہو"۔

"اور آپ کون ہیں..... آوازیں تو جانی پہچانی ہیں"۔

"میں انسپکٹر جمشید ہوں" وہ فکر مندانہ انداز میں بولے۔

"وہاں..... واقعی یہ آواز آپ کی ہی ہے"۔

"لیکن مسٹر کونڈا..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے"۔

"یہ کہ آپ کے چہرے پر سرجاری کا میک اپ کر دیا گیا اور آ
اس بات کا پتا تک نہیں چلا..... پھر آپ کو صدر والے کمرے میں سلا
..... آپ کو پتا تک نہیں چلا..... پھر آپ کو اغوا کر کے ہم یہاں لے آئے
لیکن آپ کو پتا نہیں چلا..... ابھی آپ کہ رہے تھے..... میں کون ہوں"۔

"اوہ ہاں واقعی..... یہ بات بھی ہے" وہ مسکرایا۔

"کیا بات ہے..... صاف صاف کہیں"۔

"مجھے یہی کہا گیا تھا" اب اس کے چہرے میں طنز نظر آیا..... وہ چ
اٹھے..... انہیں اپنی پریشانی میں اضافہ ہوتا محسوس ہوا۔

"کیا کہا گیا تھا..... مسٹر آرڈی..... آپ ہمارا وقت ضائع کر
کوشش کر رہے ہیں"۔

"ہاں! یہ بات بھی ٹھیک ہے" اس نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب..... کیا ٹھیک ہے"۔

"یہ کہ میں آپ لوگوں کا وقت ضائع کر رہا ہوں"۔

"اف مالک..... یہ سب کیا ہے..... ارے بھائی جلدی بتاؤ"۔

"سرجاری نے جب دیکھا..... کہ صدر کو اغوا کر لیا گیا ہے.....
بہت آسانی سے اغوا کر لیا گیا ہے تو انہوں نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ اب ا
جمشید انہیں بھی اغوا کرنے کی کوشش کریں گے..... چنانچہ انہوں نے نہا

رازدارانہ انداز میں میرے چہرے پر سرجاری کا میک اپ کرایا اور مجھے
اپنے کمرے میں سلا دیا..... بس یہ ہے کہانی..... اب اس کہانی میں جو خاص
بات ہے..... وہ اور ہے"۔

"اور وہ کیا ہے؟"۔

"یہ کہ انہوں نے ایک کام اور کیا تھا..... آپ لوگوں کا سراغ نہیں
لگ رہا تھا..... کوشش کے باوجود پولیس اور فوج آپ لوگوں کو تلاش نہیں
کر سکتی تھی..... چنانچہ انہوں نے میرے جسم کے ساتھ چند ایسے آلات
بندھوا دیئے تھے کہ ان کی مدد سے پولیس اور فوج یہاں تک پہنچ جائے"
اس نے کہا اور اچانک خاموش ہو گیا۔

"نہیں!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

عین اس لمحے سپیکر پر آواز بلند ہوئی۔

"اس عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے..... اس کے علاوہ
آرڈی کونڈا کے جسم کے اندر ایک ریموٹ بم رکھا گیا ہے..... اس بم کو
آپریشن کے بغیر نکالا نہیں جا سکتا..... جب کہ ہم صرف ایک بٹن دبائیں گے تو
اس کے جسم کے اندر وہ بم پھٹ جائے گا..... اور یہ کونڈا..... بلاوجہ مارا
جائے گا..... بم اس کے جسم میں کہاں رکھا گیا..... یہ اسے بھی نہیں پتا.....
اسے بے ہوش کر کے ایسا کیا گیا تھا جس وقت آپ اسے اٹھا کر لائے.....
آپ نے اپنے خیالات میں اسے بے ہوش کیا تھا..... لیکن یہ پہلے ہی بے

ہوش تھا..... اور اس ساری بات کا ثبوت یہ ہے کہ صدر کا وہ خاص آدمی ہے جس نے دونوں بار آپ کی مدد کی تھی وہ بھی اس وقت ہمارے قبضہ میں ہے..... اگر آپ چاہیں تو اس کی آواز سن لیں..... اگر آپ نے خود کو ہمارے حوالے نہیں کیا..... تو ہم اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیں گے..... اس طرح دو بے گناہوں کا خون آپ کی گردنوں پر ہو گا..... اب فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے..... یہ لیں..... اس خاص آدمی کی آواز سن لیں"۔

اس کے ساتھ ہی آواز سنائی دینے لگی۔

"یہ ٹھیک ہے سر..... میں ان کے قبضے میں ہوں" انہوں نے اس وقت مجھے گرفتار کر لیا تھا جب آپ سرجاری کو لے گئے تھے..... مجھے بھی گرفتار کرنے کے بعد بتایا کہ آپ سرجاری کو نہیں..... آڈی کونڈا کو لے گئے ہیں"۔

ان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی..... اس بار انہیں بری طرح چکر دیا گیا تھا..... اور وہ آسانی سے ان کے جال میں آ گئے تھے..... چنانچہ سوچتے رہنے کے بعد انہوں نے آرڈی کونڈا کی طرف دیکھا۔

"کیا واقعی آپ کے جسم میں بم ہے"۔

"مم..... مجھے یہ بات نہیں بتائی گئی..... اگر ایسا ہے..... تو میں تو گیا کام سے"۔

"نہیں..... آپ فکر نہ کریں..... ہم خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیں گے..... آپ کی موت کا سبب نہیں بنیں گے"۔

"کک..... کیا واقعی"۔

"ہاں واقعی..... اس لیے کہ اس سارے پروگرام میں آپ کا کوئی قصور نہیں..... چلو بھئی چلیں" انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"انسپکٹر جمشید..... آپ صدر کو بھی ساتھ لے کر آئیں گے..... ورنہ یہ دونوں نہیں بچیں گے" باہر سے کہا گیا۔

"کون دونوں؟"۔

"آرڈی کونڈا اور خاص آدمی"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ صدر صاحب کے کمرے میں آئے..... انہیں ساری صورت حال بتائی..... صدر کا بھی رنگ اڑ گیا۔

"یہ کیا ہوا جمشید"۔

"بس سر..... ہم ان کے جال میں آ گئے..... ان کی چال بہت زبردست تھی"۔

"اچھی بات ہے..... اللہ مالک ہے..... چلو پھر"۔

اور وہ سب ہاتھ اوپر اٹھائے عمارت سے باہر آ گئے..... لیکن انہوں نے بیگم، پروفیسر داؤد اور خان رحمان کو ساتھ نہیں لیا تھا..... نہ پولیس اور

فوج کو یہ بات معلوم تھی کہ وہ انہیں بھی اس جگہ لا چکے ہیں..... اس طرح عمارت کے ملازم بھی اندر ہی آ گئے..... وہ خفیہ کمرے میں تھے..... اگر پولیس اور فوج اندر آ کر تلاشی لیتے تو بھی وہ لوگ انہیں نہ ملتے..... یہ لوگ بھی اندر چھپ سکتے تھے..... لیکن ایوان صدر کے خاص آدمی کے لیے انہیں خود کو ان کے حوالے کرنا پڑا۔

وہ باہر نکلے تو فوج اور پولیس کے آفیسرز نے انہیں طنزیہ انداز میں دیکھا..... صاف ظاہر ہے..... ان کی گرفتاری کے لیے انہوں نے فوج اور پولیس میں سے ان لوگوں کو چنا ہو گا..... جو ان کے بدترین دشمن تھے..... اور اسلام دشمن عناصر ان سے نفرت کرتے تھے..... یہ بات سب کو معلوم تھی..... یہ بات بھی کسی سے چھپی نہیں تھی کہ فوج میں جاپانی بھی ملازم تھے..... عیسائی بھی اور ان جیسے کچھ اور بھی..... ان حالات میں ایسے لوگوں کو چھانٹ کر بھیجنا ان کے لیے کیا مشکل تھا۔

"کیا خیال ہے انسپکٹر جمشید..... تم خود کو بہت ذہین خیال کرتے ہو..... اور سمجھتے ہو..... عقل کے میدان میں کوئی تمہیں شکست نہیں دے سکتا"۔

"نہیں..... میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا"۔

"اچھا خیر..... اب اندر اور کون کون ہے"۔

"آپ خود اندر دیکھ لیں"۔

"اچھی بات ہے..... اندر کی تلاشی لو بھئی" ایک آفیسر نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔

وہ اندر گئے اور کچھ دیر بعد واپس آ گئے..... انہوں نے نفی میں سر ہلا دیے۔

"نہیں سر..... اندر اب کوئی نہیں ہے"۔

"بہت خوب..... ہتھکڑیاں پہنا دو انہیں"۔

عین اس وقت وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا..... فوجی آفیسر نے سیٹ کو آن کیا۔

"یس سر..... بات کر رہا ہوں"۔

"کیا رہا"۔

"گرفتاری سر"۔

"سب کی"۔

"ہاں سر..... سب کی..... صدر بھی موجود ہیں"۔

"ان سب کو اس طرح نہیں لایا جائے گا"۔

"تب پھر"۔

"اس جگہ سے لے کر ایوان صدر تک لوگ نظارہ کریں گے..... ان کے جسموں کو زنجیروں سے جکڑا جائے گا..... اس وزن کو گھسیٹتے ہوئے یہ لوگ ایوان تک خود چل کر آئیں گے" یہ آواز سرجاری کی تھی۔

"جو حکم"۔

"اور اس غدار کو ان کے سامنے وہیں پھڑکا دیا جائے"۔

"آرڈی کونڈا کو سر؟"۔

"نہیں..... وہ غدار نہیں ہے..... اس نے تو ہمارا ساتھ دیا ہے"۔

"میں سمجھ گیا سر..... دوسرا جس نے صدر کو اغوا کرنے میں مدد دی"۔

"ہاں! اسی کو..... سیٹ آن رہنے دو..... میں گولیاں چلنے کی آواز سننا چاہتا ہوں"۔

"او کے سر" یہ کہ کر اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔

"صدر کے اس خاص آدمی کو شوٹ کر دیا جائے"۔

"نہیں نہیں..... اسے نہیں..... مجھے شوٹ کرو" صدر چلائے۔

"آپ کی باری بعد میں آئے گی..... آپ کو پھانسی کا حکم تو پہلے ہی ہو چکا ہے"۔

"مجھے اس کی پروا نہیں..... بس تم لوگ اسے نہ مارو"۔

"ہمیں افسوس ہے..... محترم سابق صدر..... ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے..... اس لیے کہ اگر ہم سرجاری کا حکم نہیں مانیں گے، وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا"۔

"سر..... آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں..... بادشاہوں کا ساتھ دینے والوں پر ایسے وقت آیا ہی کرتے ہے..... خود آپ کو بھی یہ لوگ مار ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں..... میں تو ہوں کس کھیت کی مولی"۔

"پھر بھی..... تمہیں میری وجہ سے ہلاک کیا جارہا ہے..... مجھے دکھ تو محسوس ہوگا نا"۔

"بس آپ میرے لیے دعا کریں"۔

اس وقت وائرلیس سے آواز آئی۔

"یہ کیا..... اب تک گولیوں کی آواز نہیں آئی"۔

"لیجیے سر"۔

ساتھ ہی اس نے اشارہ کر دیا..... فائر ہوئے اس وفادار کا جسم تڑپا اور ساکت ہو گیا۔

ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"آرڈی کونڈا کو عزت اور احترام سے لایا جائے"۔

"بہت بہتر سر"۔

"وہیں کھڑے رہو..... پہلے ٹی وی اور ریڈیو پر اعلانات کیے جائیں گے..... تاکہ وہ سڑکوں پر جمع ہو جائیں..... ہر طرف ان کا استقبال کیا جائے"۔

"جی بہتر"۔

اس کے بعد اعلانات ہونے لگے ..... لوگ سڑکوں پر آنے لگے ..... ان میں سے بہت سے رو رہے تھے..... بہت سے خوش تھے ..... لیکن رونے والے اپنے آنسوؤں کو چھپانے کی کوشش کر رہے تھے..... پھر جلوس شروع ہوا۔

انہیں اس وقت تک زنجیریں پہنائی جا چکی تھیں..... وہ بہت وزنی تھیں ..... ان کے ساتھ چلنا بہت مشکل تھا..... لیکن انہیں چلنا تھا..... چلنے کا حکم تھا ..... وہ گھسٹ کر چل رہے تھے ..... جب یہ دیکھا گیا تو آفیسر نے سرجاری کو اطلاع دی۔

"سر وزن کی وجہ سے یہ تیز نہیں چل سکتے..... اس طرح تو یہ جلوس ایوان صدر میں کئی دن میں پہنچے گا"۔

"اچھا..... وزن کچھ کم کر دو" میں آج ہی انہیں ایوان صدر میں دیکھنا چاہتا ہوں" کہا گیا۔

"او کے سر"۔

اس طرح چلنا ان کے لیے آسان ہو گیا..... دس گھنٹے تک ان کا جلوس چلا' بے شمار لوگوں نے یہ دردناک منظر دیکھا..... ان کے پیروں سے خون رسنے لگا تھا..... راستے میں شیشے کے ٹکڑے بکھیر دیئے تھے..... ان ٹکڑوں سے بچنے کی کوشش کے باوجود ان کے پیر زخمی ہو گئے تھے..... اس طرح زخمی پیروں کے ساتھ وہ ایوان صدر تک پہنچے۔

انہوں نے دیکھا سرجاری ان کے استقبال کے لیے عجیب انداز میں موجود تھا۔

دل کی آواز

اس کے ایک ہاتھ میں بہت خوفناک قسم کا کوڑا تھا..... جب کہ دوسرے ہاتھ میں ایک عجیب سی چھڑی تھی..... سیاہ رنگ کی چھڑی تھی..... لیکن اس کے ہر ہر ٹیڑھے پن پر سرخ رنگ کا نقطہ تھا..... ان سرخ نقطوں نے اس چھڑی کو اور خوفناک بنا دیا تھا اور کوڑا' وہ بھی سیاہ تھا..... اور اس طرح چمک رہا تھا جیسے اس پر تیل ملا گیا ہو۔

"آ گئے غدار..... باغی..... ملک اور قوم کے دشمن"۔

"ہاں سر..... یہ حاضر ہیں اور جس طرح آپ نے حکم فرمایا تھا انہیں اسی طرح لایا گیا ہے"۔

"بہت خوب..... ایک ایک کو میرے سامنے سے گزار کر اندر لے جایا جائے" اس نے حکم دیا۔

"بہت بہتر سر" کہا گیا۔

اب سب سے پہلے انسپکٹر جمشید کو آگے بڑھایا گیا ..... جونہی وہ سرجاری کے سامنے پہنچے اس کے دونوں ہاتھ ایک ہی وقت میں حرکت میں آئے ..... کوڑا ان کے جسم پر اور چھڑی ان کے سر پر پڑی ..... ان کے منہ سے چیخ نکل گئی ..... انہیں بہت شدید تکلیف پہنچی تھی ..... ساتھ میں انہیں خود پر افسوس ہوا کہ وہ چیخ اٹھے کیوں‘ اس طرح ان کے ساتھیوں کا برا حال ہو جائے گا ..... وہ سوچیں گے ..... جب میرا یہ حال ہوا ہے تو ان کا کیا ہو گا ..... اسی وقت انہوں نے دیکھا ..... سرجاری کے ہاتھ پھر بلند ہو رہے تھے ..... انہوں نے ہونٹ مضبوطی سے بھینچ لیے اور یہ دل میں فیصلہ کیا کہ اب ان کے منہ سے چیخ نہیں نکلے گی ..... کوڑا اور چھڑی پھر ان کے جسم پر پڑے ..... کوشش کے باوجود پھر چیخ بلند ہوئی ..... ان سے رہا نہ گیا ..... اپنی چیخ کو روک نہ سکے ..... ساتھ ہی انہیں اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہوئی ایسے میں سرجاری کی آواز ابھری۔

”حیرت ہے ..... کمال ہے“۔

”سر ..... کس بات پر حیرت محسوس ہوئی آپ کو“ اس کے ایک درباری نے کہا۔

”دو ہاتھ کھا کر بھی یہ صاحب کھڑے ہیں ..... جب کہ“ وہ کہتے کہتے رک گیا۔

”جب کہ ..... نہیں چھوڑو ..... جب کہ کو رہنے دو ..... خیر ایک اور سہی“۔

اور اس نے تیسرا وار کیا ..... انسپکٹر جمشید کی چیخ پھر بلند ہوئی‘ ساتھ ہی وہ دھڑام سے گرے اور مکمل طور پر بے ہوش ہو گئے۔

”یہ کام پہلی چوٹ پر ہونا تھا ..... اس بات پر حیرت ہوئی تھی مجھے“ سرجاری نے اب بھی حیرت کے عالم میں کہا۔

”ہو سکتا ہے ..... یہ بہت سخت جان ہوں“۔

”نہیں ..... یہ اس حد تک سخت جان نہیں ہیں کہ ان دونوں چیزوں کی تین چوٹیں برداشت کر سکتے ..... یہ کوئی اور بات تھی“ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”جی ..... کیا فرمایا ..... کوئی اور بات تھی“۔

”ہاں! میں خود نہیں سمجھ سکا کہ وہ کیا اور بات ہے ..... بہر حال اسے اٹھا کر اندر کی طرف سرکا دو ..... دوسرے کو آگے لے آؤ“۔

انہیں بے دردی سے گھسیٹ کر آگے لے جایا گیا۔

اس طرح باری باری ان سب کو کوڑے اور چھڑی سے مارا گیا ..... وہ دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہے ..... اور مار کھاتے رہے ..... یہاں تک کہ سب بے ہوش ہو گئے۔

"ان لوگوں کو کڑی نگرانی میں رکھا جائے ..... تہ خانے میں ڈال دو ..... کل میدان میں انہیں پھانسی دی جائے گی ..... پھانسی کی اس تقریب میں میں بھی شرکت کروں گا"۔

"بہت بہتر سر" جواب میں کہا گیا۔

انہیں گھسیٹ گھسیٹ کر تہ خانے تک لایا گیا..... وہ سب مکمل طور پ بے ہوش تھے..... ساکت تھے۔

"یہ بالکل بے ہوش ہیں..... زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں..... او سے موٹی سلاخوں کے دروازے کے دوسری طرف ہیں..... پھر یہ قید خان تہ خانے کا ایک حصہ ہے..... گویا تہ خانے کا دروازہ بھی ان پر بند ہے .... ان حالات میں..... کیا فرار ہو سکیں گے..... لہٰذا کیوں نہ ہم آرام کریں .... آج ان لوگوں کی وجہ سے ہم کس قدر تھکے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک ..... یہ کسی طرح بھی یہاں سے نکل نہیں سکتے ..... ہ آرام کریں گے..... کل ان کی خبر لیں گے"۔

دوسرے دن جب وہ سب قید خانے میں داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر ا کی سٹی گم ہوگئی ..... کہ وہاں زنجیریں پڑی تھیں اور ان کے قیدی غائب تھ ..... وہ دھک سے رہ گئے' ان کے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے..... رنگ اڑ گئے کہ اب آئی مصیبت۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں ..... سرجاری تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا"۔

"ہمارے پاس اب ایک ہی راستا ہے" ایک نے سرگوشی کی۔

پھر اس نے ان کے کانوں میں بتایا کہ ان کے پاس کون سا راستا ہے ..... دوسرے ہی لمحے انہوں نے اس راستے کو اپنا لیا۔

ادھر پورے ملک میں یہ اعلانات ہو رہے تھے..... آج شام غداروں کو بڑے میدان میں پھانسی دی جائے گی..... شام چار بجے انہیں لٹکا دیا جائے گا..... سرجاری خود اس تقریب میں شرکت کریں گے..... اس اعلان کو سن سن کر صبح سے ہی لوگ میدان کا رخ کر رہے تھے..... شام تک میدان میں تل دھرنے کی جگہ بھی نہیں تھی..... پھر سرجاری کی سواری آئی..... لوگوں نے پرجوش انداز میں تالیاں بجا کر اس کا استقبال کیا..... کیونکہ اعلان میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو سرجاری کی آمد پر تالیاں نہیں بجائے گا..... اسے گرفتار کر لیا جائے گا..... لہٰذا سب نے تالیاں بجائیں..... چاہے کسی کا دل کر رہا تھا یا نہیں کر رہا تھا۔

اور پھر 4 بج گئے..... سب نے حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا..... کیونکہ قیدی دور دور تک نظر نہیں آ رہے تھے..... جب کہ حکم یہ ملا تھا کہ ٹھیک چار بجے قیدی سٹیج پر موجود ہوں۔

"یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں..... قیدی کہاں ہیں"۔

"سر! انہیں لانے کی ذمے داری انہی کے سپرد تھی..... قیدی جن کے حوالے کیے گئے تھے"۔

"ہاں! میں جانتا ہوں..... یہاں تو وہ بھی نظر نہیں آ رہے ہیں"۔

"کہیں راستے میں کوئی گڑبڑ نہ ہو گئی ہو"۔

"تب پھر فوراً روانہ ہو جاؤ..... یہاں سے ایوان صدر تک چیک کرو اور فوراً مجھے اطلاع دو..... موبائل پر رابطہ رکھنا"۔

"او کے سر"۔

پچاس کے قریب لوگوں کا دستہ وہاں سے جیپوں پر روانہ ہوا..... ادھر سرجاری نے سٹیج پر ٹہلنا شروع کیا' اس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا اور وہ بُری طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا..... جب کہ میدان لوگوں سے اٹا پڑا تھا..... ان میں سے اکثر بہت خوش تھے..... جب کہ باقی الجھن میں مبتلا تھے..... ناخوش وہ تھے جو انسپکٹر جمشید وغیرہ کے چاہنے والے تھے..... وہ دعائیں کر رہے تھے کہ اللہ کرے وہ لوگ انہیں سرے سے نہ ملیں۔

اور پھر آدھ گھنٹے بعد لوگوں نے سرجاری کا چہرہ تاریک ہوتے دیکھا..... اسے موبائل پر کوئی اطلاع ملی تھی..... آخر اس نے اعلان کیا۔

"وہ لوگ فرار ہو گئے ہیں..... فوج اور پولیس جگہ جگہ چھاپے مار رہی ہیں..... جونہی وہ انہیں پکڑ لیں گے میدان میں لایا جائے گا اور آپ لوگوں

کو اطلاع دی جائے گی..... لہٰذا آپ اس وقت اپنے گھروں کو لوٹ جائیں..... آپ سب کو زحمت ہوئی..... جس کا افسوس رہے گا"۔

لوگ کھسر پھسر کرتے ہوئے چلے گئے..... ادھر وہ ایوان صدر پہنچا..... اس کا چہرہ اب پھر سرخ تھا..... جن پچاس آدمیوں کو ان کی تلاش میں روانہ کیا گیا تھا انہیں طلب کیا گیا۔

"ہاں! اب تفصیل سے بتاؤ"۔

"سر! قید خانے میں وہ زنجیریں کٹی پڑی ملی ہیں..... جن کے ذریعے انہیں جکڑا گیا تھا..... ان محافظوں کا دور دور تک پتا نہیں جنہیں ان کے حوالے کیا گیا تھا' اس کا مطلب ہے..... وہ بھی ان کے ساتھ فرار ہوئے ہیں"۔

"تب پھر ان کی گرفتاری کے لیے دور دور تک پھیل جائیں..... وہ نکل جانے نہ پائیں..... اب ان محافظوں کو بھی موت کے حوالے کیا جائے گا"۔

"آپ فکر نہ کریں سر..... ہم انہیں جانے نہیں دیں گے..... گرفتار کر کے رہیں گے"۔

"اور یہ بھی سن لو..... اگر تم ان کو گرفتار نہ کر سکے تو ان کی جگہ تمہیں پھانسی پر چڑھایا جائے گا"۔

"جی..... کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں! یہی ہو گا"۔

"نن نہیں..... سر نہیں..... ہم اپنی پوری کوشش کریں گے..... لیکن آپ اتنا سخت حکم تو نہ دیں"۔

"میں اپنا حکم واپس تو نہیں لے سکتا..... سنا تم نے..... جاؤ..... انہیں گرفتار کر لاؤ..... ورنہ پھر تم لوگوں کی گرفتاری کے لیے دستہ بھیجا جائے گا"۔

"اوہ..... اوہ" وہ دھک سے رہ گئے اور پھر وہاں سے روانہ ہو گئے..... پورا دن گزر گیا..... رات ہو گئی..... ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی..... یہاں تک کہ دن نکل آیا..... اب بھی کوئی اطلاع نہ ملی۔

"اب کیا کریں..... جو تلاش میں جا رہا ہے..... واپس نہیں آ رہا"۔

"موت کا خوف انہیں واپس نہیں آنے دیتا سر"۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے..... خیر..... اب میں دوسرا طریقہ اختیار کروں گا" سرجاری مسکرایا۔

"جی..... دوسرا طریقہ..... کیا مطلب؟"۔

"جو دستہ ان سب کو گرفتار کر کے لائے گا..... یعنی انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کو اور ان سب کو جو ان کی گرفتاری کے لیے بھیجے گئے اور لوٹ کر نہیں آئے..... ان سب کو پیش کرنے پر بہت بڑا انعام دیا جائے گا اور اگر وہ نہ ملے..... تو دستہ لوٹ آئے..... اسے کچھ نہیں کہا جائے گا..... صرف کامیابی کی صورت میں انعام دیا جائے گا"۔

اب کئی دستے روانہ ہوئے..... اور شام کے وقت سرجاری کی خدمت میں حاضر ہو کر رپورٹ دی کہ نہ تو انسپکٹر جمشید وغیرہ کا کہیں پتا ہے..... نہ ان لوگوں کا جو انہیں تلاش کرنے نکلے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ تلاش میں ناکام ہو گئے تو سزا کے خوف سے خود بھی غائب ہو گئے۔

"لیکن..... وہ آخر کہاں غائب ہو سکتے ہیں..... انسپکٹر جمشید تو چلو اس کام کے ماہر ہیں..... یہ لوگ تو غائب ہونے کے ماہر نہیں ہیں..... انہیں تو ملنا چاہئے تھا..... اب میں انعام کی رقم میں اور اضافہ کر رہا ہوں بلکہ اب یہ انعام پورے ملک میں کوئی بھی حاصل کر سکے گا..... جو بھی انہیں تلاش کرے گا..... یا ان کے بارے میں درست اطلاع دے گا..... اسے ایک کروڑ روپے انعام دیا جائے گا"۔

اب ملک میں یہ اعلان کیا گیا..... ان سے جلنے والے..... یا دشمنی رکھنے والے ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے' ہر شہر میں تلاشی کا کام ہونے لگا..... لیکن ان لوگوں کا سراغ نہ لگنا تھا نہ لگا..... یہاں تک کہ سرجاری مایوس ہو گیا..... اور تھک کر بیٹھ گیا..... اب اس نے اپنے احکامات شروع کیے..... جو سراسر اسلام کے خلاف تھے..... وہ اس قسم کے تھے۔

"کوئی نماز نہ پڑھے"۔

"کوئی روزہ نہ رکھے"۔

"کوئی ملک میں اللہ کا نام نہ لے"۔

"مجھے ہی سب کچھ سمجھا جائے"۔

"میں ہی تم لوگوں کا مالک ہوں"۔

"میں تم لوگوں کو رزق دیتا ہوں"۔

"اس سال سے کسی کو حج پر نہیں جانے دیا جائے گا..... اب یہیں کعبہ بنا دیا جائے گا..... میں اس کی چھت پر بیٹھا کروں گا..... بس تم لوگ یہاں اس شہر میں آکر میرا طواف کر لیا کرنا..... یہی تمہاری عبادت ہوا کرے گی ..... بس سال میں ایک بار تم جمع ہوا کرنا"۔

"میرے لیے جو اچھے اور زیادہ تحائف لایا کرے گا..... وہ میرا یہاں زیادہ قریبی ہو گا"۔

"اب کسی سے جنگ نہیں کی جائے گی..... جہاد ختم ہے اب"۔

"سود پر رقم لینا دینا شروع کیا جائے"۔

"سور کا گوشت حلال ہے..... اس کے کھانے پر کوئی پابندی نہیں"۔

"بازاروں میں سور کا گوشت عام فروخت کیا جائے"۔

یہ اور اس قسم کے بے شمار اعلان کیے گئے ..... ان اعلانات کے جواب میں دوسرے دن پورے ملک کی دیواروں پر اسلام کے عین مطابق اعلانات کے پوسٹر لگے نظر آئے..... ان کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

"اللہ ایک ہے..... اسی نے سب کو پیدا کیا' وہی زندگی اور موت کا مالک ہے..... وہی سب کو رزق دیتا ہے..... کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ سب کو روزی مہیا کر سکے ..... حج صرف میدان عرفات میں ہوتا ہے ..... روزہ فرض ہے..... زکوٰۃ فرض ہے' غیر مسلموں سے جہاد فرض ہے..... سور کا گوشت بالکل حرام ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں اس کو حرام کہا ہے ..... سود بالکل حرام ہے..... بلکہ سود لینے والوں اور دینے والوں کے خلاف اللہ اور اس کے رسول کا اعلان جنگ ہے..... وغیرہ وغیرہ۔

ان پوسٹروں کی رپورٹ سرجاری کو ملی تو وہ آگ بگولا ہو گیا..... اس نے حکم دیا۔

"تمام شہروں سے وہ پوسٹر اتار دیے جائیں..... اور جو کوئی اس قسم کے اشتہارات لگاتا نظر آئے..... اسے فورا گرفتار کر لیا جائے..... بلکہ اسی وقت مار مار کر اسے لہولہان کر دیا جائے..... لہولہان حالت میں اسے قید کیا جائے۔

اس اعلان کے بعد پہلے روز پوسٹر اتارے گئے دوسرے روز پھر پوسٹر لگے نظر آئے..... کچھ لوگ گرفتار بھی ہوئے..... انہیں لہولہان کیا گیا..... پھر حوالاتوں میں بند کیا گیا..... جب یہ رپورٹیں سرجاری کو ملیں..... تو اس نے

پکڑے جانے والوں کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا..... انہیں اس کے سامنے پیش کیا گیا..... وہ غصے میں پاگل ہو رہا تھا۔

"تمہیں کس نے حکم دیا وہ پوسٹر لگانے کا"۔

"کسی نے نہیں..... وہ ہمارے دل کی آواز تھی"۔

"بتاؤ..... ورنہ قتل کرا دوں گا"۔

"جو بات تھی بتا دی..... ملک میں ہزاروں اللہ کے ماننے والے یہ کام کر رہے ہیں..... وہ کرتے رہیں گے..... تم اور تمہاری فوج انہیں اس کام سے نہیں روک سکے گی..... تجربہ کر لو"۔

اس جواب نے اسے اور آگ بگولا کر دیا..... اس نے انہیں اسی وقت گولی مار دینے کا حکم دیا..... اس کے سامنے انہیں گولیاں مار دی گئیں اور وہ کلمہ پڑھتے ہوئے شہید ہو گئے..... دوسرے دن پھر ایسا ہوا..... پھر روز ایسا ہونے لگا..... اس طرح پولیس اور عوام میں جگہ جگہ لڑائی ہونے کی رپورٹیں آنے لگیں..... پولیس کے خلاف تو اور زیادہ کارروائیاں ہونے لگیں..... جہاں پولیس والے نظر آتے لوگوں کا گروہ ان پر حملہ کر دیتا ..... اسی طرح فوج والے بھی محفوظ نہیں تھے..... پھر فوج اور پولیس میں بھی بغاوت ہونے لگی..... ان میں آپس میں جنگ ہونے لگی..... اس طرح پورا ملک بدامنی کا شکار ہو گیا..... اب کوئی سرجاری کی نہیں سنتا تھا..... ایک روز صبح سویرے..... شہر کی سڑک سے ایک عظیم جلوس شروع ہوا.....

وہ سرجاری کے خلاف نعرے بلند کر رہا تھا اور بار بار جلوس سے یہ اعلان کیا جا رہا تھا کہ جو لوگ ہمارے ہم خیال ہیں..... وہ جلوس میں شامل ہو جائیں ..... لمحہ بہ لمحہ جلوس میں لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی..... پھر وہ جلوس اس قدر بڑا ہو گیا کہ اس کو دیکھ کر خوف محسوس ہونے لگا..... اور آخر جلوس ایوان صدر تک پہنچ گیا..... فوج اور پولیس اس قدر زبردست ہجوم کو دیکھ کر بھاگ نکلے..... سرجاری کو جلوس کے اگلے لوگوں نے پکڑ لیا اور ایوان صدر پر قبضہ کر لیا..... پھر اعلان کیا گیا۔

"صدر صاحب جہاں کہیں بھی چھپے ہوئے ہیں..... آ جائیں..... سرجاری کو گرفتار کر لیا گیا ہے..... اس کا اثر ختم ہو گیا ہے۔

صدر صاحب اور ان کے ساتھ انسپکٹر جمشید وغیرہ ایک دوسرے جلوس کی شکل میں نہ جانے کہاں سے نمودار ہوئے اور ایوان صدر کی طرف بڑھنے لگے..... ان کے ساتھ بھی بے شمار لوگ شریک ہوئے..... اس طرح بہت بڑا جلوس ان کے ساتھ ایوان صدر پہنچا..... صدر کے حق میں نعرے لگائے گئے..... پھر صدر نے تقریر کی..... جس کو ٹی وی پر نشر کیا گیا..... انہوں نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے..... کفر کا منہ کالا ہوا، حق کا بول بالا ہوا۔ اللہ نے شیطان مروا کر شکست سے دوچار کیا..... اللہ نے یہ کام انسپکٹر جمشید کے ذریعے لیا..... سرجاری کے اعلانات کے مقابلے میں انسپکٹر جمشید کی تجویز پر

دیواروں پر پوسٹر لگانے کا کام شروع کیا گیا تھا اور یہ ننھی سی تحریک سرجاری کی شکست کا سبب بن گئی..... اس لیے کہ اصل مالک اللہ ہی ہے..... اصل خالق اللہ ہی ہے..... اصل رازق اللہ ہی ہے..... تمام تر اس ایک کے لیے ہیں..... لہٰذا اب لوگ اللہ سے معافی مانگیں۔

رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں..... اور سب لوگ سجدہ شکر بجا لائیں..... کل شام بڑے میدان میں کفر کے نشان سرجاری کو پھانسی دی جائے گی۔ یہ منظر ٹی وی پر دکھایا جائے گا"۔

"تقریر ختم ہو گئی..... اب انسپکٹر جمشید پارٹی نے حوالات میں سرجاری سے ملاقات کی"۔

"تم نے دیکھا سرجاری..... تم کس قدر جلد شکست کھا گئے"۔

"لیکن انوکھی طاقت کا بیان اور ہے" وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب..... انوکھی طاقت کا بیان کیا ہے؟" وہ چونک اٹھے۔

"یہ تمہیں کل بڑے میدان میں پتا چلے گا"۔

"خیر..... دیکھا جائے گا..... ہاں اتنا تو بتا دو..... انسپکٹر شاکر کو کس طرح ہلاک کیا گیا"۔

"اگر تم واقعی سراغرساں ہو تو اس راز سے پردہ اٹھا کر دکھا دو میں تمہیں مان جاؤں گا"۔

"کیا واقعی..... یہ بات سراغرسانی کے ذریعے معلوم کی جا سکتی ہے"۔

"ہاں بالکل" اس نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

وہ حیرت زدہ رہ گئے..... کیونکہ اب تک وہ اس خیال میں تھے کہ انسپکٹر شاکر کا قتل کسی شیطانی قوت نے کیا ہے۔

* * * *

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

وہ آئے گا

چند لمحے تک خاموشی طاری رہی..... پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"ہاں جمشید ..... اگر تم سراغرساں ہو تو اس قتل کے راز سے پردہ اٹھا کر دکھاؤ..... قاتل پکڑ کر دکھاؤ..... اگر کہتے ہو..... میں قاتل ہوں تو ثبوت پیش کرو..... وہ خنجر پیش کرو جس سے انسپکٹر شاکر کو قتل کیا گیا ہے"۔

"میں ایسا ضرور کروں گا ..... لیکن افسوس تمہیں دکھا نہیں سکوں گا"۔

"کیوں..... کیوں نہیں؟"۔

"اس لیے کہ کل تمہیں پھانسی دے دی جائے گی"۔

"کل مجھے پھانسی نہیں دی جا سکے گی ..... انوکھی طاقت کا وعدہ یہی ہے"۔

"خیر..... اگر کل تک میں یہ راز معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھانسی سے پہلے تمہیں بتا دوں گا کہ انسپکٹر شاکر کو کس طرح قتل کیا گیا تھا..... ورنہ پھر انوکھی طاقت کو سنا دوں گا..... وہ تو سن ہی لے گی"۔

"وہ بھی سنے گی اور میں بھی سنوں گا..... تم فکر نہ کرو..... میں پھانسی نہیں پاؤں گا"۔

"اچھا اب کل ملاقات ہو گی"۔

وہ وہاں سے نکل آئے۔

"ابا جان..... اس کے الفاظ خالی خولی دھمکی نہیں ہو سکتے..... ان میں ضرور کچھ بات ہے" فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہو سکتا ہے..... لیکن بات کیا ہے..... یہ کل سے پہلے تو معلوم ہو نہیں سکے گا"۔

"تب پھر..... اب ہم کیا کریں"۔

"ہم سرجاری کی کوٹھی جائیں گے ..... اگر یہ قتل انسانی ہاتھ سے ہوا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم سراغ نہ لگا سکیں"۔

"ہوں بالکل ٹھیک"۔

اور پھر وہ سرجاری کی کوٹھی پہنچ گئے ..... یہاں پولیس کا پہرہ تھا..... اب پھر چونکہ ان کی حکومت تھی..... لہٰذا پولیس والوں نے انہیں سلام کیا ..... ان کا استقبال کیا لیکن وہ برے برے منہ بنا کر رہ گئے ..... اس لیے کہ

پولیس نے حق کا ساتھ نہیں دیا تھا..... بر سر اقتدار آدمی کا حکم مانا تھا..... تاہم اس میں ان کا بھی اتنا قصور نہیں تھا..... انہیں تربیت ہی یہ دی جاتی تھی ..... یہی حال فوجی جوانوں کا تھا..... انہیں بھی یہ تربیت دی گئی تھی کہ بس تم لوگوں کو حکم ماننا ہے..... اب چاہے کیسا ہی آدمی حکمران بن جائے ..... غلط طریقے سے ہی کیوں نہ اوپر آجائے..... اصل ضرورت اس بات کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف جو لوگ آواز اٹھا رہے تھے..... ان کا انکار کیا جاتا..... ان کا حکم نہ مانا جاتا..... لیکن ایسا نہیں ہوا تھا اور یہ تربیت کا قصور تھا..... تربیت اگر یہ دی جاتی کہ تم صرف اس حکمران کا حکم مانو گے جو اللہ کے احکامات کے مطابق تمہیں حکم دے..... تو پھر شاید وہ نہ ہوتا جو اس وقت ہوا تھا۔

وہ سرجاری کی کوٹھی کے اندر داخل ہوئے اور اس صحن میں آئے ..... جس میں انسپکٹر شاکر کا قتل ہوا تھا..... انہوں نے بغور ہر چیز کو دیکھا..... اس منظر کو ذہن میں لائے ..... اس وقت منظر یہ تھا..... انسپکٹر شاکر اپنے ماتحتوں کے ساتھ باہر جانے کے لیے مڑ چکا تھا..... سب سے آگے وہ تھا..... دوسری طرف وہ سرجاری کے پیچھے اندر کی طرف جا رہے تھے اور سرجاری کا منہ دوسری طرف تھا..... گویا سرجاری اور انسپکٹر شاکر کے درمیان میں یہ لوگ خود اور انسپکٹر شاکر کے ماتحت تھے ..... اور اس حالت میں عین

دروازے کے پاس پہنچتے ہی خنجر اس کے سینے میں آ لگا تھا..... کیسے اور کہاں سے..... یہ وہ اب تک نہیں سمجھ سکے تھے۔

"میرا خیال ہے ابا جان..... یہ بت قاتل ہے" فرزانہ کی آواز لہرائی۔

"کک..... کیا کہا..... قاتل بت" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"کیوں..... تمہیں کیا ہوا؟"۔

"یہ..... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی ..... انہیں تو بس ہر وقت ناولوں کے نام سوجھتے رہتے ہیں"۔

"ویسے فرزانہ..... تم نے یہ بات کہ کیسے دی"۔ محمود مسکرایا۔

"بس ایسے ہی..... اس کی عادت ہے..... ہر بات ایسے ہی کہ دیتی ہے" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی سن تو لو" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"اچھی بات ہے..... سنائیے فرزانہ صاحبہ" وہ طنزیہ بولا۔

"اس وقت یہاں اس بت کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا..... بس میں نے تو اس خیال سے یہ بات کہ دی"۔

"خیر اس کو بھی دیکھ لیتے ہیں..... اگرچہ ہم اس کا جائزہ لے چکے ہیں"۔

انہوں نے بت کو اچھی طرح دیکھا بھالا..... وہ سنگ مرمر کا بہت خوب صورتی سے تراشا ہوا بت تھا..... آرٹ کا نمونہ کہا جا سکتا تھا اس کو..... بہت اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد انسپکٹر جمشید نے منفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں..... کم از کم یہ بت قاتل نہیں ہو سکتا..... اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آ رہی"۔

"تب پھر آخر..... انسپکٹر شاکر کو خنجر کس طرح لگا"۔

"اگر اس سوال کا جواب آسان ہوتا تو سرجاری ہمیں کیوں چیلنج کرتا"۔

"اوہ اس کا مطلب ہے..... سرجاری کو معلوم ہے..... قتل کیسے ہوا" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"لیکن ہمیں بتائے گا نہیں..... اس نے تو الٹا ہمیں چیلنج کر رکھا ہے"۔

"ہوں ٹھیک ہے..... ہم خود اس راز سے پردہ اٹھائیں گے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن کیسے ..... واقعہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہوا ..... ہم نے آنکھوں سے دیکھا..... اور پھر بھی ہم اس خنجر کو نہیں دیکھ سکے..... بالکل ایسے لگا جیسے کسی نظر نہ آنے والی مخلوق نے یہ کام کیا ہو" فاروق جلدی جلدی کہہ گیا۔

"کک..... کیا کہا..... فاروق ..... نظر نہ آنے والی مخلوق ..... وہ تو ابطال تھا اور وہ مارا جا چکا ہے..... آج کل ہمارے مقابلے میں بگران، شارا، جاگو اور راکا جیسے مجرم ہیں..... لیکن وہ خود کو دوسروں کی نظروں سے چھپا نہیں سکتے..... ہاں بگران اور شارا شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں..... جب کہ جاگو اور راکا ہپناٹزم کے ماہر ہیں..... لہٰذا یہ قتل ان میں سے کسی کا کام نہیں ہو سکتا" انسپکٹر جمشید نے روانی کے عالم میں کہا۔

"ہوں! آپ نے ٹھیک فرمایا..... لیکن یہ قتل کسی انجینئر ذہن کا کام بھی تو ہو سکتا ہے ابا جان" فرزانہ بڑبڑائی۔

"انجینئر ذہن کا آدمی..... سرجاری تو انجینئر نہیں ہے"۔

"میں اس انوکھی طاقت کی بات کر رہی ہوں ..... اس وقت تک کی صورت حال سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ وہ شیطان کا دوسرا روپ ہے ..... اور شیطان اس کی پوری مدد کر رہا ہے ..... بلکہ شیطان نے تو اسے ابھارا ہے اور وہ خود سامنے نہیں آتا زیادہ تر اس نے سرجاری جیسوں سے کام لیا ہے..... لیکن اس قتل میں اس نے اپنی کوئی کاری گری دکھائی ہے"۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے" انسپکٹر جمشید نے اس کی تائید کی۔

"لیکن سوال تو پھر وہیں کا وہیں ہے..... آخر ہم قاتل کو کیسے پکڑیں"۔

"آؤ چلیں..... شاید ابھی اس کا وقت نہیں آیا" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا اور باہر کی طرف مڑ گئے۔

"جی..... کس کا"۔

"قاتل کے چہرے سے پردہ اٹھنے کا"۔

وہ باہر نکل کر اپنی کار میں بیٹھے اور آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد ایک گھر کے دروازے پر رکے ..... وہ گھر بالکل سادہ اور چھوٹا سا تھا..... دستک دینے پر ایک سفید داڑھی والے شخص نے دروازہ کھولا۔

"آہا..... انسپکٹر جمشید ..... بتا نہیں سکتا..... آپ کو دیکھ کر کس قدر خوشی ہوئی ہے"۔

"شکریہ مولانا فاضل صاحب ..... ہم آپ کو زحمت دینے آئے ہیں"۔

"کوئی بات نہیں..... آیئے آپ"۔

وہ انہیں اندر لے آئے..... فرش پر چٹائی بچھی تھی..... اس پر انہیں بٹھایا گیا۔

"پہلے میں آپ کے لیے چائے لے آؤں"۔

"اس کی ضرورت نہیں..... ہم اس وقت کچھ نہ کھائیں گے، نہ پئیں گے"۔

"اچھا..... خیر..... میں زور نہیں دوں گا' جانتا ہوں..... آپ اپنے اصولوں کے بہت پکے ہیں ..... اب بتائیں ..... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

"ملک کے موجودہ حالات سے بچہ بچہ واقف ہے..... آپ کو تو زیادہ معلومات ہوں گی"۔

"ہاں! میں اچھی جانتا ہوں"۔

"آپ کے خیال میں یہ سب کیا ہے"۔

"شیطانی چکر..... اس بار شیطان بہت کھل کر مسلمانوں کو ورغلانے آیا ہے"۔

"کیا وہ براہ راست آسکتا ہے"۔

"براہ راست..... کیا مطلب" انہوں نے چونک کر کہا۔

"ہاں..... براہ راست" وہ بولے۔

"آپ وضاحت کریں..... کیا پوچھنا چاہتے ہیں"۔

"ہم نے قرآن کریم میں اور احادیث میں پڑھا ہے..... شیطان پہلے انسانی بھیس میں آکر ورغلاتا رہا ہے..... مثلاً جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے ذبح کرنے کے لیے چلے تو وہ انہیں ورغلانے کے لیے آیا..... اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی رحمت بی بی کو ورغلانے کے لیے انسانی روپ میں آیا"۔

"میں سمجھ گیا..... آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں..... یہ کہ کیا اس زمانے میں بھی وہ انسانی روپ میں آسکتا ہے"۔

"بالکل ٹھیک؟"۔

"اس بارے میں واضح بات نہیں کہی جا سکتی..... لیکن جن لوگوں
ورغلا کر وہ آگے لاتا ہے..... یا یوں کہ لیں کہ جن لوگوں کے اندر وہ حلو
کر جاتا ہے..... وہ بھی تو پورے پورے شیطان بن جاتے ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے..... ان میں شیطانی طاقت آجاتی ہے..... جو ک
شیطان کر سکتا ہے..... وہ بھی وہ کام کر سکتے ہیں"۔

"ہاں بالکل"۔

"کیا ایسی شیطانی طاقت حاصل کرنے کے لیے انہیں کوئی عملیات کر
پڑتے ہیں"۔

"ہاں! بہت عجیب و غریب عملیات کرتے ہیں ایسے لوگ..... سب
پہلی بات تو یہ کہ وہ گندے رہتے ہیں..... نہاتے دھوتے نہیں..... پاک
صاف نہیں رہتے..... مہینوں نہیں نہائیں گے..... کپڑے بھی مہینوں نہیں
اتاریں گے..... گندی جگہوں پر رہیں گے..... بدبو کو پسند کریں گے...
گناہوں میں ہر وقت گھرے رہیں گے..... شیطان کی مدد حاصل کرنے
لیے یہ وہ کام کریں گے جو شیطان کو تو پسند ہو اور اللہ تعالیٰ کو ناپسند.....
شراب اور دوسرے نشے..... زنا..... حرام چیزیں کھانا..... پس یوں کہ لی
کہ تمام تر برائیاں اپنائیں گے..... تو ایسے لوگوں کو شیطان اپنے سینے
لگالیتا ہے..... ان کی مدد کرتا ہے"۔

"اور ایسا آدمی اگر جدید سائنسی معلومات بھی رکھتا ہو تو اور زیادہ
خطرناک ہو سکتا ہے، مثلاً ہپناٹزم..... ٹیلی پیتھی..... جادو..... اس قسم کے اور
دوسرے علوم..... سائنسی آلات وغیرہ جب وہ استعمال کرے گا تو پھر وہ کس
قدر خطرناک ہو جائے گا"۔

"حد درجے..... پھر بہت سے لوگ مل کر بھی اسے شکست نہیں دے
سکتے"۔

"اور بہت سے عالم؟"۔

"اکثر وہ بڑے بڑے عالموں کو بھی پیچ دیتے ہیں..... کیونکہ اپنی مشق
میں بہت آگے بڑھ جاتے ہیں..... ہاں لیکن..... جو کامل لوگ ہوتے ہیں.....
ان سے وہ ضرور گھبراتے ہیں..... اور میں یہ اندازہ پہلے ہی کر چکا ہوں کہ
سرجاری شیطان کا ایک روپ ہے..... اور میں کام کی ایک اور بات آپ کو
بتا سکتا ہوں"۔

"اور وہ کیا" وہ جلدی سے بولے۔

"سرجاری اگر کسی شیطان سے مدد لے رہا ہے..... تو وہ شیطان اس
سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہو گا..... آس پاس کہیں موجود ہے..... ہو سکتا ہے
اس شہر کے باہر کہیں اس نے ڈیرہ جمایا ہوا ہو"۔

"جی..... کیا فرمایا..... شہر سے باہر"۔

"ہاں! وہ وہاں کسی سادھو کے روپ میں بیٹھا اپنا اثر سرجاری پر ڈالتا رہتا ہو گا"۔

"اوہ..... یہ واقعی بہت کام کی بات آپ نے بتائی..... کیا سرجاری کو اس کے پاس جانا پڑتا ہے"۔

"یہ ضروری نہیں"۔

"تب ہم اسے کیسے تلاش کر سکتے ہیں"۔

"شہر کے چاروں طرف اپنے آدمی دوڑائیں..... نوٹ کریں..... شہر کے باہر اس وقت کتنے سادھو ڈیرہ جمائے ہوئے ہیں..... ان کی نگرانی کی جائے..... جب سرجاری کی پھانسی کا وقت ہو گا..... اس وقت اس کا استاد ضرور خاص قسم کی حرکات کرے گا..... عجیب و غریب کلمات اس کے منہ سے بلند ہوں گے..... شاید کچھ دھواں بھی اس کی جھونپڑی یا کٹیا سے اٹھے گا"۔

"کٹیا!!! وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"کیوں..... آپ کٹیا کے لفظ پر چونکے کیوں؟" وہ بولے۔

"اس نے ہمارے نزدیکی دوستوں کو ورغلا کر کٹیا بنا کر رہنے پر مجبور کیا تھا" انہوں نے بتایا۔

"اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ ایسے بہت سے لوگ شہر سے باہر ڈیرہ جمائے ہوں..... تاکہ اصل کو کوئی نہ پہچان سکے، لیکن میں نے جو ترکیب بتائی ہے..... اس کے ذریعے آپ لوگ اس کو پہچان سکیں گے"۔

"لیکن کیسے..... اگر شہر کے چاروں طرف اس قسم کے بہت سے لوگ کٹیا بنائے بیٹھے ہیں..... تو ہم سب پر کس طرح نظر رکھ سکتے ہیں"۔

"یہ آپ کا مسئلہ ہے..... میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں" وہ بولے۔

"خیر..... ہم اس بارے میں غور کریں گے..... آپ کی تمام باتوں کا مطلب یہ ہوا کہ شیطان اب بھی لوگوں کے اندر حلول کر جاتا ہے..... اور اس طرح وہ بھی شیطان بن جاتے ہیں..... بعض عملیات کے ذریعے وہ عجیب و غریب طاقتوں کے مالک بھی بن جاتے ہیں"۔

"ہاں بالکل" انہوں نے فوراً کہا۔

"کیا آپ شیطان کے مقابلے میں ہماری مدد کر سکیں گے"۔

"میں اتنا بڑا عامل نہیں..... نہ میں نے اس سلسلے میں کوئی مشق کی ہے..... دوسرے یہ کہ میں نہیں جانتا..... سرجاری کی طاقت کہاں تک پہنچ چکی ہے..... آج اگر اسے پھانسی دے دی جاتی ہے..... تب تو میں یہ کہوں گا کہ اس کا شیطان اس قدر طاقتور نہیں تھا..... ورنہ ضرور اپنے چیلے کو بچانے کی کوشش کرتا..... لیکن اس کا ایک اور مطلب بھی نکلتا ہے..... یہ کہ اس کا

شیطان تھا تو بہت طاقت ور لیکن اس نے جان بوجھ کر سرجاری کی مدد نہیں کی"۔

"یہ کیسے ممکن ہے..... کہ وہ اس کی مدد کرنے کے قابل تو ہے..... لیکن مدد کرے نہ"۔

"شیطان اکثر ایسا ہی کرتا ہے..... اسے انسانوں سے ہمدردی تو ہے نہیں..... وہ تو بس انہیں اللہ کے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے..... اور جب کوئی مکمل طور پر ہٹ جاتا ہے تو اس سے پھر اسے کوئی غرض نہیں رہ جاتی" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"خیر ہم اپنی پوری کوشش کریں گے..... آپ صرف یہ بتا دیں..... اگر روحانی مدد لینے کی ضرورت پیش آئی تو ہم کس سے رابطہ کریں"۔

"ہمارے اس شہر میں اتنے بڑے کوئی بزرگ نہیں رہتے..... میں اس بارے میں خود معلومات حاصل کروں گا' پھر آپ کو فون پر بتا دوں گا..... پہلے آپ سرجاری سے نبٹ لیں"۔

"بہت بہتر" وہ اٹھ گئے۔

اور پھر بڑے میدان میں پورا شہر امڈ آیا..... آج اس شخص کو پھانسی دی جانی تھی..... جس نے پورے ملک کو ہلا ڈالا تھا..... اس ہجوم میں اچانک ایک عورت پر انسپکٹر جمشید کی نظر پڑی..... انہوں نے چند سادہ لباس والوں کو اس عورت کی طرف بھیجا' وہ اسے سٹیج تک لے آئے..... یہ اس کی پہلی

بیوی تھی جسے اس نے طلاق دے دی تھی..... کیونکہ اس نے نماز چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔

"آپ اس مجمعے میں کیوں آئیں بھلا"۔

"میں اس کی پھانسی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں"۔

"ٹھیک ہے' آپ اس طرف سٹیج پر بیٹھ جائیں..... ابھی سرجاری کو یہاں لایا جائے گا..... اور پھانسی پر لٹکایا جائے گا"۔

انہوں نے سٹیج کے ساتھ ہی بنائے گئے پھانسی گھاٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"شکریہ جناب"۔ اس نے کہا اور بیٹھ گئی۔

"ابا جان..... کیا آپ نے شہر کے چاروں طرف اپنی خفیہ فورس کے لوگوں کو بھیج دیا ہے"۔

"ہاں! میں یہ کام پہلی فرصت میں کر چکا ہوں اور شہر کے باہر جتنے بھی سادھو کٹیا بنائے بیٹھے ہیں ان سب کو خفیہ طور پر دیکھا جا رہا ہے"۔

"بہت خوب! تب تو پھر ہم اصل مجرم کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے"۔

"ان شاءاللہ" وہ بولے۔

اسی وقت شور بلند ہوا اور انہوں نے دیکھا..... سرجاری کو زنجیروں میں جکڑ کر لایا جا رہا تھا..... چلنا اس کے لیے بہت مشکل ہو رہا تھا..... پس وہ گھسٹ رہا تھا..... سرک رہا تھا اور بار بار پکار رہا تھا۔

"اے طاقت..... انوکھی طاقت..... تو کہاں ہے..... آ..... آ..... میری مدد کو"۔

اسی حالت میں اسے پھانسی کے تختے تک لایا گیا..... تختے پر کھڑے ہونے کے بعد اس نے سٹیج کی طرف دیکھا اور اپنی سابقہ بیوی کو دیکھ کر زور سے چونکا۔

"تت..... تم..... اور یہاں"۔

"ہاں میں یہاں..... اب بھی وقت ہے..... میں تمہیں بچانے کے لئے آئی ہوں..... تم توبہ کرلو..... اپنے مالک سے معافی مانگ لو..... ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا"۔

"کیا مطلب؟"۔

"کلمہ پڑھ لو..... اقرار کرلو..... کہ اللہ ہی سب کا پیدا کرنے والا ہے..... سب کا پالنے والا ہے..... اس کے برابر کا کوئی نہیں..... وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے..... ساری طاقت اسی کے ہاتھ میں ہے"۔

"طاقت..... نہیں نہیں..... میرے استاد..... میرے آقا کے پاس ہے ساری طاقت..... وہ میری مدد کو آئے گا..... کیا مجھے پھانسی پر نہیں چڑھنے دے گا"۔

"کوئی نہیں آئے گا..... وہ بت دھوکا دے چکا ہے..... گمراہ کرچکا..... اب وہ تمہارے پاس کیا لینے آئے گا..... کچھ نہیں..... تم دیکھ لوگے..... اب بھی وقت ہے..... اگر تم فوراً تائب ہو جاؤ تو تم سے نرم سلوک ہو سکتا ہے"۔

"ہرگز نہیں..... میں صرف اور صرف اپنے مددگار..... اپنے ساتھی انوکھی طاقت پر اعتبار کرسکتا ہوں اور بس..... تمہاری بات پر نہیں..... اور تم میری لگتی کیا ہو..... تمہیں تو میں کب کا چھوڑ چکا ہوں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے..... لیکن میرا تمہارا ساتھ رہا ہے..... ہم ایک گھر میں رہتے رہے ہیں..... میرے بچے اب بھی تمہارے گھر میں رہتے ہیں..... اس لیے میں یہ کہتی ہوں..... تم توبہ کرلو"۔

"نہیں..... میں اپنے ساتھی کو پکاروں گا..... وہ خود میری مدد کو آئے گا..... ابھی تم دیکھ لوگی..... یہ سارا مجمع میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا..... میرا بال بیکا نہیں کرسکے گا"۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے..... اگر وہ تمہاری مدد کرنے کے قابل ہوتا تو اب تک آچکا ہوتا..... لیکن اس نے تو تمہاری خبر تک نہیں لی"۔

"تم کیا جانو..... وہ عین وقت پر آنے کا عادی ہے..... وہ آئے گا..... آئے گا..... ضرور آئے گا" اس نے جذباتی انداز میں کہا۔

"میں آگیا ہوں میرے پجاری" اس نے اچانک طاقت کی آواز سنی۔

"دیکھا..... میں نہ کہتا تھا..... وہ آئے گا..... وہ آچکا ہے" وہ چلا اٹھا۔

"کیا مطلب؟" سٹیج پر موجود لوگ پکار اٹھے۔

"وہ آگیا ہے اور مجھ سے بات کر رہا ہے..... اے انوکھی طاقت..... اے پیاری طاقت کیا تم اس وقت اس ہولناک وقت میں میری مدد نہیں کرو گے"۔

"میں ضرور مدد کروں گا..... میرے پیارے پجاری..... بس میری ایک شرط ہے..... چھوٹی سی شرط" انوکھی طاقت نے اس سے کہا۔

* * * *

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

طاقت کی طاقت

سرجاری کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"ہاہاہا..... دیکھا..... میں نہ کہتا تھا..... انوکھی طاقت میری مدد کرے گی..... عین وقت پر مدد کے لیے آئے گی..... اس کا وعدہ بھی یہی تھا..... کہ ہر آڑے وقت میری مدد کرے گی..... اب دیکھ لو..... یہ آگئی ہے اور میری مدد کرنے کا اعلان کر رہی ہے..... یہ اپنی ایک چھوٹی سی شرط بتا رہی ہے..... ہاں تو پیاری طاقت..... چھوٹی سی شرط کیا ہے"۔

"میرے پجاری..... تم اس شرط پر پہلے ہی عمل کر چکے ہو..... تم تو پہلے ہی میرے پکے پجاری بن چکے ہو، میں تو ان لوگوں کو اپنی طاقت دکھانا چاہتا ہوں..... جو ابھی تک میرے پکے پجاری نہیں بنے..... جو شہر کے باہر کٹیائیں بنا کر رہتے رہے ہیں..... دن رات میری ہدایات پر جمع ہوتے تو رہے ہیں..... لیکن ابھی تک وہ مکمل شاگرد نہیں بنے..... اور وہ بن بھی نہیں سکتے..... جب تک کہ میری ہدایات پر سو فیصد عمل نہیں کر گزرتے..... لہٰذا اس عمل

کی ابتداء تم کرو ..... اعلان کر دو ..... تم اللہ کو نہیں ..... مجھے پوجتے ہو، میری عبادت کرتے ہو..... اعلان کر دو ..... تاکہ باقی سادھو سن لیں"۔

"کیا..... کیا میری آواز شہر کے باہر جائے گی" سرجاری ہکلایا۔

"ہاں جائے گی..... میں نے تمہاری آواز میں بھی طاقت بھر دی ہے ..... جونہی تم اعلان کرو گے..... یہ پھانسی کا تختہ ٹوٹ پھوٹ جائے گا..... لوگ تتر بتر ہو جائیں گے..... ان سب سے بچا کر تمہیں محفوظ مقام پر پہنچانا میرا کام ہو گا..... کیا یہ کام مشکل ہے بس یہی میری شرط ہے"۔

"تب پھر میں وعدہ کرتا ہوں ..... تم ہی میرے خدا ہو..... میں تمہیں پوجتا ہوں..... میں اللہ کا نہیں..... تمہارا بندہ ہوں"۔

"تب پھر تم میری طاقت کا کرشمہ دیکھو"۔

عین اس لمحے میدان میں ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا ..... میدان میں قیامت کا منظر دیکھنے میں آیا ..... ساتھ ہی پورے میدان پر دھواں چھا گیا..... ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا..... کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا..... لوگ ادھر سے ادھر اندھوں کی طرح بھاگ رہے تھے..... بھاگنے والوں میں سے ان گنت لوگ گر گئے اور لوگوں کے نیچے دب گئے..... کچلے گئے ..... سٹیج اور پھانسی گھاٹ بھی ٹوٹ پھوٹ گیا تھا اور وہ سٹیج سے نیچے آ گرے ..... تاہم وہ وہیں دبکے رہے ..... انہوں نے ادھر ادھر بھاگنے کی

کوشش نہیں کی تھی..... دھوئیں کی وجہ سے آنکھیں کھولنے کے قابل نہیں تھے..... کوئی ایک گھنٹے بعد فضا صاف ہوئی..... دیکھنے کے قابل ہوئی۔

میدان عجیب منظر پیش کر رہا تھا..... جگہ جگہ لوگ زخمی پڑے کراہ رہے تھے..... جو زخمی نہیں ہوئے تھے اور کچلے نہیں گئے تھے..... ان کے جدھر منہ اٹھے ادھر ہی چلے گئے..... گویا میدان ان سے خالی ہو چکا تھا..... اب وہاں صرف وہ لوگ کھڑے تھے یا پھر زخمی لوگ پڑے تھے۔ ان کے علاوہ سادہ لباس والے موجود تھے..... سب کے چہرے دھواں ہو رہے تھے ..... سرجاری کا وہاں دور دور پتا نہ تھا..... وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے، جیسے کہ رہے ہوں۔

"یہ کیا ہوا؟"۔

"ختم کرو..... امدادی ٹیموں کو فون کرو..... یہ صرف دھوئیں کا ایک بہت طاقتور بم تھا..... لیکن دھماکے والا..... عام طور پر دھوئیں کے بم بغیر دھماکے کے ہوتے ہیں..... لیکن اس بم کی آواز بہت تھی..... لوگ ڈر گئے کہ بم پھٹا ہے..... اس لیے بھگدڑ مچ گئی..... پھر کون رک کر دیکھ سکتا تھا کہ ہوا کیا ہے"..... انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن سر..... وہ سرجاری؟"۔

"اسے شیطان کے چیلے ساتھ لے گئے"۔

"وہ کیسے..... دھوئیں میں انہیں کیسے نظر آیا؟"۔

"اس کا انتظام وہ پہلے کر چکے تھے..... اس لیے کہ انہیں پروگرام کا پتا تھا"۔

"افسوس..... ہم اسے پھانسی بھی نہ دے سکے"۔

"کوئی بات نہیں..... یہ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی..... ان سے مقابلہ ابھی ہو گا..... یوں بھی ہمارا اصل مجرم سرجاری تو ہے بھی نہیں..... سرجاری کو جس نے شیطان کا روپ دیا ہے..... اصل مجرم وہ ہے..... اور اب ہم اس پر کام کریں گے"۔

ایسے میں فون کی گھنٹی بجی..... انسپکٹر جمشید نے ریسیور کان سے لگا لیا..... اکرام بات کر رہا تھا۔

"سر..... شہر کے گرد جنگل میں کوئی سو کے قریب سادھو کٹیا ڈالے بیٹھے ہیں..... ان سب کی حرکات و سکنات کو چیک کیا گیا..... ٹھیک پھانسی کے وقت سے پہلے ان میں سے ایک کٹیا سے عجیب و غریب آوازیں ابھری تھیں..... پھر دھواں بلند ہوا تھا..... اور جونہی پھانسی کا وقت ختم ہوا..... آوازیں ختم ہو گئیں..... دھواں بھی غائب ہو گیا"۔

"بہت خوب..... یہ ہوئی نا بات..... اسے گھیرے میں لے لو..... سمت بتاؤ..... ہم آ رہے ہیں"۔

"اوکے سر..... شمالی سمت میں پرانا کنواں ایک جگہ ہے..... بس وہیں آ جائیں"۔

"شکریہ"۔

وہاں سے امدادی پارٹیاں پہنچنے کے بعد وہ لوگ شمالی حصے کی طرف نہ ہوئے..... اکرام نے دور سے ہاتھ ہلا کر انہیں بتایا کہ وہ کہاں ہے..... وہ اس کے نزدیک پہنچ گئے۔

"ہاں بھئی..... وہ کہاں ہے"۔

"کٹیا اس طرف ہے سر..... آئیے"۔

وہ ان کے آگے چلنے لگا..... یہاں تک کہ کٹیا کے پاس پہنچ گئے..... کٹیا ب خاموشی تھی..... کوئی آواز نہیں اٹھ رہی تھی..... محمود نے آگے کر دستک دی..... ایک منٹ بعد کٹیا کا دروازہ کھلا اور سبز کپڑوں میں آنکھوں والا ایک شخص باہر نکلا۔

"کیا بات ہے بچہ لوگ"۔

"ہم میں صرف بچہ لوگ نہیں..... بڑا لوگ بھی ہیں" فاروق نے جل

وہ مسکرا دیئے۔

"آپ کون لوگ ہیں اور میرے پاس کس لیے آئے ہیں"۔

"ہم اس کٹیا کی تلاشی لیں گے..... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں"۔

"کٹیا کی تلاشی..... بھلا غریبوں کی کٹیا میں آپ کو کیا ملے گا"۔

"آپ ایک طرف ہو جائیں..... اور ہمیں تلاشی لینے دیں..... آپ
سے تلاشی نہیں لینے دیں گے تو پھر آپ کو گرفتار کرنا پڑے گا"۔

"ہمیں اس سے کیا فرق پڑ جائے گا بھلا..... آپ کر لیں گرفتار..
ہمیں تو یہاں بیٹھ کر بھی اپنے گرو کا نام لینا ہے، حوالات یا جیل میں بیٹھ کر بھی
گرو کا نام لیں گے..... کوئی مسئلہ نہیں ہے" اس نے گردن کو جھٹکا مارا۔

اس کا ڈیل ڈول بہت زیادہ تھا اور وہ بہت طاقت ور محسوس ہو رہا
..... وہ اسے ایک طرف ہٹا کر اندر داخل ہو گئے..... اندر فرش پر ایک گد
بچھا تھا..... وہ بہت گندا تھا..... میل کی وجہ سے کپڑے کا رنگ اور ڈیزائن نظ
نہیں آ رہے تھے..... اس پر چند گندے برتن، پانی کا ایک گھڑا..... مٹی
پیالہ..... اور ایک بہت بڑی تسبیح..... جس کے دانے بہت گندے تھے..
غرض ہر چیز سے گندگی اور میلے پن کا احساس ہو رہا تھا..... انہیں بہت گھ
محسوس ہوئی..... پانی کے گھڑے پر بھی میل جما تھا..... پیالہ بھی میل زدہ
..... مطلب یہ کہ اس کٹیا میں کوئی چیز بھی صاف ستھری نہیں تھی۔

"اکرام..... بھئی ذرا اس گدے کو الٹا دو یا اٹھا کر باہر رکھ دو"۔

"اس گدے کو نہ الٹیں آفیسر" سادھو عجیب سے انداز میں بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"گدا الٹیں گے..... تو سب کچھ الٹ جائے گا..... کچھ بھی نہیں
گا" اس نے گویا دھمکی دی۔

"کس کا..... تمہارا یا ہمارا"۔

"آپ کا..... میرا کچھ نہیں جائے گا"۔

"تو پھر پریشانی کیسی..... آپ ہمارے لیے فکر مند نہ ہوں..... اکرام
الٹا دو"۔

"جی بہتر" اکرام نے کہا اور آگے بڑھا..... چند سیکنڈ کے لیے اسے
ہٹ محسوس ہوئی..... پھر اس نے جی کڑا کر کے گدا الٹا دیا۔

دوسرا لمحہ چونکا دینے والا تھا..... وہ سب لرز گئے..... کانپ گئے.....
ے کے نیچے فرش پر قرآن کریم رکھا تھا..... فرش پر صحابہ کرام رضی اللہ
نہم کے نام لکھے تھے۔

"اف مالک! یہ..... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں..... اس قرآن سے تمہیں کیا
ی ہے..... ان ناموں سے تمہیں کیا بیر ہے..... کیا تم مسلمان نہیں ہو"۔

"نہیں" اس نے کہا۔

"کیا کہا..... نہیں؟" وہ بولے۔

"ہاں! میں مسلمان نہیں ہوں..... تو پھر..... کر لو..... کیا کرنا ہے.....
و..... کیا بگاڑنا ہے"۔

"اکرام اسے گرفتار کر لو" وہ سرد لہجے میں بولے۔

"میری گرفتاری بہت مہنگی پڑے گی آپ کو..... دیکھا نہیں..... آپ
ے کرجاری کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے"۔

"تو سرجاری تمہارا چیلا ہے"۔

"سرجاری جیسے میرے نہ جانے کتنے چیلے ہیں"۔

"تمہارا نام کیا ہے..... کون ہو تم"۔

"میرا نام خود معلوم کریں..... تب جانوں"۔

"اچھا..... یہ بات ہے" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"انسپکٹر شاکر کا قتل کس نے کیا تھا"۔

"یہ کیس حل کر کے دکھادیں..... آپ کو انسپکٹر مان جاؤں گا اور خو
آپ کے قانون کے حوالے کر دوں گا..... ورنہ آپ کے بس کا نہیں ہے

"اکرام..... ابھی تک تم نے اسے ہتھکڑی نہیں لگائی"۔

"یہ لیجیے سر" یہ کہہ کر اس نے ہتھکڑی لگادی۔

"یہ کیا ہے..... یہ تو تنکوں کی بنی ہوئی ہے..... میرا ایک جھٹکا
برداشت نہیں کر سکے گی"۔

"اچھا..... کیا واقعی"۔

"ہاں! اگر تجربہ ضرور کرنا ہے..... تو یہ لیں"۔

یہ کہہ کر اس نے ایک جھٹکا مارا..... ہتھکڑی ٹکڑوں میں تبدیل
زمین پر گر گئی اور اس کے ہاتھ آزاد ہو گئے..... وہ دھک سے رہ گئے۔

"کوئی بات نہیں..... میرے ہاتھ تمہارے لیے ہتھکڑی ثابت ہوں
گے" انسپکٹر جمشید نے ہاتھ اٹھایا۔

"یہ لو میرا بازو..... یہ شوق بھی پورا کر لیں"۔

انہوں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا۔

"پوری طاقت سے پکڑ لیں انسپکٹر جمشید..... پھر یہ نہ کہیے گا..... ابھی تو
آپ پکڑ بھی نہیں پائے تھے" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اوکے" وہ پرسکون آواز میں بولے اور ہاتھ مضبوطی سے جمادیا۔

"اور مضبوطی سے"۔

"مجھے یقین ہے..... تم اپنا ہاتھ نہیں چھڑا سکو گے اور میں اسی طرح
تمہیں حوالات تک لے جاؤں گا" انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"انسپکٹر جمشید..... ایک بات کو لکھ لیں"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"آج کا دن آپ کی شکست کا دن ہے"۔

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں..... اگر مجھے شکست ہوئی تو میں خود ہی مان
جاؤں گا"۔

"اوکے" اس نے کہا، پھر بولا۔

"لیکن آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کو شکست دینے والا ہے
کون"۔ وہ ہنسا۔

"چلو بتا دو..... اگر اتنا ہی شوق ہے بتانے کا"۔

"تو پھر سنیں..... میرا نام ہے..... طاقت..... انوکھی طاقت"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ بول اٹھے۔

ساتھ ہی طاقت نے اپنے بازو کو ایک زوردار جھٹکا دیا۔

* * * *

سادھو

"جونہی اس نے جھٹکا مارا..... انسپکٹر جمشید کا ہاتھ نہایت آسانی سے اس کی کلائی سے ہٹ گیا..... وہ دھک سے رہ گئے کہ یہ کیسے ہو گیا' ادھر اس نے قہقہہ لگایا۔

"دیکھی انسپکٹر جمشید..... تم نے میری طاقت"۔

"ہاں دیکھی..... لیکن ہم تمہیں گرفتار کر کے پھر بھی لے جائیں گے..... اور تم سے پوچھیں گے کہ سرجاری کہاں ہے"۔

"تم مجھے لے جا ہی نہیں سکو گے..... پوچھو گے کیسے؟"۔

"کلائی آگے کرو..... میں ایک بار اور تجربہ کرنا چاہتا ہوں" انہوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"چاہے سو بار تجربہ کرو" وہ ہنسا اور کلائی آگے کر دی۔

انہوں نے پھر کلائی پر دایاں ہاتھ جما دیا اور بولے۔

"ہاں! اب پھر مارو جھٹکا"۔

"ضرور ..... کیوں نہیں ..... یہ لیں" یہ کہ کر اس نے جھٹکا مارا اور کلائی پھر چھڑا لی۔

اب تو ان سب کی سٹی گم ہوگئی ..... لوہے کی ہتھکڑی وہ پہلے توڑ چکا تھا ..... اب دوبارہ ان سے اپنی کلائی چھڑا چکا تھا۔

"ایک بار اور" انسپکٹر جمشید کی آواز ان سب نے سنی اور حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے ..... اس لیے کہ ان کے خیال میں تو اس کی ضرورت نہیں تھی۔

"ہاں ہاں ..... ضرور ..... یہ لیں ..... پوری طرح اپنا اطمینان کرلیں"۔

ایک بار پھر انہوں نے کلائی پر اپنا ہاتھ جمادیا اور پوری قوت سے جمایا۔

"اب لگاؤ جھٹکا" وہ بولے۔

اس نے پھر جھٹکا مارا اور بغیر زور لگائے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"ٹھیک ہے ..... تم میں طاقت بہت زیادہ ہے ..... لیکن ہم تمہیں گرفتار کر کے ضرور لے جائیں گے"۔

"کیسے؟" وہ ہنسا۔

"بس جیسے بھی ہو ..... چلو بھئی ..... ہم سب مل کر اس شیطان کو گرفتار کریں گے"۔

"بہت بہتر ابا جان" محمود نے پر جوش انداز میں کہا۔

"یہ ننھے منے بچے مجھے گرفتار کریں گے ..... آپ خود تو میرا ہاتھ پکڑ نہیں سکے"۔

"میں نے یہ بات مان لی ہے نا ..... کہ تم میں طاقت ضرورت سے زیادہ ہے ..... لہٰذا ہم سب مل کر تمہارا مقابلہ کریں گے"۔

"اور اس مقابلے میں منہ کی کھائیں گے"۔

"چلو دیکھا جائے گا" یہ کہتے ہوئے انہوں نے اکرام کو اشارے میں کچھ کہا۔

"او کے سر" اکرام نے فوراً کہا۔

"کیا او کے سر" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم نے آپس میں کچھ بات کی ہے"۔

"لیکن میں نے آپ کو تو اس شخص سے بات کرتے نہیں سنا"۔

"ہم کچھ باتیں آواز کے بغیر بھی کر لیتے ہیں" وہ مسکرائے۔

"تب پھر ماتحت کی آواز کیوں سنی میں نے؟"۔

"بھول میں زبان ہلا بیٹھا ..... حالانکہ یہ بھی اشارے میں جواب دے سکتا تھا"۔

"بہت خوب ..... تو اب آپ لوگ مجھے مل کر پکڑیں گے"۔

"ہاں بالکل" وہ بولے۔

"کوشش شروع کرو..... اور ڈرو اس وقت سے" اس نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"کیا کہا..... ڈرو اس وقت سے..... کس وقت سے ڈریں بھئی..... وضاحت کرو" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی تو میں اکیلا ہوں..... اگر میں نے آس پاس کے تمام سادھوؤں کو اپنی مدد کے لیے بلا لیا..... تو کیا ہو گا..... مطلب یہ کہ ڈرو اس وقت سے" وہ ہنسا۔

"حد ہو گئی..... اس وقت سے ہم اس وقت کیوں ڈریں..... ڈریں گے اسی وقت" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

ان حالات میں بھی انہیں ہنسی آ گئی..... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے ایک جھکائی دی اور اس کی کمر پر پہنچ گئے..... پھر کیا تھا..... وہ اچھلے اور دونوں پیر اس کی کمر پر جڑ دیئے..... وہ دھب سے اوندھے منہ گرا۔

دھب کی آواز بہت بلند تھی..... ساتھ ہی انہوں نے اس کی کمر پر ایک اونچی چھلانگ لگائی..... اس کے منہ سے چیخ نکل گئی..... انہوں نے رکنے کا نام نہ لیا..... چھلانگیں لگاتے چلے گئے..... ادھر اس کے منہ سے چیخیں نکلتی چلی گئیں..... یہاں تک کہ اس کی آواز بند ہو گئی..... جسم ساکت ہو گیا۔

"ارے ارے..... بس کریں..... ابا جان..... کہیں..... بالکل ہی نہ مر جائے"۔

"مرتا ہے تو مر جائے..... ایسے شیطانوں کا مر جانا ہی بہتر ہے" انہوں نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

پھر اکرام رسی لیے ہوئے آگے بڑھا..... اس نے ان کی مدد سے اسے رسی سے جکڑ ڈالا..... یہ رسی کوئی عام رسی نہیں تھی..... بگران اور شارانے ان سب کو جس رسی سے باندھا تھا' یہ وہ رسی تھی۔

"اب اسے اٹھا کر گاڑی پر لاد لو اور لے چلو"۔

"او کے سر" اس نے فوراً کہا۔

اکرام کے ماتحتوں نے اسے گاڑی میں ڈال دیا اور لے چلے دفتر کی طرف..... وہ بھی ان کے بعد دفتر کی طرف روانہ ہوئے..... اسے سیدھا کمرۂ امتحان تک لایا گیا..... ایک مشین میں کسا گیا اور بٹن دبا دیا گیا۔

انہیں اس وقت بہت حیرت ہوئی..... جب انہوں نے اس کے منہ سے ذرا بھی آواز نکلتے نہ سنی..... جب کہ وہ تھا ہوش میں..... وہ اسی طرح رسی سے جکڑا ہوا ہی تھا..... رسیاں کھولی نہیں گئی تھیں..... تین چار بار بٹن دبانے پر بھی جب اس پر کوئی اثر نہ ہوا تو انہوں نے اسے دوسری مشین میں کسا' پھر تیسری مشین کی باری آئی..... لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"بس..... انسپکٹر جمشید..... یا کوئی اور مشین باقی ہے"۔

"ہمارے پاس ابھی اور بہت سے طریقے ہیں"۔

"او کے..... وہ بھی آزما لو"۔

اب اسے فرش پر چت لٹا دیا گیا..... اس کے ہاتھ پیر چاروں طرف لگے ہکوں سے باندھ دیئے گئے..... سفید چیونٹیوں کا ایک ڈبہ لایا گیا اور اس کے جسم پر چھوڑ دیا گیا..... اب جو چیونٹیوں نے ہزار ہا جگہ کاٹنا شروع کیا تو وہ چیخ اٹھا۔

"ارے ارے..... یہ کیا..... مجھے ان چیونٹیوں سے بچاؤ"۔

"کمال ہے..... شکنجوں میں یہ شخص چلایا نہیں..... اور چیونٹیوں کے کاٹنے سے چیخ پڑا" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ارے ارے..... میں کہتا ہوں..... ان چیونٹیوں کو ہٹاؤ میرے جسم پر سے"۔

"ابھی آپ کو پتا نہیں سادھو صاحب" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا پتا نہیں"۔

"یہ کہ یہ چیونٹیاں خاص قسم کی ہیں..... جس جگہ کاٹتی ہیں..... وہاں سے خون رسنے لگتا ہے" اور جب تمہارے جسم سے ہزار ہا جگہوں سے خون رسے گا تو تمہیں ایک عجیب مزا آئے گا"۔

"مم..... مزا..... تم..... تم اسے مزا کہہ رہے ہو..... میری جان پر بنی ہے"۔

"تب پھر بتاؤ..... سر جاری کو کہاں چھپایا ہے"۔

"سو میں سے ایک کٹیا میں..... لیکن اب تم اسے پہچان نہیں سکو گے..... خود مجھے بھی نہیں معلوم کہ وہ کون سی کٹیا میں ہے..... میں نے تو بس اپنی طاقت کے ذریعے اس کا حلیہ بدل دیا ہے..... اب وہ کبھی اپنے سابقہ حلیے پر نظر نہیں آئے گا"۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"اسے شیطانی طاقت کہتے ہیں"۔

"اور تمہاری اپنی شیطانی طاقت کہاں گئی"۔

"کمر پر ہونے والے وار کی وجہ سے میں مار کھا گیا..... ورنہ میں تم لوگوں کو تگنی کا ناچ نچاتا"۔

"ہوں..... خیر کوئی بات نہیں..... ہم تگنی کا ناچ خود ناچ لیں گے اور تمہاری حسرت پوری کر دیں گے" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا" محمود جھلا کر اس کی طرف پلٹا۔

"دد..... دیکھا تو نہیں چلتے ہوئے..... کیوں تمہیں کیا ہوا..... کسی بھڑ پر پاؤں رکھ دیا کیا" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہمیں کیا پڑی..... تگنی کا ناچ ناچنے کی"۔

"اوہ اچھا..... یہ بات..... چلو خیر نہیں ناچتے تگنی کا ناچ..... شیطان میاں..... سنا آپ نے..... ہم نہیں ناچیں گے تگنی کا ناچ"۔

"حد ہو گئی" محمود بھنا اٹھا۔

"ارے ارے..... میں مرا..... ہٹاؤ..... ہٹاؤ ان کو" سادھو چیخا۔

"کن کی بات کر رہے ہو میاں"۔

"چیونٹیوں کی"۔

"تم تو بڑے بہادر بن رہے تھے..... اب ان ننھی منی چیونٹیوں سے مار کھا گئے"۔

"تم نہیں جانتے میں کس عذاب میں مبتلا ہوں"۔

"پہلے یہ بتاؤ..... سرجاری کہاں ہے"۔

"سب سے بڑے سادھو کو پتا ہے..... میں تو اس کا ادنیٰ چیلا ہوں"۔

"کیا مطلب..... یہ کیا بات ہوئی..... کیا تم وہ طاقت نہیں ہو..... جس نے سرجاری کو پٹی پڑھائی تھی" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں..... میں تو بس ایک سیدھا سادا سا سادھو ہوں..... اس کا شاگرد ہوں..... اس نے حکم دیا تھا کہ شہر سے باہر ایک کٹیا بنا کر رہنا شروع کر دوں..... نہ نہاؤں..... نہ دھوؤں..... بس ہر وقت غلاظت میں لپٹا رہوں..... اور جو اس نے عملیات بتائے تھے..... وہ کرتا رہوں"۔

"عملیات"۔

"ہاں..... عجیب و غریب قسم کے جملے ہیں..... جو پڑھے جاتے ہیں..... ان کو سادھو ہی سمجھتے ہیں..... آپ کے پلے نہیں پڑیں گے"۔

"ہمیں ضرورت بھی نہیں ہے" انہوں نے منہ بنایا۔

"تب پھر..... مجھے تو کھول دو"۔

"اگر تم اصل سادھو نہیں ہو..... تو تم میں یہ طاقت کیسے آ گئی"۔

"شیطانی طاقت تو سب سادھوؤں میں ہوتی ہے..... لیکن طاقت کم یا زیادہ ہوتی ہے، میں ابھی اتنا طاقت ور نہیں ہوں..... ورنہ کمر پر وار کھا کر کبھی نہ گرتا..... جب تم لوگوں کا مقابلہ بڑے سادھو سے ہوگا..... اس وقت پتا چلے گا"۔

"ارے باپ رے"..... فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"اکرام اسے کھول دو..... چیونٹیوں کو بے ہوش کر دو..... اور پاؤڈر چھڑک دو تاکہ وہ اس کے جسم سے الگ ہو جائیں..... اور حوالات میں ڈال دو"۔

"بہت بہتر سر" اکرام نے کہا اور ان کے حکم پر عمل کرنے لگا۔

"لیکن اب ہم کیا کریں گے..... ہم تو پھر وہیں آ کھڑے ہوئے ہیں جہاں سے چلے تھے" فرزانہ پریشانی کے عالم میں بولی۔

"ہم ان سب سادھوؤں کو گرفتار کریں گے..... ان میں سے ایک تو سرجاری ہے ہی"۔

"لیکن ہم ان سب سادھوؤں کا جرم کیا بتائیں گے..... گرفتاری کی وجہ کیا بتائیں گے" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"تم فکر نہ کرو ..... وجہ بھی لکھ دی جائے گی ..... فی الحال تو ان کی گرفتاری بہت ضروری ہے ..... ورنہ کہیں سرجاری پھر نہ زور پکڑ لے ..... اس موقعے پر اس کی طاقت کو کچلنا ہی بہتر ہو گا"۔

"چلیے پھر ٹھیک ہے"۔

اب انہوں نے فوج کی مدد لی ..... بڑے بڑے جال لے کر فوج نے سادھوؤں کو پکڑ لیا ..... اور ان جالوں کے ذریعے ان سب کو گرفتار کر لیا گیا ..... گرفتاری کے وقت ان سب نے طاقت دکھانے کی بہت کوشش کی ..... لیکن ان کی ایک نہ چلی ..... اور ان سب کو حوالات میں ڈال دیا گیا۔

ابھی وہ اس کام سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ان کے فون کی گھنٹی بجی۔

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

کھدائی

جونہی انہوں نے ریسیور کان سے لگایا آواز لہرائی۔

"انسپکٹر جمشید ..... یہ تم نے سو کے قریب سادھوؤں کو کس جرم میں [گرفت]ار کیا ہے؟"۔

"آپ کون ہیں" وہ پرسکون آواز میں بولے۔

"اب میں اپنی کیا تعریف کروں"۔

"میں نے آپ کی تعریف نہیں پوچھی ..... کیونکہ تمام تعریفیں تو بس اللہ رب العزت کے لیے ہیں ..... آپ کون ہیں ..... یہ بتائیں" انہوں نے جھنجلا کر کہا۔

"میرا نام طاقت ہے ..... انوکھی طاقت"۔

"وہ انوکھی طاقت جس نے سرجاری کو غلط راستے پر لگایا" انہوں نے [ہن]س کر کہا۔

"یہ تم کہتے ہو ..... میں نے تو اسے درست راستے پر لگایا ہے
چاہوں تو تمہیں بھی درست راستے پر لگادوں"۔

"تم مجھے اپنے راستے پر نہیں ڈال سکتے ..... یقین نہیں تو کوشش کر
دیکھ لو"۔

"شاید تم اپنے دوستوں اور اپنی بیگم کی بات بھول گئے"۔

"نہیں بھولا ..... ان میں کچھ کمزوری تھی جس کی بنا پر تم ان پر اپنا
ڈالنے میں کامیاب ہو گئے ..... لیکن تمہارا حربہ مجھ پر نہیں چلے گا"۔

"کوئی پروا نہیں ..... میں ایک انسپکٹر جمشید کو نہیں ورغلا سکوں گا
ہے ..... اور تھوڑے لوگ ہیں ..... ورغلانے کے لئے"۔

"ہاں ..... بے شمار ہیں ..... کرتے رہو اپنی کوشش میں بھی تمہارے
تعاقب میں ہوں ....." وہ تلملا اٹھے۔

"ارے میاں جاؤ ..... انسپکٹر شاکر کے قاتل کا تو ابھی تک سراغ
نہیں سکے ..... میرا تعاقب کیسے کرو گے ..... جب کہ میرا سراغ لگانے
قابل ہی نہیں ہو"۔

"پہلی بار تم نے فون کیا ہے ..... مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم فون پر
بات کر سکتے ہو ..... ورنہ اس وقت تک تو تمہیں گھیرے میں لیا جا چکا ہوتا
"غلط ..... بالکل ..... تم اور تمہارے ماتحت مجھے گھیرے میں نہیں
سکتے ..... تم چاہو تو میں پھر فون کروں"۔

"ہاں بالکل! میں یہ چاہتا ہوں"۔

"اچھی بات ہے ..... میں دس منٹ بعد پھر فون کروں گا ..... میرا
اغ لگا سکتے ہو تو لگا لو ..... لیکن ایکس چینج والے تمہیں ٹھینگا دکھا دیں
"۔

"اوکے ..... یہ تجربہ بھی سہی"۔

فون بند کر دیا گیا ..... انسپکٹر جمشید جلدی جلدی تیاری کرنے لگے .....
وں نے ایکس چینج کو اس بارے میں بتایا ..... پروفیسر داؤد کا دیا ہوا ایک
پنے سیٹ سے لگایا ..... اپنی خفیہ فورس کو چوکس کیا اور ہدایات دیں کہ
انہیں اشارہ ملے ..... وہ روانہ ہو جائیں ..... ابھی وہ اچھی طرح یہ
ات کر کے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ فون کی گھنٹی پھر بجی۔

انہوں نے فوراً اپنے سیٹ پر لگا ایک بٹن دبا دیا ..... اور پھر ریسیور
تے ہوئے بولے۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"اور میں پھر فون کر رہا ہوں ..... امید ہے اس دوران تم نے میرا
غ لگانے کی پوری پوری کوشش کر ڈالی ہوگی"۔

"ہاں کیوں نہیں ..... فکر نہ کرو ..... میرے آدمی تم تک پہنچ جائیں

"میں ان کا انتظار کر رہا ہوں اور یہیں کر لو..... جس جگہ میں ہوں
اس جگہ سے بھاگوں گا نہیں"۔

"تب پھر تمہاری گرفتاری لازمی ہے"۔

"اب یہی دیکھنا ہے..... کیا میں فون بند کر دوں یا جاری رہنے دوں

"ابھی چند منٹ اور سہی" انہوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"بہت بہتر" وہ ہنسا۔

اور پھر جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ ان کے آدمی سراغ لگا
ہوں گے..... تو انہوں نے ان سے رابطہ کیا۔

"ہاں بھئی..... کیا رپورٹ ہے"۔

"ہمیں افسوس ہے سر"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"اس کا سراغ نہیں لگا سکے"۔

"لیکن کیوں" وہ چلائے۔

"وہ جس فون سے بات کر رہا ہے..... اس کی لہریں ہم چیک
کر سکتے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی

"ہم خود نہیں سمجھ سکے سر..... نہ جانے اس واقعے پر کتنے لوگ
ہیں"۔

عین اسی وقت دوسرے فون کی گھنٹی بجی..... انہوں نے ریسیور کان
سے لگایا تو اس کو ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"کیوں..... ہو گئے نا ناکام..... حالانکہ میں اب بھی وہیں ہوں.....
جہاں سے پہلے فون کر رہا تھا"۔

"اف یہ کیسے ممکن ہے"۔

"اس بار تمہارا سامنا صرف انسان سے نہیں..... انسان + شیطان سے
ہے" اس نے فخریہ انداز میں کہا۔

"کیا..... کیا کہا..... انسان + شیطان" وہ حیران ہو کر بولے۔

"یہ آپ نے کیا کہا" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"کیوں..... تمہیں کیا ہوا؟" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"مجھے..... مجھے تو کچھ نہیں ہوا..... میں تو بالکل ٹھیک ہوں..... ہونا تو
اب جو کچھ ہے..... تمہیں ہے" اس کی آواز گونجی۔

"یہ جملہ میں نے تم سے نہیں..... اپنے بیٹے سے کہا ہے" وہ جل گئے۔

"میرا مطلب تھا ابا جان..... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے..... انسان
+ شیطان"۔

"اچھا یار..... ہو سکتا ہو گا..... تم ذرا دیر تک خاموش رہو، اس لیے
کہ میں اس وقت انسان نما شیطان سے بات کر رہا ہوں..... یا یوں کر لو.....
کہ شیطان نما انسان سے بات کر رہا ہوں"۔

"اور یہ بات ہماری آخری بات ہوگی" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کک..... کیا مطلب؟"۔

"ہم یہاں اپنا کام ختم کر چکے..... جس قدر گمراہی پھیلانا چاہتے تھے..... اس سے کہیں زیادہ پھیلا چکے..... اب مزید کی ضرورت محسوس نہیں کرتے..... ہم اپنے ساتھ سرجاری کو بھی لے جا رہے ہیں..... انسپکٹر جمشید تم اس کیس میں بری طرح ناکام ہو گئے..... تم ہمارا سراغ نہیں لگا سکے..... نہ لگا سکو گے..... سرجاری کو بھی میں نے تمہارے ہاتھوں سے بال بال بچا لیا..... میرا سراغ تو تم کیا لگاؤ گے..... انسپکٹر شاکر کے قاتل کا کھوج نہیں لگا سکو گے" وہ طنزیہ انداز میں کہتا چلا گیا۔

"ہم یہ سب کام کریں گے..... فکر نہ کرو"۔

"تمہیں کھلی چھٹی ہے..... صحیح معنوں میں شیطان سے واسطہ تمہیں آج تک نہیں پڑا ہوگا..... آج پہلی بار پڑا ہے تو دن میں تارے نظر آ گئے یا نہیں"۔

"ہاں آ گئے..... اب تمہاری باری ہے..... تمہیں بھی ہم تارے دکھائیں گے"۔

"میں انتظار کروں گا..... اچھا..... اب میں اپنا سراغ کھو رہا ہوں..... تمہیں للکارتے ہوئے کہ تم میرا سراغ لگا کر دکھا دو..... مجھے تلاش کر کے دکھا دو..... مجھے گرفتار کر کے دکھا دو"۔

اس کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا..... انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے..... چند لمحے سوچتے رہے، پھر بولے۔

"اکرام..... سرجاری کے مکان کو گھیر لو..... ہم اس گھر کی تلاشی لیں گے"۔

"کیا فائدہ سر..... یہ شخص وہاں ہرگز نہیں ملے گا"۔

"اوہو..... بھئی تم گھیرے میں لے تو لو"۔

"جی بہتر" اس نے کہا اور اپنے ماتحتوں کی طرف مڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر سرجاری کی کوٹھی میں داخل ہو رہے تھے۔

"اکرام..... مزدوروں کے ذریعے اس گھر کو گرانا شروع کر دو"۔

"جی..... کیا فرمایا..... اس کو گرا دوں"۔

"ہاں اکرام..... اس پورے گھر کو گرا دو"۔

"پتا ہے سر..... لوگ کیا کہیں گے" اکرام نے پریشان ہو کر کہا۔

"کیا کہیں گے"۔

"اس بار کے مجرم نے چونکہ آپ کے مکان کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا ہے..... لہٰذا اب آپ بھی مجرموں کے مکان کو انتقاماً ملبے کا ڈھیر بنا رہے ہیں"۔

"حد ہو گئی..... یہ بھی کوئی انتقام لینے کا طریقہ ہے"۔

"تب پھر آپ کیوں گروانا چاہتے ہیں اس کو" محمود نے حیرت زدہ انداز میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے..... اس کو کھدوانے پر ہمارے ہاتھ ضرور کوئی سراغ لگ جائے گا"۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"مجھے نہیں معلوم اکرام ..... لیکن میرا دل کہتا ہے ..... کہ مجھے ایسا کروانا چاہئے"۔

"تب ہم اس کو ضرور کھدوائیں گے"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

دو گھنٹے بعد کھدائی کا کام شروع ہوا..... کھودنے والوں کے چہروں پر اکتاہٹ کے آثار بہت نمایاں تھا..... شاید وہ سمجھتے تھے کہ ایسا کرنے سے آخر حاصل کیا ہو سکتا ہے..... لیکن جونہی کھدائی شروع کی گئی..... ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

* * * *

حکومت

انہوں نے پہلے صرف ایک کمرے کی کھدائی شروع کرائی تھی..... لیکن جونہی اس کا فرش اکھاڑا گیا..... نیچے ایک تہ خانے کے آثار نظر آگئے اور جب وہ اس تہ خانے میں اترے تو وہاں انہیں جدید سائنسی آلات کے ساتھ ساتھ کچھ جناتی چیزیں بھی نظر آئیں..... ایک ٹی وی بھی تھا۔ انہوں نے اس کو آن کر کے دیکھا تو اس پر صحن کا منظر نظر آنے لگا۔

"ارے یہ کیا..... اس کا مطلب ہے..... سرجاری یہاں بیٹھ کر گھر کا اور گھر کے باہر کا نظارہ کرتا رہتا تھا" فاروق چونک کر بولا۔

"ہاں! لیکن جس وقت انسپکٹر شاکر کا قتل ہوا..... اس وقت وہ ہمارے ساتھ تھا" انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اس ٹی وی کا بھلا انسپکٹر شاکر کے قتل سے کیا تعلق" محمود حیران ہو کر بولا۔

"اب تو تعلق صاف نظر آرہا ہے..... یہاں سرجاری نہیں کوئی اور موجود تھا..... شاید اس کا کوئی ملازم یا پھر اس کا کوئی استاد..... طاقت کا چیلا وغیرہ..... اس نے کوئی بٹن دبایا..... اور خنجر انسپکٹر شاکر کے جسم میں اتر گیا ..... اور نہ صرف اتر گیا..... واپس بھی نکلا اور غائب ہو گیا"۔

"ناممکن ابا جان..... ہم نے ایسا ہوتے نہیں دیکھا" فرزانہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"اوہو فرزانہ..... اس وقت ہمارے رخ دوسری طرف تھے"۔

"لیکن ابا جان..... انسپکٹر شاکر کے ماتحتوں کے رخ تو اسی کی طرف تھے ..... آخر ان میں سے کوئی ایسا کیوں نہیں دیکھ سکا"۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے..... خیر ہم اس پر اور غور کریں گے..... ویسے اب اس بات پر مجھے یقین آگیا ہے کہ اس بار جدید سائنس کے ساتھ قدیم سائنس کا ملاپ ہو گیا ہے"۔

"جی..... کیا مطلب..... ہم سمجھے نہیں"۔

"شیطان دراصل ایک جن تھا..... سب سے بڑا اور طاقت ور ترین جن..... بلکہ جنوں کا سردار تھا..... دن رات اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا..... لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمانے کا ارادہ کیا..... تو وہ بغاوت پر اتر آیا اور اللہ کا نافرمان بن گیا..... اس نے انسانوں کو بہکانے کی ٹھان لی..... اس نے اعلان کیا کہ اب میں رہتی دنیا تک انسانوں کو بہکاؤں گا..... دوسری

طرف اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ جو میرے بندے ہوں گے..... وہ تیرے بہکائے میں نہیں آئیں گے..... اور جو تیرے بہکائے میں نہیں آئیں گے..... میں ان کے درجات بلند کروں گا..... انہیں ایسی نعمتیں دوں گا جو انہوں نے دیکھی تک نہیں ہوں گی..... سو اس دن سے شیطان کا کام بہکانا ہو گیا..... اللہ کے نیک بندوں کا کام لوگوں کو شیطان سے بچانا ہو گیا..... شیطان پہلی امتوں کے لوگوں کو انسانی روپ میں آکر بھی بہکاتا رہا ہے..... دلوں میں وسوسے ڈال کر بھی بہکاتا ہے..... اب بھی وہ یہ ہتھکنڈا اختیار کرتا ہے..... یہ اسلام دشمن طاقتیں اس کے اشاروں پر ناچتی ہیں..... لیکن اس بار وہ ہمارے ہاں خاص انداز میں آگیا ہے..... اس نے ایسے شخص کو آگے لگا دیا ہے..... جو سائنس کا بھی ماہر ہے..... جدید آلات سے بھی کام لے سکتا ہے ..... اور اپنی شیطانی طاقت سے بھی..... گویا اس میں دو طاقتیں بیک وقت جمع ہو گئی ہیں..... اور ہمیں ان دونوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا..... جب کہ پروفیسر داؤد کو اس نے پہلے ہی اپنے دام میں پھانس لیا تھا تاکہ ہم ان کی مدد سے محروم ہو جائیں"۔

"اگر وہ اتنا طاقت ور ہے..... تو پھر وہ یہاں سے بھاگا کیوں..... گرفتار کیسے ہو گا" فرزانہ نے پوچھا۔

"اس میں بھی ان کی چال ہے..... پہلے سرجاری کو ملک کا صدر بنوایا گیا..... پھر شکست دلوائی گئی..... لیکن عین اس وقت جب اسے پھانسی دی

جا رہی تھی..... اسے غائب کر دیا گیا..... اب ہم نے ان سادھوؤں کو گرفتار کیا تو وہ پھر کام دکھائے گا..... تم دیکھ لینا"۔

"جی..... کام دکھائے گا..... اب وہ کیا کام دکھائے گا"۔

"سرجاری جیسے لوگوں کے ذریعے ملک پر حکومت کرنے کے بجائے ..... وہ اب یہ چاہتا ہے کہ ملک میں اکثریت سرجاری جیسے لوگوں کی ہو جائے ..... اس صورت میں کون ہے..... جو اسے مارے گا..... اس کے خلاف کوئی بات کر سکے گا"۔

"اوہ..... نہیں" وہ چلا اٹھے۔

"جہاں تک میں سمجھا ہوں..... اس کا منصوبہ یہی ہے..... لیکن پہلے وہ اپنے کمالات دکھانا چاہتا ہے..... لوگوں کے ذہنوں پر چھانا چاہتا ہے"۔

"یہ تو آپ بہت خوفناک باتیں بتا رہے ہیں"۔

"بہت جلد میری باتوں کی تصدیق ہونے والی ہے"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی..... اکرام پریشانی کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

"سر..... غضب ہو گیا"۔

"کوئی بات نہیں" وہ مسکرائے۔

"جی کیا فرمایا آپ نے..... میں نے آپ سے کہا ہے' غضب ہو گیا..... اور آپ کہہ رہے ہیں کوئی بات نہیں"۔

"تب پھر تم ہی بتاؤ' میں کیا کروں" وہ ہنسے۔

"پہلے تو آپ کو یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ ہوا کیا ہے"۔

"بھئی میں جانتا ہوں..... اس لیے نہیں پوچھا..... سارے سادھو فرار ہو گئے ہیں..... حوالات کی سلاخیں ٹوٹی پڑی ہیں..... یہی بتانا چاہتے ہو نا"۔

"اوہ! آپ کو کیسے معلوم"۔

"یہ میرا اندازہ تھا..... جو میں بہت پہلے لگا چکا ہوں"۔

"ایک تو میں آپ کے اندازوں پر حیران ہوں"۔

"ابھی تو نہ جانے کیا کچھ ہو گا' اکرام"۔

"اگر آپ پہلے سے اتنے اندازے لگا چکے ہیں تو پھر ان کا راستا کیوں نہیں روک دیتے آپ"۔

"کیسے روک دوں..... میرے بس میں ہو تو میں ایسی کسی سازش کو شروع نہ ہونے دوں..... لیکن میں نہیں جانتا..... وہ کون ہے..... کہاں ہے ..... اس پر ہاتھ ڈالا جائے تو کیسے..... یہ اتنا آسان کام نہیں ہے اکرام..... جب تک وہ خود منظر عام پر نہیں آ جاتا..... اس وقت تک ہم شاید کچھ نہیں کر سکتے"۔

"اور..... اور اگر آیا ہی نہ"۔

"سامنے تو خیر وہ آئے گا..... اس لیے کہ اس کے بغیر اس کا مقصد حل نہیں ہو گا"۔

"آخر اس کا مقصد کیا ہے"۔

"لوگوں کو اللہ سے ہٹا کر اپنے پیچھے لگانا اور بس ..... ورنہ وہ دنیاوی چیزوں کا لالچی نہیں ہے..... کھانے پینے یا دولت کا اسے لالچ نہیں ہے"۔

"تب یہ واقعی انوکھا مجرم ثابت ہو گا"۔

"کوئی ایسا ویسا انوکھا اور اسے شکست دینا بھی آسان کام نہیں ہو گا"۔

"آپ تو ہم سب کو ڈرائے دے رہے ہیں" اکرام بولا۔

"کیا کیا جائے..... میں خود ڈرا ہوا ہوں..... اچھا خیر..... مطلب یہ ہے کہ تمام سادھو بھی غائب ہو گئے ..... سرجاری پہلے ہی غائب ہے..... اب جب تک مجرم کی طرف سے کوئی کام شروع نہیں ہو گا، ہم کچھ نہیں کر سکیں گے..... ٹھیک ہے نا"۔

"ہاں سر..... بالکل"۔

"تب پھر صبر کرو..... خدا حافظ" یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

دوسرے دن کے اخبارات ان کے لیے ایک نئی پریشانی لائے..... سادھوؤں کے فرار کی کہانی خوب نمک مرچ لگا کر شائع کی گئی..... حکومت کی ناکامی کا خوب چرچا کیا گیا تھا..... یہاں تک کہ انسپکٹر جمشید پارٹی کی ناکامیوں کا ذکر بھی زور شور سے کیا گیا تھا..... اور تمام اخبارات میں پورے صفحے کا ایک اشتہار لگا تھا..... بہت بڑی بڑی سرخیوں میں لکھا تھا۔

"پوری حکومت سرجاری کو شکست نہیں دے سکی" سرجاری اب پھر آزاد ہے..... سادھوؤں کو گرفتار کیا گیا..... وہ سب ہی حوالات کی سلاخیں توڑ کر فرار ہو گئے ..... مطلب یہ کہ اس کیس میں حکومت کسی ایک کو بھی گرفتار نہیں رکھ سکی..... اس سے بڑھ کر حکومت کی ناکامی کا ثبوت اور کیا ہو گا..... اور سرجاری کے شاگردوں کی طاقت کا اندازہ لگائیے..... حکومت کی تمام کوششیں بے کار ہو گئیں۔

کیا آپ بھی اتنے طاقت ور بننا چاہتے ہیں..... آپ بہت آسانی سے اس قدر طاقت ور بن سکتے ہیں کہ لوہے کی موٹی سلاخوں کو بھی آسانی سے موڑ سکیں..... آگ میں ہاتھ ڈالیں تو آپ کا ہاتھ نہ جلے..... آپ کو کوئی بم سے اڑانا چاہے تو اڑا نہ سکے..... الٹا آپ بم کو اڑا دیں۔

اگر آپ اس قدر طاقت ور بننا چاہتے ہیں تو آج ہی سرجاری کے شاگرد بن جائیں..... جنگل کے شمالی حصے میں آ جائیں..... وہاں آپ کو اتنا ہی طاقت ور بنا دیا جائے گا اور اس سارے کام میں آپ کا خرچ کچھ بھی نہیں آئے گا..... سب خرچ ہم خود کریں گے..... آپ مفت میں طاقت ور بن جائیں گے..... ایک بار آزما کر دیکھیں..... انوکھی طاقت کے مالک بن کر دیکھیں۔

"سرجاری"

انہوں نے حیرت زدہ انداز میں اشتہارات کو پڑھا..... پھر پہلے قومی اخبار کے دفتر فون کیا..... انہوں نے اس کے چیف ایڈیٹر سے ملنے کی خواہش کی، جلد ہی چیف ایڈیٹر کی آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"اوہ آپ..... جی فرمایئے"۔

"آپ نے انوکھی طاقت کا اشتہار کس کے آرڈر پر شائع کیا"۔

"ایک صاحب آئے تھے، انہوں نے اشتہار کی فیس ادا کر دی..... ہم نے اشتہار شائع کر دیا"۔

"اس کا حلیہ بتا سکتے ہیں"۔

"جی ہاں کیوں نہیں"۔

اس نے جو حلیہ لکھوایا..... وہ بالکل سرجاری جیسا تھا۔

"یہ تو آپ نے سرجاری کا حلیہ لکھوا دیا ہے"۔

"ہمارے پاس جو آدمی آیا..... اس کا حلیہ یہی تھا..... تاہم اس نے اپنا نام سرجاری نہیں رابوٹا لکھوایا تھا"۔

"کیا نام لکھوایا تھا" انہوں نے چونک کر کہا۔

"جی رابوٹا"۔

"اوہ اچھا..... کیا وہ نقد رقم لایا تھا"۔

"جی ہاں..... بالکل نقد رقم"۔

"شکریہ" انہوں نے کہا اور فون کاٹ کر دوسرے اخبار کے دفتر فون ... وہاں سے بھی یہی معلومات حاصل ہوئیں..... وہاں بھی سرجاری کی صورت والے آدمی نے اشتہار کی رقم ادا کی تھی..... اسی طرح سب ... بیان دیا..... وہ چکرا کر رہ گئے۔

"اس کا مطلب ہے..... واقعی سرجاری نے یہ کام کیا ہے"۔

"یہ ضروری نہیں..... وہ اپنے میک اپ میں کسی کو بھی بھیج سکتا ..."

"شمالی جنگل میں تو پھر اس وقت میلہ لگا ہو گا" فاروق بے چین ہو گیا۔

"اوہ ہاں..... آؤ..... ذرا اس میلے کو بھی دیکھ آئیں"۔

وہ جنگل میں پہنچے..... وہاں واقعی میلے کا سماں نظر آیا..... ہزاروں ...ع تھے جنگل میں ایک خیمہ لگا ہوا تھا..... لوگوں کی ایک بہت لمبی قطار ...ے باہر لگی تھی..... ایک ایک آدمی خیمے کے اندر جا رہا تھا اور دوسری ...ے ایک ایک نکل رہا تھا..... وہ خیمے کے اس سمت میں پہنچے..... جس ...ے آدمی نکل رہے تھے..... ایسے میں نکلنے والے ایک شخص کو انہوں ...ے سے کچھ فاصلے پر روک لیا۔

"بھائی صاحب..... ذرا بات سنیے"۔

وہ اس طرح اچھلا جیسے کسی جن کو دیکھ لیا ہو۔

خوف

"کیا..... کک..... کیا مطلب..... آپ نے مجھے آواز دی"۔

"ہاں آپ کو..... آپ یہاں کس سلسلے میں آئے تھے"۔

"جس سلسلے میں یہ سب آئے ہیں"۔

"کیا وہ مقصد حاصل ہو گیا"۔

"آہستہ آہستہ حاصل ہو گا" وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"دس دن مسلسل یہاں آنا پڑے گا..... باباجی کے سامنے چند سیکنڈ تک چوکڑی مار کر بیٹھنا ہو گا ..... تب کہیں جا کر میں وہ انوکھی طاقت حا کر سکوں گا..... جو سرجاری نے حاصل کی"۔

"ارے..... تو کیا خیمے کے اندر مسٹر سرجاری ہیں"۔

"یہ تو مجھے معلوم نہیں..... ہم تو انہیں باباجی کہا کریں گے..... یہی ملا ہے"۔

"حکم ملا ہے..... یہ کیا بات ہوئی"۔

"انہوں نے حکم دیا ہے کہ ہم انہیں باباجی کہہ کر بلائیں"۔

"او اچھا..... ٹھیک ہے"۔

وہ شخص آگے بڑھ گیا۔

"کیا ہم اس تربیتی سلسلے کو روک نہیں سکتے ابا جان"۔

"نہیں..... اس لیے کہ ہم جتنا روکیں گے ..... یہ اتنا ہی اور آگے گے..... ان کے ساتھ شیطانی طاقت ہے..... اصل مسئلہ ہے اصل گرفتاری..... جو ان سب کو نچا رہا ہے"۔

"آپ کا مطلب ہے..... سرجاری" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"نہیں..... سرجاری تو اس کا ایک کارندہ ہے صرف..... وہ خود تو سامنے آیا ہی نہیں"۔

"آخر وہ کون ہے" محمود چیخا۔

"میں نہیں جانتا"۔

"تب پھر..... کیا ہو گا"۔

"ہمیں اس کا سراغ لگانا ہو گا..... سراغ..... یہ کہ وہ کہاں ہے..... بیٹھ کر اپنا کام کر رہا ہے"۔

"ایسے آدمی کا سراغ آخر کس طرح لگائیں" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"سوچو فرزانہ ..... ذہن پر زور دو ..... یہ سوال تمہیں اور
تمہیں حل کرنا ہے"۔

"ارے باپ رے ..... آپ تو مجھے پھنسائے دے رہے ہیں" ف
گھبرا گئی۔

"بس! اب میں کوئی بات نہیں سنوں گا..... تمہارے ساتھ سو
یہ دونوں بھی شریک ہو سکتے ہیں"۔

"شکریہ ابا جان..... آپ نے اتنی تو اجازت دی"۔

"میں نے کہا نا..... باتیں نہیں..... صرف اور صرف سوچو"۔

اور وہ تینوں سوچ میں گم ہو گئے ..... اب ان کی گاڑی واپس جا
تھی..... پورا راستا سوچ میں کٹ گیا اور وہ خفیہ ٹھکانے پر پہنچ گئے..... ا
داخل ہوئے تب بھی وہ بری طرح سوچ میں گم تھے۔

"انہیں کیا ہوا" بیگم جمشید نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا..... ج
مطلب تھا وہ درست حالت میں آچکی تھیں۔

"سوچ کا دورہ پڑا ہے انہیں"۔

"اس دورے سے ان کی ملاقات کیسے ہو گئی"۔

"ملاقات میں نے کرائی ..... اور بیگم تم انہیں آواز نہ دینا.....
چاہتا ہوں..... یہ سوچ کے سمندر سے نکل نہ جائیں"۔

"سوچ کا سمندر ارے باپ رے" بیگم جمشید گھبرائیں۔

"کیوں..... تمہیں کیا ہوا؟"۔

"میرا مطلب ہے..... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی..... اب تم فاروق کا کردار ادا کرو گے"۔

"کیا کیا جائے..... مجبوری ہے..... وہ بے چارہ تو سوچ میں پھنسا ہوا
ہے۔

تینوں نے جیسے ان کی باتیں سنی ہی نہیں..... سیدھے اپنے کمرے میں
چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا..... پھر کتنی ہی دیر دروازہ بند رہا..... اور مکمل
خاموشی رہی تو بیگم جمشید پریشان ہو گئیں۔

"آخر ایسی بھی کیا سوچ..... ان کی آواز تک سنائی نہیں دی"۔

"کوئی بات نہیں بیگم..... بس انہیں سوچنے دو..... ہم اس وقت بہت
الجھن میں ہیں"۔

"ارے بھئی..... یہ تم دونوں کیا کھسر پھسر کر رہے ہو..... اور وہ تینوں
کہاں ہیں" انہوں نے پروفیسر داؤد کی آواز سنی..... وہ اپنے کمرے سے نکل
کر باہر آرہے تھے..... گویا ان کی اور خان رحمان کی حالت بھی اب بہتر تھی۔

"اور جمشید..... تمہارا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے"۔

"یہ شیطانی چکر ہے..... جس کی لپیٹ میں اس وقت ہم سب ہیں.....
آپ دونوں اور میری بیگم تو اس چکر میں کچھ زیادہ ہی آگئے تھے..... بڑی

مشکل سے تینوں درست حالت میں آئے ہیں..... ورنہ آپ تو جنگل میں کٹیا بناکر رہنے لگے تھے..... اور بیگم صاحبہ گھر میں سادھو بن گئی تھیں۔

"ارے باپ رے..... ہم جنگل میں کٹیا بناکر رہنے لگے تھے"۔ خان رحمان چلائے۔

"کیوں..... کیا یہ بات تمہیں یاد نہیں رہی خان رحمان"۔

"نن نہیں..... بالکل نہیں"۔

"مم..... مجھے بھی کچھ یاد نہیں ہے..... ہمیں تو یہ بھی یاد نہیں ہے کہ ہم یہاں کیسے پہنچ گئے..... اور یہ جگہ کون سی ہے..... کم از کم جمشید..... یہ تمہارا وہ گھر نہیں ہے..... جس میں ہم اکثر جمع ہوتے رہتے ہیں"۔

"وہ اب کہاں رہا..... دشمنوں نے اسے اڑا دیا..... اور خان رحمان..... تم نے اپنا کاروبار فروخت کر دیا..... پروفیسر صاحب..... آپ نے اپنی تجربہ گاہ فروخت کر دی..... یہاں تو اتنا الٹ پلٹ ہو گیا ہے..... اور آپ کو پتا تک نہیں"۔

"نن نہیں..... بالکل نہیں"۔

"تب پھر اس کا مطلب ہے..... آپ لوگ ہپناٹزم کے زیر اثر تھے..... یا اس قسم کا کوئی اور علم ہے..... جس کے چکر میں آپ کو ڈالا گیا تھا"۔

"یا اللہ رحم..... اور میرے بیوی بچے" خان رحمان چلائے۔

"اور میری بچی شائستہ..... تجربہ گاہ کے ملازم" وہ بھی چلائے۔

"حیرت ہے..... بہت بڑی حیرت" انسپکٹر جمشید نے زور دار آواز میں کہا۔

"لیکن کس بات پر بھئی"۔

"آپ تینوں اچانک درست کیسے ہو گئے"۔

"یہ ہمیں کچھ نہیں معلوم" خان رحمان الجھن کے عالم میں بولے۔

"اچھا خیر..... ذہن پر زور نہ ڈالیں..... میں آپ کو ساری کہانی سناؤں گا..... شاید اب بادل چھٹ رہے ہیں..... ان کا جادو ٹوٹ رہا ہے"۔

"کن کا جادو"۔

"جنہوں نے ان گنت لوگوں کو گمراہ کر ڈالا ہے"۔

"اب ہمیں کیا پتا..... تم کن کی باتیں کر رہے ہو"۔

ایسے میں ان تینوں کا دروازہ زور دار آواز میں کھلا۔

"ارے ہائیں..... یہ کیا..... ہم تو اپنے انکلز کو دیکھ رہے ہیں"۔

"ہاں! کیا کیا جائے..... مجبوری ہے..... اللہ نے آنکھیں دیکھنے کے لیے دی ہیں..... کھانے کے لیے نہیں" خان رحمان بول پڑے۔

"کک..... کیا کہا..... خان رحمان..... کھانے کے لیے" وہ بوکھلا اٹھے۔

"کیوں آپ کو کیا ہو گیا"۔

"مم..... مجھے بھوک لگی ہے"۔

"حد ہوگئی ..... ارے میاں جاؤ جہاں لفظ بھوک کان میں پڑا ..... کہ اٹھے ..... بھوک لگی ہے"۔

"اور جاؤں کہاں؟" پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

"ایک منٹ ..... آپ ان تینوں کی حالت دیکھ رہے ہیں" انسپکٹر جمشید نے بے چین ہو کر کہا۔

"ہاں کیوں ..... کیا ہوا انہیں ..... ویسے ان کے چہرے عجیب سے ہو رہے ہیں"۔

"یہ سوچ کے سمندر سے نکل کر سیدھے چلے آ رہے ہیں" وہ مسکرائے۔

"ارے باپ رے ..... انہیں اور کوئی کام نہیں"۔

"انہیں اور بھی بہت کام ہیں ..... آپ ذرا دیر کے لیے خاموشی اختیار کر لیں"۔

"حد ہوگئی ..... ہم کوئی تیسری جماعت کے بچے ہیں جنہیں تم خاموشی اختیار کرنے کے لیے کہہ رہے ہو" خان رحمان جھلا اٹھے۔

"اچھا میں معافی چاہتا ہوں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"نہیں نہیں جمشید ..... تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں" پروفیسر بولے۔

"اس کا مطلب ہے ..... ابھی آپ لوگوں کی دماغی حالت سو فیصد درست نہیں ہے ..... خیر ..... آہستہ آہستہ ہو جائے گی ..... ہاں بھئی تم تینوں بتاؤ ..... کیا سوچ کر نکلے ہو"۔

"بہت کچھ ..... اللہ کی کتاب ہمارے پاس ہے ..... شیطانوں اور جنوں سے بچنے کے لئے ہم قرآن کریم کا سہارا لیں گے"۔

"بالکل ٹھیک ..... وہ تو ہم لازمی طور پر لیں گے"۔

"اور اس کے لیے کسی سچے بزرگ یا سچے عالم دین سے مدد لیں گے"۔

"یہ بات بھی تم نے ٹھیک کہی ..... آگے چلو"۔

"جدید علوم کے لیے ہم کسی جدید علوم کے ماہر کی مدد لیں گے"۔

"یہ بھی ٹھیک ہے"۔

"تب پھر پہلے آپ ایسے تین حضرات کا انتظام کریں ..... یا تین سے زائد کا"۔

"اوکے ..... تم ذرا اپنے انکلز سے باتیں کرو ..... میں یہ کام کرتا ہوں"۔

"جی بہتر" وہ ایک ساتھ بولے۔

انسپکٹر جمشید فون کی طرف بڑھ گئے اور وہ خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی طرف مڑ گئے ..... ایسے میں انہوں نے بیگم جمشید کی آواز سنی۔

"کھانے کی کچھ چیزیں تیار ہیں..... محمود تم آکر خود لے جاؤ اور پروفیسر صاحب کے سامنے رکھ دو"۔

"کک..... کیا..... صرف ان کے سامنے کیوں" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"انہیں بھوک لگی ہے نا"۔

"تو کیا ہوا..... ہم بھی خود کو بھوک لگا لیتے ہیں" فاروق مسکرایا۔

"ضرور ضرور..... تم بھی شامل ہو جاؤ" انہوں نے ہنس کر کہا۔

ادھر انسپکٹر جمشید جلدی جلدی فون کر رہے تھے..... ادھر انہوں نے پہلی ٹرے صاف کر دی..... بیگم جمشید اس وقت تک دوسری ٹرے تیار کر چکی تھیں..... ادھر تیسری ٹرے تیار ہو رہی تھی اور ساتھ میں بیگم جمشید پریشان بھی ہو رہی تھیں..... کیونکہ وہ مسلسل کھائے چلے جا رہے تھے اور انہیں اس بات کا ایک بار بھی خیال نہیں آیا تھا..... کہ وہ کتنا کچھ کھا چکے ہیں..... وہ ابھی پریشان ہی تھیں کہ خود ان کی بھوک چمک اٹھی..... اب اپنے سامنے موجود ٹرے پر خود انہوں نے ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔

"ارے! یہ کیا..... بھابی صاحبہ..... ٹرے خالی ہو گئی اور اس کی جگہ اب تک نئی ٹرے نہیں آئی"۔

"نئی ٹرے میرے اپنے پیٹ میں اتر گئی' اب آپ کو کوئی ٹرے نہیں ملے گی" انہوں نے سخت لہجے میں کہا۔

"یہ..... یہ کیا بات ہوئی بھابی"۔

"آپ پہلے تو ایسی نہیں تھیں بھابی"۔

"تو آپ بھی تو پہلے ایسے نہیں تھے" انہوں نے تابڑ توڑ انداز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید کو فون کرتے ہوئے ہنسی آگئی..... ان کی ہنسی کی آواز دوسری طرف ان صاحب نے سن لی..... جو ان سے اس وقت فون پر بات کر رہے تھے۔

"یہ کیا..... آپ ہنس رہے ہیں..... گویا آپ فون پر مجھ سے مذاق کر رہے تھے..... آپ سے ایسی امید نہیں تھی"۔

"نہیں نہیں..... آپ غلط سمجھے" وہ بلند آواز میں بولے۔

لیکن دوسری طرف فون بند کر دیا گیا تھا..... انہیں دوبارہ نمبر ملا کر وضاحت کرنا پڑی..... تب کہیں جا کر انہوں نے ان کی بات سنی۔

اس طرح آدھ گھنٹے تک انسپکٹر جمشید فون پر باتیں کرتے رہے..... اس کے ایک گھنٹے بعد وہاں قرآن اور حدیث کے عالموں کی آمد شروع ہوئی..... ساتھ ہی جدید علوم کے ماہرین بھی آنے شروع ہوئے۔

اچانک فرزانہ زور سے چونکی..... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

* * * *

کیسے لمحات

انسپکٹر جمشید نے فرزانہ کو چونکتے ہوئے صاف دیکھا..... انہیں بھی خوف محسوس ہوا..... فوراً ہی وہ اندرونی حصے کی طرف لپکے..... پھر ادھر ہی فرزانہ پہنچ گئی۔

"ہاں فرزانہ..... کیا بات ہے"۔

"ان عالموں میں سے کوئی ایک..... دوسری پارٹی کا آدمی ہے..... اب یا تو وہ اصل عالم کے میک اپ میں آیا ہے..... یا اس عالم کے ذہن پر قبضہ ہو چکا ہے"۔

"سوال یہ ہے کہ تمہیں یہ احساس کیسے ہو گیا جب کہ مجھے نہیں محسوس ہوا"۔

"میں نہیں جانتی..... آپ اسے میری چھٹی حس کہہ لیں" فرزانہ بڑبڑائی۔

"تب پھر میری چھٹی حس کو کیا ہوا؟"۔

"وہ اس وقت آرام کر رہی ہوگی" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"بہت خوب فرزانہ..... ضرور یہی بات ہے..... اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون ہے"۔

"یہ مجھے نہیں معلوم؟"۔

"اچھی بات ہے..... آؤ..... پہلے تو اسے الگ کرنا ہو گا..... ورنہ اس پروگرام سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا..... تاہم ایک فائدہ ہو بھی چکا" وہ مسکرائے۔

"جی..... کیا مطلب..... وہ کیا؟"۔

"یہاں ایک عدد غلط آدمی آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہماری طرف سے فکر مند ہے..... اور اس نے برابر ہم پر نظر رکھی ہوئی ہے"۔

"جی ہاں..... نتیجہ تو یہی نکلتا ہے..... لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ہماری طرف سے فکر مند کیوں ہے..... جب کہ وہ اتنے بڑے بڑوں کو قابو میں کر لیتا ہے"۔

"میں اب تک اس کے قابو میں نہیں آیا..... نہ تم تینوں..... باقی اس کا وار خان رحمان، پروفیسر صاحب اور تمہاری امی پر چل گیا تھا..... اس نے ان کے دماغوں پر قبضہ کر لیا"۔

"جی ہاں! یہی بات ہے..... لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس نے ہمارے دماغوں پر کوشش ہی نہ کی ہو"۔

"نہیں ..... ایسا نہیں ہے ..... کوشش وہ کر چکا ہے ..... اور ناکام رہا ہے ..... ایسا کیوں ہے ..... اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

"چلیے خیر ..... ہمیں تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے ..... اللہ کی یہ مہربانی ہے کہ وہ ہمارے دماغوں پر قبضہ نہیں کر سکا"۔

"بالکل بالکل" "آؤ اب چلیں ..... ہم دیکھیں گے کہ وہ کون ہے"۔

"اور میں الجھن محسوس کر رہی ہوں"۔

"کیسی الجھن؟"۔

"آپ کس طرح معلوم کریں گے"۔

"یہ ٹھیک ہے ..... طریقہ تو کوئی نہیں سوجھ رہا ..... لیکن ہم سوچنے کے سلسلے میں زیادہ دیر یہاں ٹھہر بھی نہیں سکتے ..... مہمان کیا خیال کریں گے ..... لہٰذا آؤ ..... دیکھا جائے گا"۔

"دونوں واپس اس جگہ پہنچ گئے ..... جہاں سارے مہمان موجود تھے ..... اب سب لوگ آ چکے تھے ..... جونہی انسپکٹر جمشید اور فرزانہ باغ میں داخل ہوئے ..... ان کی سوالیہ نظریں ان کی طرف اٹھ گئیں۔

"میرا خیال ہے ..... اب آپ وضاحت شروع کریں ..... ہمیں یہاں کس لیے بلایا گیا ہے" ایک عالم بولے۔

"جی ہاں ضرور ..... دراصل اچانک ایک بات پیش آ گئی تھی ..... جس کی وجہ سے مجھے چند منٹ کے لیے جانا پڑ گیا ..... میں معافی چاہتا ہوں"۔

"خیر کوئی بات نہیں" کئی آوازیں ابھریں۔

"معزز مہمانو! میں آپ کا شکر گزار ہوں"۔

ابھی وہ یہ الفاظ ہی کہہ پائے تھے کہ باہر بھاری قدموں کی آواز سنائی دی ..... پھر دروازہ کھلا اور صدر اندر داخل ہوئے۔

انہیں دیکھ کر سب یک دم اٹھے ..... ان کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی۔

"صاحب صدر آپ"۔

"ہاں میں ..... جمشید یہ سب کیا ہے ..... تم نے ان لوگوں کو یہاں کیوں جمع کیا ہے ..... وہ بھی مجھے اطلاع دیئے بغیر" ان کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

"سر ..... موجودہ کیس کے سلسلے میں ان لوگوں کو جمع کیا گیا ہے ..... آپ کو اس پر اعتراض کیا ہے" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اوہو ..... تم اعتراض کی بات کرتے ہو ..... ادھر شہر میں ہنگامے شروع ہو چکے ہیں"۔

"جی کیا فرمایا ہنگامے"۔

"ہاں! ان گنت ہنگامے ..... یوں لگتا ہے ..... کہ سارا شہر افراتفری کا شکار ہو گیا ہے"۔

"میں سمجھا نہیں سر ..... یہ ہنگامے کون لوگ کر رہے ہیں ..... کیوں کر رہے ہیں"۔

"ابھی تک کسی کو گرفتار نہیں کیا جاسکتا...... فوج اور پولیس ہنگامہ کرنے والوں میں سے کسی ایک کو بھی گرفتار نہیں کر سکتی۔

"لیکن کیوں؟"۔

"وہ چھلاوے ہیں ..... پلک جھپکتے میں وار کرتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں..... لوگوں میں خوف پھیل گیا ہے..... وہ گھروں سے نہیں نکل رہے..... لیکن وہ کب تک گھروں میں بیٹھ سکیں گے ..... آخر روزی کمانے کے لیے نکلنا ہو گا..... جونہی وہ نکلیں گے پھر ہنگامے شروع ہو جائیں گے"۔

"اس کا واحد حل یہی ہے..... کہ ان لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے"۔

"اور میں بتا چکا ہوں ..... پورے شہر میں ہزاروں آدمیوں نے ہنگامے کیے ہیں..... لیکن گرفتار کسی ایک کو نہیں کیا جاسکتا"۔

"تب پھر آپ فکر نہ کریں..... انہیں ہم گرفتار کریں گے"۔

"اسی لیے تو میں یہاں آیا ہوں" صدر زبردستی مسکرائے، گویا ان کا مسکرانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔

"لیکن ہمارے لیے یہ میٹنگ بھی ضروری ہے سر..... یہ بھی ان ہنگاموں پر قابو پانے کے سلسلے میں کام آئے گی"۔

"اچھی بات ہے..... اگر یہ اس قدر ضروری ہے..... تب پھر میں بھی یہیں بیٹھ جاتا ہوں"۔

"جی ضرور..... کیوں نہیں..... آپ تشریف رکھیے"۔

پھر سب بیٹھ گئے..... انسپکٹر جمشید نے پھر کہنا شروع کیا۔

"معزز مہمانو..... میں آپ کا شکر گزار ہوں..... لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنی بات شروع کروں ..... میں اس غدار پر ہاتھ ڈالنا پسند کروں گا ..... جو آپ میں شامل ہو کر یہاں تک آگیا ہے"۔

"کیا!!!" وہ سب ایک ساتھ چلائے..... آنکھوں میں حیرت اور خوف پھیل گیا۔

"یہ..... یہ تم نے کیا کہا جمشید" صدر بوکھلا اٹھے۔

"ہم نے تھوڑی دیر پہلے یہ بات محسوس کی تھی کہ ان مہمانوں میں کوئی ایک شخص غلط بھی آگیا ہے..... اس وقت سے ہی ہم یہ جائزہ لے رہے ہیں کہ وہ کون ہے..... اور اب میں نے جان لیا ہے..... اسے پہچان لیا ہے..... لہٰذا پہلے میں اس کا کانٹا نکالوں گا"۔

"آپ میرا کانٹا نہیں نکال سکیں گے" کمرے میں آواز لہرائی۔

آواز سب نے صاف سنی..... لیکن بولتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا گیا تھا..... وہ سب اچھل پڑے..... اب سب حد درجے خوف زدہ نظر آرہے تھے..... لیکن انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ صدر صاحب ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھے..... جیسا کہ ان کے علاوہ سب خوف زدہ تھے۔

"یہ کون بولا تھا" انسپکٹر جمشید گرجے۔

"میں بولا تھا..... پکڑ لو مجھے..... تم تو اس کمرے سے مجھے نہیں پکڑ سکتے..... شہر میں ہنگامے کرنے والوں کو تو کیا پکڑو گے"۔

بولنے والا اب بھی دکھائی نہ دیا..... اب تو وہاں سب عالم تھر تھر کانپنے لگے۔

"یہ لو..... یہ ہیں وہ عالم..... جنہیں تم نے یہاں جمع کیا ہے..... میری آواز سن کر یہ کانپنے لگے..... اگر کہیں میں نے ان کی مرمت شروع کر دی تو تمہارے پلے کیا رہ جائے گا"۔

"کک..... کیا کہا..... ہمارے پلے کیا رہ جائے گا" فاروق کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"کیوں..... اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے بھلا" محمود نے اسے گھورا۔

"نن نہیں بتا سکتا" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تو نہ بتاؤ..... اب ہم تمہاری منتیں تو کرنے سے رہے"۔

انسپکٹر جمشید نے تیزی سے نظریں گھمائیں..... انہیں کوئی ایسا نظر نہ آیا جس کے بارے کہا جا سکتا کہ وہ بول رہا ہے..... بولنے والا واقعی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"آپ لوگ عالم ہیں..... قرآن کے عالم..... حدیث کے عالم..... لہٰذا پ کیوں ڈر رہے ہیں..... آپ اپنے عمل کے زور سے اس کا مقابلہ کریں گے"۔

"نن..... نہیں..... نہیں..... یہ..... یہ بہت طاقت ور ہے..... ہم نے یات وغیرہ کا ورد تو پہلے سے شروع کر رکھا ہے..... لیکن اس پر ذرا بھی اثر یں ہو رہا..... آؤ بھائیو..... چلیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے..... اور اس طرح اگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا..... انہوں نے کمرے میں اس نامعلوم ات کا قہقہہ گونجتے سنا۔

"دیکھ..... لیا بھاگ نکلے..... بزدل کہیں کے..... ان لوگوں کو جمع کیا تھا نے میرے مقابلے پر..... منہ کی کھاؤ گے..... قدم قدم پر..... اب اور وں کو بلالاؤ..... اور یہ تمہارا صدر ہے..... اب سنو..... میں اس کے منہ سے بولوں گا..... اس کے منہ کی طرف غور سے دیکھو"۔

وہ یہ الفاظ سن کر دھک سے رہ گئے..... ادھر صدر کا رنگ بالکل پیلا گیا..... وہ لگے تھر تھر کانپنے..... پھر ان کے ہونٹ ہلے۔

"الو کے پٹھے جمشید..... یہ تم کیا کر رہے ہو..... میری جان اس جن سے چھڑاؤ"۔

"جی..... کیا فرمایا آپ نے..... جن سے"۔

"ہاں! یہ جن..... مجھ میں آگیا ہے..... ہاہاہا..... تم..... تم ہو کیا..... بے وقوف انسان..... جنوں سے تم کیا مقابلہ کرو گے..... اب سارے ملک پر جنوں کی حکومت ہوگی..... ہماری حکومت ہوگی..... کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا ..... اور پورے ملک پر جن قابض ہو جائیں گے..... کیا کر لو گے تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو..... میں صدر کے جسم کے اندر ہوں..... اب تم صدر کے جسم کو نقصان پہنچاؤ گے تو تمہارے صدر کا جسم خراب ہو گا..... میرا پھر بھی کچھ نہیں بگڑے گا..... یہی فیصلہ کیا تھا ہم نے سرجاری کی شکست کے بعد..... کہ ایسی حکومت کا کیا فائدہ، حکومت ایسی ہو کوئی دم نہ مار سکے..... اب یہی صدر ملک کے صدر ہوں گے..... لیکن ان کے اندر میں موجود ہوں گا..... حکم میرا چلے گا..... جیسا کہ اب تم سن رہے ہو..... ان کے اندر سے میری آواز نکل رہی ہے..... اب میں جا رہا ہوں..... ہاں..... میں جا رہا ہوں ایوان صدر..... اب تم کیا کرو گے..... پڑ گئے نہ پسو تمہیں"۔

فاروق کو ایک زبردست جھٹکا لگا..... اس کی آنکھوں میں ان حالات میں پھر حیرت دوڑ گئی..... خوف تو ان میں پہلے ہی سمایا ہوا تھا۔

پھر صدر صاحب اٹھے اور خواب جیسی حالت میں وہاں سے نکل کھڑے ہوئے..... وہ انہیں نکلتے ہوئے بے بسی کے عالم میں دیکھتے رہے..... اس لیے کہ صدر پر وار کر نہیں سکتے تھے..... اس طرح اس نامعلوم طاقت کو تو کوئی نقصان نہ پہنچتا..... صدر کے جسم کو نقصان پہنچتا..... جس کا کوئی فائدہ

نہیں تھا..... اصل ضرورت اس طاقت کو ختم کرنے کی تھی..... اور اس کا طریقہ فی الحال انہیں معلوم نہیں تھا..... کمرہ خالی ہو گیا۔

وہ ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"یہ..... یہ کیا تھا..... کیا ہم کوئی خواب دیکھ رہے تھے" فرزانہ بڑبڑائی۔

"نہیں..... یہ خواب نہیں تھا" انسپکٹر جمشید نے نفی میں سر ہلایا۔

"تب پھر ابا جان..... کیا یہ واقعی جنوں کی کارستانی ہے"۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے..... تاہم اس دوران مجھے دو بار فاروق پر حیرت ہوئی ہے..... بہت شدید حیرت..... خوف کے ان لمحات میں یہ دو بار بہت زور سے چونکا تھا..... اس کے چہرے پر حیرت کی بجلی میں نے چمکتے صاف دیکھی تھی..... فاروق..... کیا تم بتا سکتے ہو..... تم کس بات پر چونکے تھے۔

"جی ہاں! دونوں مرتبہ..... اس نامعلوم طاقت نے بہت بامحاورہ آواز میں بات کی تھی..... یہ وجہ تھی میرے حیران ہونے کی"۔

"کیا مطلب؟" ان تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"مثلاً اس وقت اس نے صدر کے منہ سے یہ الفاظ نکلوائے تھے..... پڑ گئے نہ تمہیں پسو..... اسی طرح اس سے پہلے اس نے ایک جملہ بولا تھا ..... یہ کہ ہمارے پلے کیا رہ جائے گا..... ان دونوں ادبی قسم کے جملوں پر

مجھے حیرت ہوئی تھی..... دراصل میں نے یہ دونوں جملے کسی کے منہ سے عام طور پر سنے ہیں"۔

"کیا مطلب" وہ اچھل پڑے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے..... بالکل اسی انداز میں وہ شخص یہ جملے ادا کرتا ہے"۔

"وہ..... وہ کون ہے..... فاروق" انسپکٹر جمشید نے پرجوش انداز میں کہا۔

"مم..... مجھے افسوس ہے ابا جان؟" فاروق نے منہ بنایا۔

"افسوس..... لیکن کس بات پر"۔

"کوشش کے باوجود مجھے یہ یاد نہیں آرہا کہ میں نے یہ کس کے منہ سے سنے ہیں"۔

"دھت تیرے کی..... پھر کیا فائدہ اس بات کا" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"نہیں خیر..... فائدہ تو ہو گا" انسپکٹر جمشید نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہو سکتا ہے..... فاروق کو یہ بات یاد آجائے..... نہ بھی آئے تو جب وہ سامنے آئے گا اور اس کے منہ سے یہ جملے نکلیں گے تو اس وقت تو ہم جان جائیں گے نا"۔

"ہوں..... ٹھیک ہے..... سوال یہ ہے کہ یہ چکر تو ثابت ہو گیا شیطانی اور جناتی..... ہم اس سلسلے میں آخر کیا کر سکتے ہیں"۔

"واقعی..... یہ تو بہت الجھن والا مسئلہ بن گیا..... پہلے یہ ہمیں صرف شیطان محسوس ہوا تھا' اب جناتی بھی ہو گیا..... ہے کوئی تک" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"شیطان بھی دراصل ایک جن ہی تھا..... جنوں کا سردار تھا..... جب اس نے اللہ کی نافرمانی کی..... تو اس وقت یہ شیطان کہلایا"۔

"لیکن شیطان کا اس حد تک کھل کر سامنے آنا..... یہ تو پہلے کبھی سنا' نہ دیکھا"۔

"جوں جوں لوگوں کے ایمان کمزور ہوں گے..... لوگ جوں جوں اللہ سے ڈرنا چھوڑیں گے..... شیطان کی طاقت بڑھتی چلی جائے گی..... پھر وہ انسانوں پر آسانی سے قابو پا سکے گا..... اس زمانے میں بھی حالات نازک ہیں' لہٰذا اسے کھل کھیلنے کا موقع مل گیا ہے"۔

"فاروق زور دو..... دماغ پر زور دو" محمود نے جھلا کر کہا۔

"کک..... کیسے دوں زور..... یہی تو مشکل ہے" اس کی آواز میں حد درجے گھبراہٹ تھی۔

"کیسی مشکل اس میں" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"دماغ پر زور دینا کام ہے فرزانہ کا"۔

"اوہو..... تو آج یہ کام تم کر لو..... میں کوئی اعتراض نہیں کروں گی" فرزانہ مسکرائی۔

"واہ..... حاتم طائی کی قبر پر لات مارنے پر تل گئی ہو تم تو" فاروق نے طنزیہ کہا۔

"ابا جان ہمیں فاروق سے کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے" فرزانہ جھلا اٹھی۔

"میرا بھی یہی خیال ہے" محمود نے فوراً کہا۔

"لیکن میرا یہ خیال نہیں ہے" انسپکٹر جمشید نے نفی میں سر ہلایا۔

عین اس وقت فاروق زور سے اچھلا..... اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

* * * *

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

تقریر

انہوں نے حیرت زدہ انداز میں فاروق کی طرف دیکھا..... اس کے چہرے پر حیرت کا عالم تھا۔

"خدا کا شکر ہے..... یہ صاحب اچھلے تو" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"جلدی بتاؤ فاروق..... محمود بے چین ہو کر بولا۔

"مم..... مجھے..... مجھے یاد آگیا..... میں نے یہ دونوں جملے کس شخص کی زبان سے سنے ہیں" اس نے سرسراہٹ زدہ انداز میں کہا۔

"کیا کہا..... یاد آگیا..... ارے تو بتاؤ" محمود بولا۔

"کیا بتاؤں" وہ شوخ انداز میں مسکرایا۔

"حد ہو گئی..... وہ بتاؤ..... جو تمہیں یاد آگیا ہے" فرزانہ جھلا اٹھی۔

"میں..... میں پہلے تصدیق کرنا چاہتا ہوں..... اور تصدیق شام عصر کے بعد ہو سکے گی"۔

"کیا مطلب..... یہ کیا بات ہوئی"۔

"عصر کا وقت ہونے والا ہے..... لہٰذا مجھے جانے دیں..... میں واپس آکر بتاؤں گا"۔

"تو ہم بھی ساتھ چلتے ہیں فاروق..... ان حالات میں تمہارا تنہا جانا ٹھیک نہیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آیئے پھر..... ہمیں اپنے سکول کے نزدیک جانا ہے" فاروق نے کہا۔

وہ اسی وقت روانہ ہوئے..... سکول کے نزدیک پہنچ کر فاروق نے کہا۔

"بس ابا جان..... یہیں روک دیں..... اور میرے ساتھ اس پارک میں چلیں..... آپ کو دکھاتا ہوں..... وہ کون شخص ہے..... ویسے کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم ریڈی میٹ میک اپ کر لیں"۔

"ہاں! یہ بہتر رہے گا" انہوں نے کہا اور جلد ہی ان کے چہرے بدل گئے۔

پھر وہ اس پارک میں داخل ہوئے..... پارک میں بے تحاشہ لوگ تھے..... اس کے دوسری طرف ایک بہت بڑا گرجا تھا..... وہ اس گرجا کے نزدیک ترین حصے میں جا بیٹھے۔

"ہاں! دکھاؤ..... کون ہے وہ" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"پہلے اس کی آواز سنیں گے ہم..... اگر اس کے جملوں میں وہ دو جملے سنائی دے گئے تو بات بن جائے گی"۔

"ہوں اچھا ہے..... لیکن ہم اس کی آواز کس طرح سنیں گے"۔

"ابھی اس کی تقریر شروع ہو گی..... ٹھیک ساڑھے پانچ بجے۔

اور پھر واقعی ساڑھے پانچ بجے پارک میں ایک مدھم سی آواز سنائی دینے لگی۔

"میرے دوستو..... میرے ساتھیو"۔

"میں پھر تمہاری خدمت میں حاضر ہوں..... میری باتوں کو خوب غور سے سنو..... میں وہی ہوں جس کا ایک مدت سے دنیا کو انتظار تھا، جس کا انتظار سب سے زیادہ کیا گیا..... تم سمجھ ہی گئے ہو گے..... میں کون ہوں..... اب تک تم ضرور جان چکے ہو گے..... میں کس کی بات کر رہا ہوں..... میری باتیں تمہارے پلے پڑ رہی ہیں یا نہیں"۔

اس کے الفاظ پر وہ زور سے چونکے..... بالکل وہی الفاظ تھے..... وہی انداز تھا..... اسی وقت وہ پھر کہنے لگا۔

"خوب یاد کر لو..... غور کر لو..... میرے الفاظ نوٹ کر لو، جو میری باتوں کو سمجھ جائے گا..... پار اتر جائے گا..... اور جو نہیں سمجھے گا..... وہ ناکام رہے گا..... جو لوگ میری باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتے ہیں..... انہیں تو پڑ جائیں گے پسو"۔

انہیں پھر جھٹکا لگا..... مارے حیرت کے ان کا برا حال تھا..... انہوں نے سنا..... وہ کہہ رہا تھا۔

"آج میں پھر تمہیں یاد دلاتا ہوں ..... وہ میں ہوں ..... ہاں وہی ..... جس کا تمہیں انتظار تھا اور ساری دنیا پر راج کرنے کے لیے جسے آخر کار آنا ہی تھا..... اب تو سمجھ گئے ہو ..... سمجھ گئے ہو نا ..... اب تم بہت جلد میری کرامات کا ظہور ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھو گے ..... وہ چیزیں دیکھو گے ..... جن کو آج تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہو گا..... آج پہلا نظارہ دیکھنے کو ملے گا..... اب سے ٹھیک دو گھنٹے بعد ..... آسمان پر تمہیں ایک تحریر لکھی نظر آئے گی..... تحریر..... اب بس"۔

آواز بند ہو گئی..... پارک میں موجود لوگ ان الفاظ کو اس طرح سنتے رہے تھے جیسے وہ بالکل مردہ ہوں..... یعنی ان میں ہلنے جلنے کے آثار بالکل نظر نہیں آئے تھے..... جونہی تقریر ختم ہوئی ..... ان میں حرکت پیدا ہو گئی ..... یوں لگا جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی..... وہ چلنے پھرنے لگے۔

"یہ ..... یہ سب کیا تھا..... اگر تم نے اس قسم کی تقریر پہلے بھی سنی تھی تو مجھے کیوں نہیں بتایا"۔

انسپکٹر جمشید نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"پہلے تقریر بہت گول مول ہوتی تھی ..... میں اسے کسی پاگل کی شرارت خیال کرتا رہا..... بالکل گمراہ شخص کی تقریر اور سمجھا کرتا تھا کہ ایسا گرجے کا پادری کرتا ہے..... لوگوں کو بہکانے کے لئے..... لیکن آج جو اس نے کرامت کی بات کی ہے..... وہ میرے لیے بھی بالکل نئی ہے"۔

"ہوں..... خیر..... اب پہلے سات بجے اس تحریر کو دیکھ لیں..... پھر اس گرجے پر چھاپہ ماریں گے..... کیا خیال ہے"۔

"جی..... جی ہاں..... بالکل ٹھیک" فاروق نے پرجوش انداز میں کہا۔

شام سات بجے سے پہلے ہی شہر کے لوگ آسمان کی طرف اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے عید کا چاند دیکھا جاتا ہے..... کیونکہ اس وقت تک یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی تھی..... اور پھر ٹھیک سات بجے آسمان پر فضا میں بہت بڑے بڑے حروف لکھے نظر آنے لگے..... یہ حروف سات رنگوں میں تھے..... اس طرح چمک رہے تھے جیسے سورج کی روشنی میں ہر چیز صاف نظر آتی ہے..... اس روز چاند کی آخری تاریخیں تھیں..... اس لیے چاند کی روشنی نہ تھی..... البتہ یہ الفاظ اس طرح چمک رہے تھے..... جیسے بہت سے چاند ساتھ ساتھ لٹکا دیئے گئے ہوں..... اب جو انہوں نے ان الفاظ کو پڑھنے کی کوشش کی..... تو وہ یہ تھے۔

"دنیا والو..... میں ہوں..... تمہارا معبود"۔

"میرا نام ہے طاقت..... انوکھی طاقت"۔

یہ الفاظ قریباً پندرہ منٹ تک چمکتے رہے..... پھر غائب ہو گئے..... لوگ ان کو مسلسل دیکھتے رہے تھے..... ذرا دیر کے لیے بھی سر نہیں جھکا سکے تھے۔

دوسرے دن کے اخبارات نے اس خبر کو حیرت انگیز حد تک نمایاں طور پر شائع کیا..... یہ گویا دنیا کا آٹھواں عجوبہ تھا..... اب ان گنت لوگ

طاقت کا لوہا مانتے جا رہے تھے..... کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا یہ ہو کیا رہا ہے ..... یہ انوکھی طاقت آخر کرنا کیا چاہتی ہے..... اسی روز شام کو پانچ بجے وہ پھر پارک میں موجود تھے..... جونہی تقریر شروع ہوئی..... فوج نے گرجے کو چاروں طرف سے گھیر لیا..... انسپکٹر جمشید ان تینوں کو اور چند اور آفیسرز کو ساتھ لیے آگے بڑھے..... پادری دروازے پر حیرت زدہ کھڑا انہیں آتے دیکھتا رہا..... نزدیک پہنچے تو اس نے کہا۔

"یہ کیا سر"۔

"ہمیں یہاں کی تلاشی لینا ہے"۔

"گرجے کی تلاشی..... آپ لوگ ہوش میں تو ہیں" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ یہ تقریر سن رہے ہیں"۔

"ہاں! یہ تو ہم روز سنتے ہیں..... لیکن آج تک یہ نہیں جان سکے کہ تقریر کون کرتا ہے"۔

"آپ ہمیں اندر کی تلاشی لینے دیں..... ہم ابھی آپ کے سامنے تقریر کرنے والے کو پیش کر دیں گے"۔

"کیا واقعی؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں بالکل"۔

"تب پھر تشریف لے آئیں..... اور لے لیں تلاشی"۔

وہ اندر داخل ہوئے..... تقریر کی آواز اندر بھی سنائی دے رہی تھی ..... یہ دیکھ کر ان پر اور جوش طاری ہو گیا..... انہوں نے ادھر دیکھا..... ادھر دیکھا..... ہر طرف دیکھا لیکن تقریر کرنے والا کسی کو بھی نظر نہ آیا۔

"یہ کیا..... یہاں تو کوئی بھی نظر نہیں آ رہا"۔

"یہی ہمارا مسئلہ ہے جناب..... گرجے میں آواز گونجتی ہے..... لیکن نظر کوئی نہیں آتا" پادری نے برا سا منہ بنایا۔

"ہم پورے گرجے کی تلاشی لیں گے"۔

"آپ کی مرضی..... لے لیں تلاشی..... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

انہوں نے پہلے ہی اکرام کے ماتحت وہاں بلا لئے تھے..... تلاشی شروع ہوئی..... لیکن پورا گرجا چھان مارنے کے باوجود وہاں کوئی نہ ملا..... اس دوران تقریر ختم ہو چکی تھی..... تقریر کے الفاظ بس کل جیسے ہی تھے..... کچھ تھوڑا بہت فرق تھا۔

"یہ چکر کیا ہے پادری صاحب؟" انسپکٹر جمشید نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہم تو خود اس چکر کی وجہ سے پریشان ہیں..... آپ کو ہمارے گرجے پر شک کیسے ہوا؟"۔

"شک گرجے پر نہیں ہوا..... یہ خیال گزرا تھا کہ تقریر کرنے والا ضرور اس گرجے میں چھپ کر تقریر کرتا ہے"۔

"پہلے ہمارا بھی یہی خیال تھا، ہم نے بھی گرجے کو اچھی طرح دیکھا بھالا تھا، لیکن یہاں کوئی بھی نہیں ملا تھا"۔

"لیکن آواز گرجے سے آتی محسوس ہوتی ہے ..... میں نے چاروں طرف گھوم پھر کر جائزہ لیا ہے"۔

"ہاں! یہ تو ہے..... لیکن بات اس کے الٹ ہے"۔

"تب پھر آواز کہاں سے آتی ہے"۔

"بھلا میں کیسے بتا سکتا ہوں"۔

عین اس وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی ..... اور ایک نوجوان آدمی پادری کے پاس آکر رکا۔

"کیا معاملہ ہے رابرٹ؟" پادری نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"مسٹر گرین آپ سے ملنا چاہتے ہیں فوراً"۔

"لیکن میں اس وقت ان لوگوں سے بات کر رہا ہوں..... ان سے کہیں ..... آدھ گھنٹے بعد آجائیں" اس کا لہجہ بہت اکھڑا ہوا تھا۔

"نہیں جناب! آپ ہماری وجہ سے کسی کو زحمت نہ دیں ..... ہم آپ سے پھر ملنے آجائیں گے"۔

"اس کی ضرورت نہیں..... اس شخص کو کوئی خاص کام تو ہے نہیں" پادری جلدی سے بولا۔

"اس کے باوجود ہم یہی پسند کریں گے کہ آپ ان سے مل لیں..... ہم بھی قریب قریب اپنی بات مکمل کر چکے ہیں"۔

"اچھی بات ہے..... پھر یونہی سہی"۔

"ہم اجازت چاہیں گے"۔

"شکریہ..... جاؤ بھئی..... تم مسٹر گرین کو بلا لاؤ"۔

"او کے سر" ملازم نے فوراً کہا اور چلا گیا۔

وہ باہر کی طرف چل پڑے..... راستے میں ان کی نظریں رابرٹ پر پڑیں..... نہ جانے اسے دیکھ کر ان کے دماغوں کے اندر خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"آپ مسٹر رابرٹ ہیں" انسپکٹر جمشید اس کے پاس رک گئے۔

"جج..... جی ہاں..... کیوں..... آپ کون ہیں" اس کی آواز عجیب سی تھی۔

"انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق، فرزانہ" وہ بولے۔

"ہائیں..... یہ آپ لوگ ہیں..... آپ کا گرجے میں کیا کام..... نکل جائیں یہاں سے ورنہ۔"

"ورنہ کیا؟" انسپکٹر جمشید ناخوشگوار انداز میں بول پڑے۔

"ورنہ آپ کو تو پڑ جائیں گے پسو"۔

"کیا!!!" وہ پوری قوت سے چلائے۔

گرجا

انہیں چلاتے دیکھ کر رابرٹ کو بہت حیرت ہوئی۔

"کیا ہوا آپ کے بچوں کو"۔

"یہ ان کی عادت ہے ..... بات بے بات چلا اٹھتے ہیں ..... تنگ آگیا ہوں میں ان کی اس عادت سے ..... معاف کیجئے گا ..... ہم نے آپ کا وقت ضائع کیا ..... آؤ بھئی نالائقو چلیں"۔

"انہیں آپ ذرا نکیل ڈال کر رکھا کریں" رابرٹ ہنسا۔

"ہاں! آپ کا مشورہ بھی خوب ہے"۔

یہ کہ کر وہ تیز تیز قدم اٹھانے لگے۔

"یہ مشورہ نہیں ..... میری بات پلے باندھ لیں"۔ پیچھے سے اس کی آواز آئی۔

"آپ فکر نہ کریں مسٹر رابرٹ"۔

ور وہ جلدی سے باہر نکل آئے ..... ان کے دماغ سائیں سائیں رہے تھے ..... کافی دور آنے کے بعد انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے۔

"تمہیں واقعی اس بری طرح نہیں اچھلنا چاہئے تھا"۔

"لیکن ہم کیا کرتے ابا جان ..... آپ سوچیں تو سہی ..... ہماری کیا ت ہوئی تھی ..... جس کی تلاش میں ہم نے اتنے پاپڑ بیلے ..... اتنی تکالیف کیں ..... اور جو ہمارے کسی طرح قابو میں نہیں آرہا تھا ..... وہ ایک گرجے ادری کا خادم ہے" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں ہاں ..... میں سمجھتا ہوں ..... وہ طاقت ..... انوکھی طاقت ..... اس ان سے بات کرتی ہے ..... اسے تو خود معلوم نہیں ہوتا ہوگا کہ وہ کیا ہے"۔

"کیا ..... کیا مطلب ..... یہ آپ نے ایک اور نئی بات کر دی"۔

"اس میں میرا کیا قصور" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن ابا جان! اس میں ہمارا بھی تو قصور نہیں" فاروق نے معصومانہ ز میں کہا۔

اور وہ بے ساختہ مسکرا دیئے۔

"ہاں! ٹھیک ہے ..... اس میں تمہارا بھی قصور نہیں ..... اب ہم یہ راکرام یا اس کے ماتحتوں کے حوالے نہیں کر سکتے"۔

"جی کون سا معاملہ"۔

"رابرٹ کی نگرانی والا"۔

"ہائیں..... تو کیا اب اس کی نگرانی بھی کرنا ہو گی"۔

"ایک منٹ..... پہلے میں پادری سے اس بارے میں بات کر لوں" یہ کہہ کر انہوں نے گرجا کے نمبر ملائے، جلدی پادری کی آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"جی فرمائیے" اس کے لہجے میں حیرت تھی..... شاید اس لیے کہ ابھی ابھی تو وہ ملاقات کر کے گئے تھے..... اب فون بھی آ گیا۔

"مسٹر گرین چلے گئے"۔

"جی ہاں! انہیں کوئی خاص کام نہیں تھا"۔

"پھر بھی وہ کس لیے آئے تھے"۔

"وہ ایک غریب آدمی ہیں..... میں ایسے غریب لوگوں کی مدد کرتا ہوں..... وہ اپنی ماہانہ مدد لینے کے لیے آئے تھے"۔

"او اچھا خیر..... لیکن مجھے شک ہے"۔

"کیا مطلب..... کیا آپ کو مسٹر گرین پر کسی قسم کا شک ہے"۔

"میں اپنے شک کی وضاحت بعد میں کروں گا..... پہلے آپ یہ بتائیں..... آپ کا خادم رابرٹ یہاں کتنے بجے سے کتنے بجے تک رہتا ہے"۔

"آپ..... آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں"۔

اور پھر سات بجے رابرٹ کا تعاقب شروع ہو گیا..... وہ ایسی گاڑی میں بیٹھے تھے کہ اندر بیٹھا ہوا انسان نظر نہیں آتا تھا..... گویا رابرٹ انہیں دیکھ نہیں سکتا تھا..... وہ گرجے سے موٹر سائیکل پر نکلا تھا..... بیس منٹ تک سفر کرنے کے بعد وہ ایک بڑی سی عمارت کے سامنے رک گیا..... عمارت کی پیشانی پر مسیح لاج لکھا نظر آیا..... پھر وہ اس عمارت میں داخل ہوتا نظر آیا۔

اب وہ ایک جگہ جمع ہو گئے۔

"یہ کیا..... یہ رابرٹ اتنی بڑی جگہ کا مالک ہے اور ہے ایک پادری کا خادم"۔

"نہیں..... یہ تو خیر نہیں ہو سکتا..... اب ہمیں کھل کر میدان میں آنا ہو گا..... گھنٹی بجا دو..... محمود" انہوں نے پرجوش انداز میں کہا۔

"لل..... لیکن..... ابا جان..... اس طرح تو انوکھی طاقت ہوشیار ہو جائے گی" فرزانہ ہکلائی۔

"تب پھر..... کیا کریں"۔

"رات کو خفیہ طور پر عمارت میں داخل ہوں گے"۔

"چلو یونہی سہی"۔

"دھت تیرے کی..... سسپنس کے لمحات میں اضافہ کر دیا نا" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اور تمہاری مشکلات میں بھی..... اب تمہیں رات کو پائپ پر چڑھنا پڑے گا" محمود مسکرایا۔

"ہاں..... اسے کہتے ہیں آبیل مجھے مار"۔

"لیکن..... مجھے تو یہاں دور دور تک نظر نہیں آرہا" آپ کو نظر آرہا ہے ابا جان"۔

"نن..... نہیں تو" وہ ہکلائے۔

"حیرت ہے فاروق..... تمہیں کیوں بیل نظر آیا ہے" فرزانہ نے شوخ انداز میں کہا۔

"اس لیے کہ اس کی آنکھوں میں میل آگیا ہے" محمود بول اٹھا۔

انسپکٹر جمشید ہنسنے لگے۔

"آپ ہنس رہے ہیں ابا جان..... یہ دونوں مل کر میرا مذاق اڑا رہے ہیں اور آپ ہنس رہے ہیں" فاروق برا مان گیا۔

"بھئی میل اور میل کا کچھ میل ہی ایسا ہوا ہے کہ بے ساختہ ہنسی آگئی" وہ بولے۔

"بہت خوب! آپ نے رہی سہی کسر پوری کر دی..... بیل، کھیل اور جیل..... واہ" فرزانہ بولی۔

اس رات وہ ٹھیک بارہ بجے پائپ کے ذریعے اس عمارت میں داخل ہوئے..... اندر انہیں جگہ جگہ زیرو کے بلب روشن نظر آئے..... ان کی

روشنی میں وہ عمارت کسی محل کی طرح نظر آرہی تھی..... اور انہیں حیرت پر حیرت ہو رہی تھی کہ رابرٹ جیسا آدمی اس محل میں رہتا تھا..... ایک طرف تو وہ گرجے کے پادری کا خادم تھا..... دوسری طرف اس محل میں رہتا تھا..... انہی خیالات کے ہجوم میں وہ ادھر ادھر دبے پاؤں گھومتے پھرتے رہے..... سب کمروں کے دروازے بند تھے..... اور کسی میں کوئی سوراخ نہیں تھا..... کہ وہ اندر جھانک سکتے..... ان میں ایسے تالے بھی نظر نہ آئے..... جن کو کھولا جا سکتا۔

"اب کیا کریں" انسپکٹر جمشید نے اشارے میں کہا۔

"دستک دے کر دیکھ لیتے ہیں..... آہستہ سے دستک دے کر ادھر ادھر چھپ جائیں گے..... اس طرح کسی کمرے کا تو دروازہ کھلے گا..... اور ہمیں معلوم ہو جائے گا..... اس کمرے میں رابرٹ ہے یا نہیں" فرزانہ نے فوراً ترکیب اگل دی۔

"اچھی ترکیب ہے..... عمل کیا جائے..... لیکن پہلے ہم چھپ جائیں ذرا"۔

وہ ادھر ادھر ستونوں وغیرہ کے پیچھے چھپ گئے..... محمود نے ایک دروازے پر دستک دی اور پھر خود بھی ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا..... تین منٹ تک انتظار کرنے کے بعد محمود پھر باہر نکلا اور دوسرے کمرے کے دروازے پر قدرے زور سے دستک دی..... دستک دیتے ہی وہ پھر اوٹ

میں آگیا..... اس طرح اس نے کوئی پانچ کمروں کے دروازوں پر دستک دی ..... لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا' آخر چھٹے دروازے پر دستک دینے پر قدموں کی آواز سنائی دی..... وہ چوکنے ہو گئے..... جسم تن سے گئے..... پھر دروازہ کھلا اور رابرٹ آنکھیں ملتا ہوا باہر نکلا۔

"ارے! یہ کیا..... یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے..... پھر دستک کس نے دی..... ضرور مسٹر سام کی شرارت ہے' لیکن آج میں انہیں شرارت کا جواب دوں گا" یہ کہ کر اس نے زور زور سے ساتھ والے کمرے کا دروازہ دھڑ دھڑا ڈالا..... فوراً ہی دروازہ کھلا اور کسی نے جھنجلا کر کہا۔

"کیا ہے مسٹر رابرٹ..... کیوں دروازہ پیٹ رہے ہو"۔

دروازہ کھولنے پر جونہی ان کی نظریں اٹھیں..... ان کے ہوش اڑ گئے ..... ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس وقت وہاں چیخوں کا طوفان بپا ہو جاتا..... لیکن ایسے موقعوں پر کم از کم وہ اپنی آوازیں بلند نہیں کرتے تھے..... وہ کسی جن سے خوفناک کسی بھوت سے زیادہ ہولناک اور کسی چڑیل سے زیادہ دہشت ناک شخص تھا..... اس حد تک خوفناک چہرے والا انسان انہوں نے آج تک نہیں دیکھا تھا..... اس کا سر کسی بڑے گھڑے جتنا تھا اور گردن بالکل نظر نہیں آ رہی تھی..... یوں لگتا تھا جیسے کندھوں پر ایک بڑا گھڑا الٹا رکھ دیا گیا ہو..... ناک کی جگہ دو سوراخ تھے..... ان سوراخوں کے اوپر شعلے

اگلتی دو آنکھیں..... اور سر کے بال تو گویا کانٹوں کی طرح کھڑے تھے..... اس کی آواز میں بھی بے تحاشہ گھن گرج تھی۔

یہ جملہ کہ کر اس نے چاروں طرف دیکھا..... لیکن وہاں کوئی بھی نظر نہ آیا۔

"رابرٹ..... مسٹر رابرٹ..... تم کہاں ہو..... میرے دروازے پر دستک کس نے دی تھی" اس بار وہ چنگھاڑا..... اس کی چنگھاڑ نے ماحول کو اور زیادہ خوف زدہ بنا دیا۔

"مم..... میں نے دستک نہیں دی تھی سرڈونگا" رابرٹ کے کمرے کا دروازہ اچانک کھل گیا اور رابرٹ کی آواز سنائی دی..... ساتھ ہی دروازہ کھٹ سے بند ہو گیا۔

"حد ہو گئی..... پھر کیا کالے کولے نے دستک دی تھی" یہ کہتے ہوئے سرڈونگا نے پاؤں پٹخے اور کھٹ سے دروازہ بند کر لیا..... ادھر رابرٹ نے بھی پھر دروازہ بند کر لیا تھا۔

"چلو محمود..... حرکت میں آجاؤ..... تجربہ ناکام نہیں رہا" انسپکٹر جمشید نے اشارہ میں کہا۔

محمود نے اب رابرٹ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی..... ساتھ ہی محل میں زلزلہ سا آگیا۔

سائنس دان

ہزار ہا چیخیں گونجنے لگیں ..... آوازیں محل کی دیواروں اور دروازوں سے آرہی تھیں ..... بڑے بڑے ڈھول بھی ساتھ میں بجائے جارہے تھے جیسے ..... یعنی چیخوں اور ڈھول کی آواز سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی ..... وہ بوکھلا اٹھے ..... ایسے میں رابرٹ کے کمرے کا دروازہ کھلا اور اس کا چہرہ نظر آیا۔

وہ لڑکھڑا گئے ..... چہرہ اس قدر خوفناک تھا کہ ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو غش کھا جاتا ..... ان کے دل زور زور سے دھڑکنے لگے ..... ابھی چند لمحے پہلے جب اس نے دروازہ کھولا تھا' اس وقت اس کا چہرہ ہولناک نہیں لگا تھا' لیکن اس وقت وہ کسی جن بھوت سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

"ہمیں کس نے پکارا" رابرٹ کے ہونٹ ہلے۔

وہ بری طرح اچھلے ..... اب اس کی آواز بالکل طاقت والی آواز تھی جس میں انہوں نے اس کی تقریر سنی تھی ..... عین اس لمحے باقی دروازے

بھی باری باری کھلے اور ہر کمرے سے پرہول چہرے جھانکتے نظر آئے ..... ہر ایک نے رابرٹ کی طرف دیکھا اور ایک ساتھ بولے۔

"انوکھی طاقت ..... ہم نے آپ کو بے آرام ہرگز نہیں کیا"۔

یہ کل نو تھے ..... دسواں خود رابرٹ تھا۔

"پھر یہ کون بدتمیز تھا جس نے دروازے پر دستک دی تھی"۔

"دستک تو تھوڑی دیر پہلے بھی ہوئی تھی" سرڈونگا بری طرح چونک کر بولا۔

"اوہ ہاں' مجھے یاد آیا ..... اس وقت سرڈونگا آپ نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ میں نے دروازے پر دستک دی ہے ..... لیکن وہ میں نہیں تھا"۔

"تب پھر کالے کولے نے دستک دی تھی اور اب بھی اسی نے دستک دی ہے"۔

"نہیں ..... تم سب اپنے اپنے کمروں سے نکلو اور اسے تلاش کرو ..... ورنہ میں تم سب سے شیطانی طاقت چھین لوں گا اور تم بالکل بے کار ہو کر رہ جاؤ گے"۔

"نن نہیں ..... نہیں ..... یہ ظلم نہ کرنا مسٹر رابرٹ" سرڈونگا کانپ گیا۔

"تو پھر پکڑو دستک دینے والے کو"۔

یہ کہ کر رابرٹ نے کھٹ سے دروازہ بند کر لیا..... اس کے ساتھ ہی باقیوں نے بھی دروازہ بند کر لیا۔

"کک..... کیا ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں" محمود نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں! یہ خواب ہی ہے اور یہ ہو بھی کیا سکتا ہے" فاروق نے سر ہلایا۔

"یا ہم کسی پاگل خانے میں ہیں..... اور یہ سب پاگل ہیں" فرزانہ بڑبڑائی۔

"لیکن تھوڑی دیر پہلے رابرٹ کی شکل اس قدر خوفناک نہیں تھی ..... اور سر ڈونگا نے رابرٹ کو اس طرح مخاطب کیا تھا جیسے وہ اس کا ایک ادنیٰ ماتحت ہو..... غلام ہو..... جیسا کہ اس وقت رابرٹ ان سب کو آتا دکھائی دیا تھا اور وہ سب اس سے خوف زدہ تھے اور رابرٹ نے تو انہیں دھمکی بھی دی تھی..... وہ اس کی دھمکی سن کر کانپ گئے تھے..... لیکن اس دھمکی کا انہوں نے اثر تو کوئی بھی نہیں لیا' اس کے دروازہ بند کرتے ہی سب نے اپنا اپنا دروازہ بند کر لیا..... آخر یہ سب کیا ہے" انسپکٹر جمشید نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"پاگل خانہ..... یہ ایک پاگل خانہ ہے..... اور یہ سب پاگل ہیں..... پاگل شیطان" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"کک..... کیا کہا..... پاگل شیطان" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"ہاں ہاں..... کہ لو..... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" فرزانہ جل گئی۔

"تم نے کہ ہی دیا..... اب میں کیا کروں گا کہ کر اس نے برا سا منہ بنایا"۔

"میرا خیال ہے..... ایک بار اور تجربہ کرتے ہیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جج..... جی..... کیا فرمایا آپ نے" وہ گھبرا گئے۔

"ہاں بھئی..... تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے"۔

"بہت بہتر..... اگر آپ ہمیں وہ خوفناک چہرے اور ہولناک آوازیں اور دہشت ناک چیخیں سنانا ہی چاہتے ہیں تو پھر مجبوری ہے" محمود نے برا سا منہ بنایا اور رابرٹ کے دروازے پر زوردار آواز میں دستک دی۔

انہیں بہت حیرت ہوئی..... جب اس بار کچھ بھی نہ ہوا۔

"یہ کیا..... اس بار تو کوئی آواز نہیں سنائی دی" محمود بولا۔

"پھر دستک دو"۔

اس نے پھر دستک دی..... پھر کوشش کی..... کچھ نہ ہوا۔

"بس! اب وہ گھوڑے بیچ کر سو گئے ہیں..... اب ہم اپنا کام شروع کر سکتے ہیں"۔

"کک..... کون سا اپنا کام" فاروق ہکلایا۔

"محمود! چاقو مجھے دو" وہ بولے۔

انہوں نے محمود سے چاقو لے لیا اور رابرٹ والے دروازے میں
سوراخ کرنے لگے..... جلد ہی سوراخ ہو گیا..... انہوں نے اس سے اندر
جھانکا..... رابرٹ بالکل مردے کی طرح سوتا نظر آیا..... اب انہوں نے
سوراخ اور بڑا کیا..... پھر چٹخنی کھول دی اور اندر داخل ہو گئے۔

وہ اب بھی بے سدھ پڑا رہا..... انہوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر
انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا، پہلے بغور اس کا جائزہ لیتے رہے..... پھر
آگے بڑھے..... ایسے میں ان تینوں کو خوف محسوس ہوا ..... لیکن انسپکٹر
جمشید ذرا بھی خوف میں مبتلا نہیں تھے..... ان کے ہاتھ میں رسی کا ایک ٹکڑا
نظر آیا..... انہوں نے فوراً جان لیا کہ رسی کا یہ ٹکڑا اسی رسی کا ہے..... جس
سے بگران اور شارا نے انہیں کبھی باندھا تھا..... یہ رسی گوشت میں دھنس
جاتی تھی اور ٹوٹتی نہیں تھی"۔

انہوں نے اس رسی کو یکدم اس کے گلے میں ڈال دیا اور گلے
گرد کسنے کے لیے ایک سرا نیچے سے نکال کر دونوں سروں کو اپنی طرف
کھینچے..... اس وقت انہوں نے رابرٹ کی آنکھیں کھلتے دیکھیں..... ساتھ ہی
اس نے مسکرا کر کہا۔

"یہ کیا کر رہے ہو..... اس طرح میں نہیں مروں گا..... میں پھر بھی
زندہ رہوں گا..... البتہ رابرٹ مر جائے گا..... رابرٹ جو صرف ایک گر

کا خادم ہے..... اسے مار کر آپ کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا..... الٹا ایک بے
گناہ کا خون آپ کی گردن پر ہو گا"۔

یہ آواز طاقت کی تھی..... پرسکون آواز..... ادھر رابرٹ کی جان پر
بنی تھی..... اس کی آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں۔

انسپکٹر جمشید کو یہ الفاظ سن کر ایک جھٹکا لگا اور انہوں نے فوراً رسی
ڈھیلی کر دی..... رابرٹ کا سانس بحال ہونے لگا۔

"یہ ہوئی نا بات..... عقل مندی کی انسپکٹر..... ورنہ اس قتل کا الزام تو
تم پر لگنا ہی تھا اور میں کسی دوسرے کے جسم میں چلا جاتا"۔

"آخر تم کون ہو؟" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"میں..... میں شیطان ہوں" بہت بڑا شیطان..... تمام شیطانوں کا
سردار..... اس ملک میں شیطانوں کی حکومت ہو کر رہے گی..... اس نے چیخ
کر کہا..... ہونٹ اب بھی رابرٹ کے ہلے تھے۔

"غلط بالکل غلط" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"کیا غلط"۔

"اس ملک میں شیطان کی حکومت نہیں ہو گی..... یہاں اللہ کو ماننے
والے موجود ہیں"۔

"لیکن کتنے..... آٹے میں نمک کے برابر..... جو حقیقی معنوں میں اللہ
کو ماننے والے ہیں..... بہت تھوڑے ہیں..... جو صرف زبان سے کہتے ہیں

ہم اللہ کو مانتے ہیں..... وہ ان گنت ہیں..... ایسے ان گنت لوگوں پر میں آسانی سے قابو پالیتا ہوں اور پھر جو لوگ میرے قابو میں نہیں آتے..... ان کے لیے میرے پاس سائنسی آلات بھی ہیں..... تم مجھے سائنس دان شیطان کہہ سکتے ہو" یہ کہہ کر وہ ہنسا۔

"ک ک..... کیا کہا..... سائنس دان شیطان؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں! تم غلط جگہ آگئے ہو..... میں تمہیں یہاں نہیں..... کہیں اور ملوں گا..... وہاں میری تجربہ گاہ بھی ہے..... وہاں میں بھی ہوں اور میری تجربہ گاہ بھی..... جب یہ دو چیزیں مل جائیں تو کیا نہیں ہو سکتا..... ذرا سوچو انسپکٹر جمشید" وہ پھر ہنسا۔

"ہاں! ہم سوچ رہے ہیں..... تم نے ٹھیک کہا..... ہم غلط جگہ آگئے ہیں..... تم اس جگہ واقعی نہیں ہو..... آؤ بھئی چلیں"۔

"میں چاہوں تو تم یہاں سے جا نہیں سکتے..... یہ تو شیطان تمہیں پکڑ لیں گے..... اور تم خود کو ان سے چھڑا نہیں سکو گے..... لیکن میں چاہتا ہوں..... تم اپنا پورا زور لگالو..... پھر میں تمہیں بے بسی کی موت ماروں گا..... سب کے سامنے اس بڑے میدان میں تم لوگوں کی موت ہوگی..... اس منظر کو سب دیکھیں گے اور اس دن میری حکومت کا اعلان بھی ہوگا"۔

"وہ دن نہیں آئے گا..... اس ملک میں خدا کے ماننے والے ہیں..... اگر وہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں تب بھی کوئی بات نہیں ہے

"جاؤ..... اپنا پورا زور لگالو..... لے آؤ میرے مقابلے میں کسی بڑے سے بڑے عالم کو..... جھاڑ پھونک کرنے والے کو..... جو کہتا ہو..... میں جن نکالنے کا ماہر ہوں..... ایسے جھوٹے ماہر اس ملک میں جگہ جگہ پھرتے ہیں..... اب وہ بھی میرے شاگرد بنیں گے، جھوٹے پیر فقیر بھی سب میرے سائے تلے آجائیں گے کیا سمجھے"۔

"ہاں! میں سمجھ گیا..... تم واقعی شیطان ہو"۔

یہ کہہ کر انہوں نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا..... اور رابرٹ اس طرح اچھلا جیسے اچانک ہوش میں آگیا ہو..... اس نے بوکھلا کر کہا۔

"آپ..... آپ کون ہیں..... ارے..... یہ میں کہاں ہوں"۔

"آپ ہمیں نہیں جانتے" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

اب اس نے انہیں غور سے دیکھا، پھر بولا۔

"نہیں..... میں آپ کو بالکل نہیں جانتا"۔

"دن کے وقت گرجے میں ہم نے پادری سے ملاقات کی تھی"۔

"مجھے بالکل یاد نہیں"۔

"آپ گرجے میں ملازم تو ہیں نا"۔

"بالکل ہوں"۔

"اوہ اب آپ کو بالکل یاد نہیں کہ ہم نے پادری سے ملاقات کی تھی"۔

"نہیں بالکل نہیں"۔

"نہ یہ یاد ہے کہ آپ ابھی ہم سے کیا باتیں کرتے رہے ہیں"۔

"نہیں..... بالکل نہیں"۔

"یہ معلوم ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے"۔

"نہیں..... ویسے یہ کوئی محل لگتا ہے..... میں تو ایک غریب آدمی ہوں ..... میں اس محل میں کیسے آ گیا"۔

"ٹھہرو..... ابھی بتاتے ہیں"۔

اب انہوں نے پادری کو فون کیا..... وہاں آنے کی درخواست کی..... باقی کمروں میں بھی انہوں نے جھانک کر دیکھا..... اب وہاں کوئی نہیں تھا..... سب کمرے بالکل خالی پڑے تھے..... مارے حیرت کے ان کا برا حال تھا..... پھر وہاں پادری پہنچ گیا..... اکرام اور اس کے ماتحت آ گئے.....

پادری وہاں رابرٹ کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

"یہ سب کیا ہے..... یہ یہاں کیسے آ گیا"۔

انہوں نے ساری کہانی سنائی ..... پادری رابرٹ اور اکرام وغیرہ حیرت زدہ انداز میں اس کہانی کو سنتے رہے۔

"یقین نہیں آیا" پادری بولا۔

"تو پھر..... مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی..... یہ آپ بتائیں..... کیا ضرورت ہو سکتی ہے" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کرنے۔

پادری لگا ادھر ادھر دیکھنے..... اسے کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا..... ے میں محمود کی نظر ایک چیز پر پڑی..... وہ بہت زور سے اچھلا..... اس کی ھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

* * * *

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

جانے کے دروازے

انسپکٹر جمشید نے فوراً اس کی بدلتی حالت کو محسوس کر لیا۔

"خیر تو ہے محمود؟"۔

"مم..... میں..... میں" محمود ہکلا کر رہ گیا۔

"بتا دو محمود..... ڈرنے کی ضرورت نہیں"۔

"میں نے پادری صاحب کی شکل میں کسی اور کو دیکھا ہے"۔

"لیجیے..... اب ایک نئی بات سنیں" پادری نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو محمود..... صاف صاف کہو" انسپکٹر جمشید الجھن کے عالم میں بولے۔

"پادری صاحب وہ نہیں ہیں..... جو نظر آ رہے ہیں..... یا تو یہ میک اپ میں ہیں..... یا پھر ان کے اندر کوئی اور چھپا بیٹھا ہے"۔

"یہ کیا فضول بات ہے" پادری نے جھلا کر کہا۔

اب انسپکٹر جمشید نے بغور پادری کو دیکھا..... اس کے چہرے پر غصہ تھا..... لیکن خوف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

"کیا آپ خود کو چیک کرنے کی اجازت دیں گے"۔

"نن نہیں..... نہیں" پادری چلا اٹھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"نہیں نہیں" اس نے پھر اسی انداز میں کہا۔

"مطلب یہ کہ آپ خود کو چیک کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے"۔

"نہیں..... ہرگز نہیں..... نہ میں میک اپ میں ہوں، نہ میرے اندر کوئی دوسرا چھپا ہوا ہے"۔

"کیا ایسا ہو سکتا ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا ہو سکتا ہے"۔

"یہ کہ آپ کے اندر کوئی چھپ کر بیٹھ جائے"۔

"نہیں نہیں" اس نے کہا۔

"یہ آپ نے کیا نہیں نہیں لگا رکھی ہے"۔

"نہیں نہیں..... تم لوگ مجھے چیک نہیں کر سکتے..... مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتے" اس نے کہا۔

"کیوں نہیں لگا سکتے..... کیوں چیک نہیں کر سکتے"۔

"کوشش کر کے دیکھ لو" اس نے منہ بنایا۔

"ہاں کیوں نہیں..... ہم تمہیں پکڑیں گے اور چیک کریں گے"۔

"ہاہاہا..... تو پھر آ جاؤ..... ہاہاہا" وہ لگا ہنسنے..... قہقہے لگانے۔

وہ اس کی طرف بڑھی ہے..... انسپکٹر جمشید نے اس پر ایک چھلانگ لگائی اور منہ کے بل زمین پر گرے..... پادری دور کھڑا ہنس رہا تھا..... بس وہ ہنسے جا رہا تھا..... اس کی ہنسی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"بند کرو، پاگلوں کی ہنسی..... اور یہ بتاؤ..... تم کون ہو؟"۔

"ہائیں..... تم اب بھی نہیں سمجھے..... جب کہ اس لڑکے نے مجھے دیکھ لیا ہے"۔

"کیا کہا..... اس نے تمہیں دیکھ لیا ہے..... اور ہم نہیں دیکھ رہے"۔

"ہاں! تم مجھے نہیں دیکھ رہے..... اس نے مجھے دیکھ لیا ہے..... لو پکڑ لو مجھے..... چیک کرو مجھے"۔

وہ چاروں اس کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگے..... جب کہ اکرام اور دوسرے لوگ کھڑے رہے..... اکرام حد درجے خوف زدہ تھا..... نزدیک پہنچتے ہی انہوں نے اس پر جھپٹا مارا..... ان کے ہاتھ پیر اور جسم ایک دوسرے سے ٹکرا کر رہ گئے..... وہ پھر الگ کھڑا نظر آیا۔

"ارے باپ رے..... اس کا تو جسم بھی نہیں ہے" محمود چلا اٹھا۔

"کیا..... کیا!!" وہ چلائے۔

"ہاہاہا..... ہاہاہا" اس کے قہقہے اور بلند ہو گئے۔

ان کے ہاتھ پیر پھول گئے..... اس کا واقعی جسم نہیں تھا..... گویا وہ ایک روح تھی..... باریک سایہ تھا۔

"نہیں پکڑ سکتے..... میں یہاں بیٹھ جاتا ہوں..... پکڑ کر دکھاؤ مجھے..... اب میں یہاں سے نہیں ہلوں گا"۔

وہ فرش پر بیٹھ گیا..... وہ ہمت کر کے ایک بار پھر اس کی طرف بڑھے اور اسے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھائے..... ان کے ہاتھ پھر ایک دوسرے سے ٹکرائے..... جب کہ وہ اب بھی وہیں بیٹھا تھا..... گویا اس کا جسم تو تھا ہی نہیں..... وہ پکڑتے کیسے۔

"نہیں نہیں..... یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"میں ہوں..... تمہارا معبود..... سجدہ کرو مجھے" اس نے بلند آواز میں کہا۔

"نہیں نہیں..... یہ نہیں ہو سکتا..... سجدوں کے لائق تو بس ایک خدا ہے" انسپکٹر جمشید نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم بے وقوف ہو..... کیا تم جگہ جگہ دیکھتے نہیں..... کوئی قبر کو سجدہ کر رہا ہوتا ہے..... کوئی کسی زندہ آدمی کے آگے جھکا ہوا ہوتا ہے..... کوئی کسی بت کے آگے سجدہ کر رہا ہوتا ہے..... کوئی کسی گرجا میں یسوع مسیح کی تصویر کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا ہوتا ہے..... تو پھر تم..... مجھے سجدہ کیوں نہیں کرتے"۔

"اللہ کے سوا جو دوسروں کو سجدہ کرتے ہیں..... وہ مشرک ہیں اور اپنے شرک کا مزا وہ چکھ لیں گے..... اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... میں شرک معاف نہیں کروں گا..... اور سب گناہ معاف کر دوں گا..... چاہے تیرے گناہ سمندر کے جھاگوں کے برابر کیوں نہ ہوں..... اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... اے میرے بندے..... میں نے تجھ سے کہا تھا..... جب تو میرے پاس آئے تو بس تیرے پاس شرک کا گناہ نہیں ہونا چاہیے..... اور سب گناہ معاف کر دوں گا..... لیکن تو نے شرک ہی کیا..... تو ایسے لوگ مشرک ہیں..... ان کا جرم معاف نہیں ہو گا..... اگر توبہ کیے بغیر مر گئے..... لہٰذا ہم صرف اور صرف ایک اللہ کو سجدہ کرتے ہیں"۔

"تم جیسے سر پھرے اب اس ملک میں کتنے ہوں گے..... جو رہ گئے ہیں..... وہ بھی جلد میرے پجاری بن جائیں گے"۔

"کوئی بات نہیں..... میرے خالق اور مالک کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا..... یہ تو لوگ اپنا نقصان کر رہے ہیں..... اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں..... اگر ساری دنیا کے لوگ اس کا انکار کر دیں تو بھی اسے کیا فرق پڑ جائے گا۔ اسے کیا پروا ہو گی..... وہ تو بے نیاز ہے"۔

"لیکن انسپکٹر جمشید..... تمہارے لیے تو مسئلہ پیدا ہو گیا" پادری ہنسا۔

"وہ کیسے؟"۔

"آخر تم مجھے کس طرح گرفتار کرو گے"۔

"اس کے لیے ہم کچھ کر لیں گے..... یہ بات طے ہے..... کہ تم شیطان ہو..... یہ رابرٹ تمہارا چیلا ہے"۔

"اچھا چلو..... میرے اس چیلے کو چھو کر دکھا دو"۔

"ارے..... تو کیا یہ بھی بغیر جسم کے ہی ہے"۔

"تجربہ کر لیں" وہ مسکرایا..... اس کی مسکراہٹ بھی خوفناک تھی۔

انہوں نے رابرٹ کو چھونے کی کوشش کی..... لیکن ہاتھ اس کے بھی جسم کے آر پار ہو گئے..... گویا وہ بھی جسم کے بغیر تھا۔

"مم..... میرا خیال ہے سر..... یہاں سے چلتے ہیں" اکرام نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"بزدل نہ بنو اکرام..... جب ان کے جسم ہی نہیں ہیں..... تو یہ ہمیں کیا خاک نقصان پہنچا سکتے ہیں"۔

"حد ہو گئی..... ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے..... ذرا اپنے ان ماتحتوں کو دیکھو"۔

وہ چونک کر مڑے..... اکرام کے ماتحت فرش پر بالکل بے ہوش پڑے تھے۔

"یہ بے چارے تو خوف سے بے ہوش ہو گئے..... تم ہمیں کوئی نقصان پہنچا کر دکھاؤ نا" انسپکٹر جمشید بولے۔

"سر..... سر..... اسے کہتے ہیں..... آبیل مجھے مار" اکرام نے بوکھلا کر کہا۔

"اکرام..... اگر تمہیں بہت زیادہ ڈر لگ رہا ہے تو..... یہاں سے چلے جاؤ"۔

"جائیں گے کیسے..... یہ محل تو بند محل ہے" پادری ہنسا۔

"بند محل..... کیا مطلب" وہ چونک اٹھے۔

"اس محل میں لوگ آ تو آسانی سے سکتے ہیں..... جا نہیں سکتے..... اس میں جانے کے تو دروازے ہیں ہی نہیں"۔

"کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو..... راستے کھلے ہیں"۔

"ان سے نکل کر دکھاؤ"۔

وہ بے ساختہ دروازے کی طرف بڑھے..... لیکن جونہی انسپکٹر جمشید نے دروازے عبور کرنا چاہا..... اچھل کر گرے۔

"کیوں..... نقصان پہنچا یا نہیں"۔

"نہیں..... اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا..... جسم پر چوٹ آئی ہے..... لیکن اللہ کے ہاں مجھے اس کا اجر بھی تو ملے گا..... لہٰذا نقصان کیا ہوا میرا" وہ مسکرائے۔

"بہت ڈھیٹ ہو" اس نے جھلا کر کہا۔

"اس پر کوئی افسوس نہیں" وہ مسکرائے۔

"کس پر؟" پادری بولا۔

"ڈھیٹ ہونے پر اللہ کے معاملے میں ڈھیٹ ہوں نا..... میں اللہ کے مقابلے میں ہی تمہیں کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہوں..... تو یہ بات میرے لیے افسوس کی کیسے ہو سکتی ہے"۔

"تو پھر مرو..... سڑو..... گلو اس قید خانے میں..... اس کے دروازے ناپید ہو رہے ہیں..... جب دروازے ہوں گے ہی نہیں تو تم کھولو گے کیا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے ہوا کے جھونکے کو کمرے سے نکلتے محسوس کیا..... ساتھ ہی رابرٹ بھی غائب ہو گیا۔

"یہ..... یہ سب کیا ہے ابا جان"۔

"شیطانی چکر..... سچ مچ کے شیطان ہیں..... پہلے میں یہ خیال کرتا رہا کہ یہ شیطان کے چیلے ہیں..... انہوں نے شیطان کی عبادت اس حد تک کی کہ شیطان نے خوش ہو کر اپنی بے تحاشہ طاقت انہیں منتقل کر دی..... لیکن اب جب کہ ہم دیکھ چکے ہیں..... ان کا تو جسم ہی نہیں ہے..... لہٰذا یہی کہنا پڑے گا کہ یہ شیطان ہیں..... ان کا اگر جسم ہوتا..... تب بھی یہ کہا جا سکتا تھا کہ یہ شیطان ہیں..... اس لیے کہ شیطان جسمانی شکل میں بھی ہو سکتا ہے"۔

"لیکن ہمارے لیے تو سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں"۔

"پہلے تو اس عمارت سے نکلنا ہو گا..... ان کا سراغ تو اب لگ ہی گیا ہے..... یہ دونوں تو اس گرجے میں جائیں گے"۔

"اور اس عمارت کے دروازے نہیں ہیں"۔

"ہاں! نظر تو نہیں آرہے..... آؤ..... دیکھتے ہیں"۔

انہوں نے عمارت کا جائزہ لینا شروع کیا..... اس پر دیواریں ہی دیواریں تھیں..... چوکور دیواریں..... گول دیواریں..... بہت اونچی چھتیں..... جن تک پہنچنے کا کوئی بھی راستا نہیں تھا..... ذریعہ نہیں تھا..... نہ کمروں میں کوئی روشن دان تھے..... جس وقت وہ اندر داخل ہوئے تھے..... اس وقت ضرور وہاں دروازے نظر آئے تھے..... اب کوئی دروازہ نظر نہیں آرہا تھا..... یوں لگتا تھا جیسے ان کے ساتھ دروازے بھی چلے گئے تھے۔

"ہم نے تو آج تک ایسی عمارت دیکھی نہ سنی" محمود بڑبڑایا۔

"تو اب اس کو دیکھ بھی لو..... سن بھی لو"۔

"دیکھ تو رہے ہیں..... سن کیسے لیں" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"یار جمشید..... مجھے ڈر لگ رہا ہے" خان رحمان کی آواز ابھری۔

"کوئی بات نہیں..... انسپکٹر جمشید بولے۔

"سر..... میں بھی ڈر محسوس کر رہا ہوں" اکرام بولا۔

"کوئی بات نہیں..... اپنے ماتحتوں کو ہوش میں لانے کی کوشش کرو" انہوں نے کہا۔

"کیا فائدہ سر..... جونہی یہ ہوش میں آئیں گے..... اس بند عمارت کو دیکھ کر پھر بے ہوش ہو جائیں گے"۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے..... اچھا نہیں یونہی لیٹے رہنے دو..... آؤ..... ذرا اس عمارت کو اندر سے دیکھ لیں"۔

"نن نہیں..... نہیں جمشید..... یہ نہ کرنا" پروفیسر داؤد ہکلائے۔

"کیوں..... آپ کو کیا ہوا؟"۔

"وہ..... وہ پادری یہیں ہے..... گیا نہیں" انہوں نے پراسرار انداز میں کہا۔

"کیا مطلب..... کیا کہا آپ نے"۔

انہوں نے چلا کر کہا۔

* * * *

توجہ

چند لمحے تک وہ پروفیسر داؤد کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے رہے..... آخر پروفیسر داؤد گھبرا گئے اور بول اٹھے۔

"کیا ہوا..... کیا بات ہے..... مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا جانے کا پروگرام ہے کیا"۔

"نن..... نہیں..... لیکن یہ آپ نے کیا کہا" انسپکٹر جمشید نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کک..... کیا بات ہے..... اس میں اس قدر بوکھلانے کی کیا ضرورت ہے" پروفیسر داؤد کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اگر اس میں بوکھلانے کی ضرورت نہیں تو پھر آپ کے خیال میں بوکھلانے کی ضرورت کس میں ہے" فاروق نے فوراً پوچھا۔

"بوکھلانے کی ضرورت تو خیر یہاں قدم قدم پر ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کمال کرتے ہو جمشید..... مجھ سے مذاق کرتے ہو"۔

"آپ پر انکل پروفیسر..... شاعری کا جن تو سوار نہیں ہو گیا" فاروق ...ڑا گیا۔

"کیا کہا..... شاعری کا جن..... تم نے شاعری کا بھوت کیوں نہیں کہا؟" ...وفیسر چونکے۔

"اس بار ہم بھوتوں کے نہیں..... جنوں کے شکار ہیں نا..... اس ...ے"۔

"اوہو..... کام کی بات درمیان میں رہ گئی..... میں نے پروفیسر صاحب ...ے پوچھا تھا..... انہیں کیا ہوا..... انہوں نے یہ کیسے کہہ دیا کہ پادری ابھی ...س عمارت سے گیا نہیں"۔

"اوہ ہاں! یاد آیا..... میں واقعی یہ کہتا ہوں..... پادری صاحب ابھی ...ک یہاں سے گئے نہیں، یہیں موجود ہیں"۔

"اوہو..... آخر کیسے..... پہلے تو یہ بتائیں نا" خان رحمان نے جل کر ...ا۔

"میری جیب میں رکھے ایک آلے نے یہ بات بتائی ہے"۔

"حد ہو گئی یعنی کہ..... کوئی سائنسی آلہ بھلا ایک شیطان کی موجودگی کی ...بر کس طرح دے سکتا ہے"۔

"اس لیے کہ اس شیطان کی جیب میں بھی کچھ سائنسی آلات ہیں"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں..... بالکل یہی بات ہے..... جب وہ یہاں تھا تو میری جیب میں رکھے آلے سے مسلسل ٹک ٹک کی آواز شروع ہوگئی تھی..... جب وہ اس کمرے سے چلا گیا..... تب وہ ٹک ٹک کم ہوگئی..... لیکن ختم اب تک نہیں ہوئی..... جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمارت میں ہی کہیں ہے..... اگر ٹک ٹک بالکل ختم ہوگئی ہوتی تو اس صورت میں یہ کہتا کہ وہ جا چکا ہے"۔

"وہ اگر عمارت میں ہی کہیں موجود ہے..... تو پھر بھی ہم کیا کر سکتے ہیں..... ہمارا اصل مسئلہ تو اس جگہ سے نکلنا ہے" فاروق نے منہ بنایا۔

"مم..... میرا مطلب ہے..... اس کے باہر موجود ہونے کی صورت میں تو ہمارا نکلنا اور بھی مشکل ہوگا" پروفیسر بولے۔

"آسان کام ہمیں پہلے ہی کب ملتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ آسان کام ہمیں کچھ پسند بھی نہیں آتے" فرزانہ مسکرائی۔

"تو کیا ہم اس عمارت کا جائزہ لیں" پروفیسر بولے۔

"ہاں بالکل..... یہ کام تو کرنا ہی پڑے گا..... آپ وہ آلہ ہاتھ میں لے لیں..... دوسری بات اس کی ٹک ٹک کی آواز ہم نے کیوں نہیں سنی..... یا کم از کم فرزانہ کو سنائی دیتی آواز" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"آواز کی مرضی..... اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں" فاروق نے منہ بنایا۔

وہ مسکرا کر رہ گئے..... پروفیسر داؤد نے آلہ ہاتھ میں لے لیا..... اور بولے۔

"اس کی آواز سنائی نہیں دیتی..... بلکہ جسم کو محسوس ہوتی ہے"۔

"واہ..... پھر تو بہت شریف آواز ہے یہ" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہوگئی..... اب آواز بھی شریف اور غیر شریف ہونے لگی"۔

محمود نے اسے گھورا۔

"مجھے گھورنے سے کوئی فائدہ نہیں..... ان حالات میں ہم جس قسم کی باتیں کر لیں..... کم ہے..... دیکھ نہیں رہے، ہم اس وقت ایک ایسی عمارت میں قید ہیں..... جس کا کوئی دروازہ نہیں"۔

"تب پھر..... پادری اور رابرٹ کس راستے سے گئے ہیں" محمود نے جھلا کر کہا۔

"ان کا تو جسم ہی نہیں تھا..... کسی باریک ترین سوراخ سے نکل گئے ہوں گے" فاروق نے تڑ سے کہا۔

"لیکن..... وہ باریک ترین سوراخ کہاں ہے" فرزانہ بولی۔

"ہائیں..... یہ کیا سوال ہوا..... وہ باریک ترین سوراخ کہاں ہے؟" فاروق حیران رہ گیا۔

"واقعی..... وہ سوراخ کہاں ہے..... جلدی تلاش کرو" انسپکٹر جمشید پرجوش انداز میں بولے۔

"کک..... کیا تلاش کریں"۔

"سوراخ اور کیا" انہوں نے منہ بنایا۔

اور وہ سوراخ کی تلاش میں جت گئے..... یہ بات واقعی درست تھی ..... پادری اور رابرٹ اگر انسان نہیں تھے..... جن تھے' شیطان تھے..... تب بھی انہیں باہر جانے کے لیے کسی سوراخ کی ضرورت تو پیش آئی ہوگی ..... جب کہ اس عمارت میں انہیں کوئی باریک ترین سوراخ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

"ایک اور بات ابا جان!" ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"اور وہ کیا؟"۔

"ہم نے اب تک ہوا کی کوئی کمی محسوس نہیں کی..... گویا ہمیں تازہ ہوا بدستور مل رہی ہے' آخر یہ ہوا کس راستے آجا رہی ہے"۔

"ہوا سے پوچھنا پڑے گا" فاروق بولا۔

"تم تو بس چپ ہی رہو" محمود نے جل کر کہا۔

"واقعی..... یہ بھی دیکھنا ہوگا"۔

"میں بتا سکتا ہوں جمشید" انہوں نے پروفیسر داؤد کی آواز سنی۔

"تو پھر بتائیں"۔

"دیواروں میں نظر نہ آنے والے سوراخ بنائے گئے ہیں..... بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ دیواریں دوہری ہیں..... باہر والی دیواروں میں ہوا کی

آمدورفت کا تمام انتظام ہے..... ہوا ان راستوں سے دونوں دیواروں کے درمیان خلا میں آتی ہے..... اور اوپر اٹھتی ہے..... اوپر چھت کے پاس ضرور خلا ہوگا..... جو یہاں نیچے نظر نہیں آرہا..... اس خلا سے ہوا کمرے میں آتی ہے"۔

"بات دل کو لگتی ہے..... لیکن اس طرح تو پھر ہم اس سوراخ کو تلاش نہیں کرتے..... وہ اس خلا کے ذریعے نکل گئے ہوں گے"۔

"بالکل ٹھیک..... لیکن ابا جان..... آپ آج محمود کے چاقو کو کیوں بھول گئے" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"اوہ ہاں..... واقعی..... محمود..... نکالو چاقو"۔

محمود نے چاقو اڑی میں سے نکال کر انہیں دے دیا..... انہوں نے اسے دیوار پر آزمایا..... دیوار میں سوراخ ہونے لگا..... آہستہ آہستہ سوراخ بڑا ہونے لگا۔

"اوہو..... ٹک ٹک رک گئی ہے" پروفیسر داؤد نے چونک کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"اس کا مطلب ہے..... پادری اور رابرٹ چلے گئے ہیں"۔

"کوئی بات نہیں..... جانے دو..... ہمارا کیا جاتا ہے"۔

آخر سوراخ کافی بڑا ہو گیا..... انہوں نے دیکھا..... وہاں کوئی دوہری دیوار نہیں تھی..... البتہ اس دیوار کے بعد صحن تھا اور صحن کے بعد پھر دیوار

تھی..... گویا انہیں ایک سوراخ اور کرنا تھا..... ایک آدمی کے نکلنے کے برابر سوراخ کرنے کے بعد وہ باہر نکلے اور اب پھر سوراخ کرنا شروع کیا..... اس طرح وہ اس عمارت سے نکل آئے۔

"محمود ..... ساتھ والی عمارت کے دروازے پر دستک دو ..... پتا تو چلے..... یہ عمارت کس کی ہے"۔

دستک دی گئی..... فوراً ہی ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر نکلا..... اس سے معلوم ہوا ہے کہ یہ عمارت اسی گرجے کی ملکیت ہے اور پادری لوگوں کے ہی کام آتی ہے..... آس پاس کے لوگ اس عمارت سے کوئی تعلق اس لیے نہیں رکھتے تھے کہ وہ سب کے سب مسلمان تھے اور انہیں پادریوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

"اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس گرجے کا تعلق اس ساری سازش سے خاص طور پر ہے بلکہ اب تو میں یہ بات بھی یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ گرجا اس وقت اس سازش کا مرکز ہے اور شیطان اور اس کے چیلوں نے پادری حضرات کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے"۔

"لیکن ابا جان..... ہم ان کا مقابلہ کس طرح کریں..... اگر ان کا مقابلہ نہ کیا گیا تو یہ تو پورے ملک کو شرک کے گڑھے میں دھکیل دیں گے"۔

"اس کے لیے مجھے ایک بار پھر چوٹی کے عالموں سے مشورہ کرنا ہو گا"۔

"وہ تو پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوئے ہیں"۔

"اب ان سے زیادہ عالم لوگوں کو بلانا ہو گا..... اور وہ عالم ہمارے اپنے ملک کے ہی نہیں ہوں گے..... کچھ دوسرے اسلامی ملکوں سے بھی بلایا جائے گا..... مسجد نبوی اور خانہ کعبہ کے اماموں کو بلاؤں گا..... یہ مسئلہ مجھ اکیلے کے بس کا نہیں ہے..... جہاں تک جسمانی لڑائی اور سائنسی لڑائی کا تعلق ہے..... تو ہم ان سے نبٹ لیں گے"۔

"جسمانی لڑائی میں ہم کس طرح نبٹ لیں گے جمشید..... جیسا کہ یہ بے جسم ہیں"۔

"میرا مطلب ہے..... اگر ایسی صورت پیش آئی"۔

"اچھا تو پھر شروع کرو"۔

اسی روز سے انسپکٹر جمشید نے دنیا بھر کے مسلمان عالموں سے رابطہ شروع کیا..... انہیں ملک کی صورت حال بتائی..... ان میں سے اکثر وہاں آنے پر رضامند ہو گئے..... پھر ان کی آمد شروع ہوئی..... جب سب لوگ آ گئے تو ان سب کو ایک خفیہ جگہ جمع کیا گیا..... ساری باتوں کی وضاحت کی گئی..... پھر انہوں نے کہا۔

"اب اس سلسلے میں بتائیں..... ہمیں کس طرح قدم اٹھانا ہے"۔

"اصل میں یہ مسئلہ ہوتا ہے توجہ ڈالنے کا" ایک بڑے عالم بولے۔

"جی..... کیا مطلب..... توجہ ڈالنے کا..... ہم سمجھے نہیں"۔

"آپ سمجھ بھی نہیں سکتے..... کیونکہ آپ کا ان مسائل سے واسطہ نہیں پڑا..... پہلی بار شاید اس قسم کے چکر میں الجھے ہیں..... میں ایک واقعہ سنا کر وضاحت کرتا ہوں..... اجازت ہے" انہوں نے سب کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں..... ضرور" سب نے کہا۔

"شار جستھان میں ہندوؤں نے ایک زبردست تحریک چلائی' بہت سے مسلمانوں کو اس تحریک کے ذریعے ہندو بنانا شروع کر دیا..... یہ تحریک آریہ سماج کی تحریک کہلاتی تھی..... بے شمار مسلمان ہندو بنالئے گئے..... مسلمان علماء بہت پریشان ہوئے کہ یہ کیا وجہ بنی..... چنانچہ انہوں نے ہندوؤں کے بڑے گروہ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے ساتھ مناظرہ کرلیں..... جو سچا ہے وہ مناظرہ جیت جائے گا..... اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا..... آپ سادہ لوح لوگوں کو بھٹکاتے ہیں..... ہم سے بات کریں..... ہندوؤں کے گرو نے یہ چیلنج قبول کرلیا..... دراصل مسلمان علماء کرام نے مناظرے کی دعوت اس لئے دی تھی کہ مسلمانوں کا ہندو بننے کا عمل رک جائے۔

ہندوؤں نے ایک شرط رکھی..... شرط یہ تھی کہ جب مناظرہ ہو گا تو پہلی لائن میں ہندو سادھو بیٹھیں گے..... مسلمانوں نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے کہ پہلی صف میں ہندو سادھو بیٹھ جائیں..... شرط مان لی..... جب مناظرہ ہوا تو ہندو گرو بڑا زبردست بول رہا تھا..... اور مسلمان عالم جو بڑے کامل تھے' جب بات کرنے لگتے تو ان کی زبان لڑکھڑانے لگتی..... ایسے جیسے کسی کا

حلق خشک ہو جاتا ہے..... اور وہ بات کرنے کے قابل نہیں رہ جاتا..... یہی حالت اس وقت مسلمان عالم کی تھی..... بات نہیں ہو رہی تھی..... پسینہ آرہا تھا' کانپ رہے تھے..... لوگ بڑے پریشان ہوئے..... پانچ منٹ بعد ہی ہندو مناظر ان پر چھاتا نظر آیا..... اور مسلمان مناظر کو کوئی جواب ہی نہیں آرہا تھا..... یہاں تک کہ جلسہ گاہ میں جتنے ہندو بیٹھے تھے..... شور کرنے لگے..... ادھر مسلمان عالم کو بات نہیں آرہی تھی..... حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری اس مناظرے میں موجود تھے..... لیکن وہ سٹیج کے پیچھے تھے جہاں کتابیں رکھی گئی تھیں تاکہ کسی کتاب سے حوالہ دکھانا ہو تو فوراً کتاب سے نکال کر دے دیں۔

ایک آدمی بھاگا ہوا ان کی خدمت میں آیا اور بولا۔

"حضرت یہ کیا ہو رہا ہے' مسلمان عالم تو بات ہی نہیں کر پا رہے اور ہندو مناظر بڑھ چڑھ کر بول رہا ہے..... حضرت خلیل احمد اسی وقت مراقبہ میں بیٹھ گئے..... اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے ایک حالت کو مراقبہ کہتے ہیں۔ اس وقت اللہ نے مدد فرمائی..... ان کے دل میں بات ڈالی کہ وہ جو پہلی لائن میں سادھو بیٹھا ہے..... وہ مسلمان مناظر کے دل پر توجہ ڈال رہا ہے..... اس کے توجہ ڈالنے سے مسلمان مناظر کے دل کی حالت بہت بے چین ہے..... بے قرار ہے' ان سے ٹھیک طرح سے بات نہیں ہو رہی..... حضرت خلیل احمد نے وہیں بیٹھے بیٹھے اس سادھو کے دل پر توجہ ڈالی تو اسے یوں

محسوس ہوا جیسے اس کے بدن میں آگ لگ گئی ہو اور وہ چیختا ہوا مجمع سے بھاگ نکلا..... جیسے ہی وہ بھاگا..... مسلمان مناظر کی زبان فر فر چلنے لگی..... پھر انہوں نے وہ دلائل دیئے کہ ہندو مناظر شکست کھا گیا..... اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی"۔

یہاں تک کہہ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکے، پھر بولے۔

"اب بات آپ کی سمجھ میں آ گئی ہو گی"۔

"جی ہاں! بہت اچھی طرح"۔

"مطلب یہ کہ ہمیں توجہ ڈالنا ہو گی..... آپ مقابلہ کریں گے..... اگر ہم توجہ نہیں ڈالیں گے..... وہ آپ پر چھا جائیں گے..... ہم اپنا کام کریں گے..... آپ اپنا کام کریں گے..... ان کے سائنسی آلات بیکار کرنے کا کام آپ پروفیسر صاحب سے لیں..... آپ اپنا کام..... ان کے سائنسی آلات بیکار کرنے کا کام آپ پروفیسر صاحب سے لیں..... جنگ کرنے کا کام آپ خود کریں..... گویا یہ لڑائی تین محاذوں پر ہو گی..... جب کہ اس سے پہلے آپ صرف خود کوشش کرتے رہے ہیں اور ناکام ہوتے رہے ہیں"۔

"بہت بہت شکریہ"۔

"اس میں شکریئے کی کوئی بات نہیں..... یہ مسئلہ ہے دین کا..... اور دین کے لیے جان حاضر ہے"۔

"تب پھر کب مقابلہ شروع کرنا ہے"۔

"ہم لوگ گرجے کے بالکل سامنے پارک میں عام لوگوں کے لباس میں بیٹھیں گے..... اور وہیں سے توجہ ڈالیں گے لیکن اس سے پہلے آپ گرجے کے اندر داخل ہوں گے اور انہیں باتوں میں لگائیں گے..... جونہی آپ ان کے چہروں پر پریشانی کے آثار دیکھیں..... اپنا کام شروع کر دیں..... یہ کام ہم آج ہی شروع کریں گے"۔

"بہت بہتر! ہم ایسا ہی کریں گے"۔

دوسرے دن وہ شام کے وقت گرجے کے پاس پہنچ گئے..... ابھی تقریر کا وقت نہیں ہوا تھا..... محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی۔

* * * *

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

گرز

"گرجے کا دروازہ کھلا..... رابرٹ کی شکل نظر آئی..... وہ انہیں دیکھ کر دھک سے رہ گیا..... لگا دروازہ بند کر کے الٹے پاؤں جانے، لیکن انسپکٹر جمشید نے اپنی ٹانگ آگے کر دی..... اب وہ دروازہ بند کرنے کے لیے زور لگا رہا ہے..... یہ دھکیل رہے ہیں..... انہوں نے رابرٹ کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے..... کیونکہ اس کے خیال میں تو وہ ہلکے سے ہاتھ سے بھی دروازہ بند کرنا چاہتا تو انسپکٹر جمشید اسے روک نہیں سکتے تھے..... جب کہ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ دونوں طرف سے زور لگ رہا تھا..... اچانک دروازہ پورا کھل گیا..... رابرٹ کا چہرہ دھواں ہو گیا..... اب تک ایسی گھبراہٹ انہوں نے اس کے یا پادری کے چہرے پر نہیں دیکھی تھی۔

وہ یک دم اندر داخل ہو گئے..... رابرٹ بے حواس ہو کر بھاگا..... لیکن انسپکٹر جمشید نے ایک لمبی چھلانگ لگائی..... اور اس پر جا گرے..... دونوں اوپر نیچے گرے..... انہوں نے اسے چھاپ لیا..... ساتھ ہی وہ حیرت

زدہ بھی ہوئے..... کیونکہ اس وقت وہ انہیں بالکل عام انسان لگا تھا..... اس کا باقاعدہ جسم تھا۔

"کیوں بدحواس ہو گئے..... ہم پادری صاحب سے ملاقات کرنے آئے ہیں..... تمہیں کیا ہو گیا"۔

"تت..... تم اس عمارت سے کیسے نکل آئے..... یہ کیسے ہو گیا"۔

"کیا کیسے ہو گیا"۔

"اس عمارت سے نکل آنا آسان کام نہیں"۔

"چلو خیر..... مشکل ہو گا..... وہ تو اب ہو چکا..... اب تو آپ سے اور پادری سے دو دو باتیں کریں گے اور بس"۔

"اچھا چلیں..... میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں"۔

"یہیں لیٹے لیٹے بتائیں..... اس عمارت میں تو آپ کے جسموں کو ہم چھو نہیں سکے تھے..... آپ کے جسم آپ کے ساتھ تھے ہی نہیں..... بس چلتی پھرتی تصاویر سی تھیں..... پھر اس وقت ایسا کیوں نہیں ہے"۔

"اس وقت ہم اور حالت میں تھے..... اب اپنی اصل حالت میں ہیں"۔

"اچھا میں اٹھ رہا ہوں..... بھاگنے کی کوشش نہ کرنا"۔

"نن نہیں کروں گا" وہ بولا۔

وہ اٹھے تو اتنی احتیاط ضرور کی کہ اس کا ایک بازو کلائی پر سے پکڑ لیا .....وہ اسی حالت میں ان کے آگے چلنے لگے.....یہاں تک کہ پادری والے کمرے میں آگئے.....رابرٹ نے دستک دی۔

"کون ہے رابرٹ.....کیوں تنگ کر رہے ہو.....تمہاری تقریر کا وقت ہے.....اپنی تقریر کرو"۔

"یہ.....یہ لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں"۔

"یہ کون لوگ" اس نے جھلا کر کہا۔

"آپ ذرا دیکھ لیں"۔

"اچھا ٹھہرو" اندر سے کہا گیا۔

پھر دروازہ کھلا اور پادری زور سے اچھلا۔

"یہ.....یہ کیا.....تم ان لوگوں کو اندر کیوں لائے.....یہ اس عمارت سے کیونکر آئے.....ان کے نکل آنے کی خبر ہمیں کیوں نہیں ہوئی .....بلاؤ سرجاری کو.....آج اس کی طاقت نے کام کیوں نہیں کیا.....یہ کیا ہو رہا ہے"۔

"سر! میں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی.....لیکن میری طاقت جواب دے گئی"۔

"بکواس کرتے ہو.....یہ کیسے ہو سکتا ہے.....سرجاری.....تم کہاں ہو .....وہ طاقت.....انوکھی طاقت.....سرجاری کو طاقت بخشنے والی طاقت..... تم آجاؤ.....ہماری مدد کے لیے.....یہ لوگ پھر آگئے ہیں"۔

جواب میں کوئی آواز سنائی نہ دی۔

"دوڑ کر جاؤ.....سرجاری ضرور اس وقت گہری نیند میں ہے..... اسے جگاؤ"۔

سرجاری کا ذکر سن کر وہ حیران ہو رہے تھے.....اب انہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ بھی اسی گرجے میں رہتا تھا.....انہوں نے سوچا.....چلو اچھا ہے..... اس سے بھی یہیں دو دو ہاتھ ہو جائیں گے"۔

"م.....میں کیسے جاؤں.....انسپکٹر جمشید نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا ہے"۔

"اور اور تم اس سے اپنا بازو چھڑا نہیں سکتے" پادری کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"نہیں" وہ چیخا۔

"زور لگاؤ.....ادھر سے میں زور لگاتا ہوں"۔

یہ کہہ کر پادری نے آنکھیں بند کر لیں اور لگا منہ میں کچھ الفاظ بڑبڑانے.....انسپکٹر جمشید کے جسم کو ہلکے ہلکے کئی جھٹکے لگے.....لیکن یہ ایسے نہیں تھے کہ وہ بدحواس ہو جاتے.....جب کہ انہیں اپنی جگہ کھڑے دیکھ کر اور رابرٹ کا ہاتھ نہ چھوٹتے دیکھ کر پادری کے ہوش اڑتے نظر آئے.....

اس کی پیشانی پر بہت تیزی سے پسینہ آگیا اور وہ پسینہ ٹپکنے بھی لگا..... اس نے ایک چیخ ماری ..... دونوں بازوؤں کو ایک زبردست جھٹکا دیا اور انسپکٹر جمشید پر چھلانگ لگائی..... اس لمحے انہیں خوف محسوس ہوا ..... لیکن ساتھ ہی انہوں نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا..... ادھر پادری نے ان پر چھلانگ لگائی..... ادھر انہوں نے رابرٹ کو اس کی سیدھ میں کر دیا..... نتیجہ یہ کہ پادری رابرٹ سے پوری قوت سے ٹکرایا..... ان کے ٹکرانے کی آواز نے پورے گرجے کو ہلا کر رکھ دیا..... رابرٹ کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی ..... اور وہ اچھل کر گرجے کی دیوار سے جا ٹکرایا..... اس کا سر پھٹ گیا' وہ دو بار تڑپا اور ساکت ہو گیا۔

پادری نے خوف کے عالم میں اس کی لاش کو دیکھا..... پھر پوری قوت سے دھاڑا۔

"سرجاری ..... اٹھو ..... مقابلے کی گھڑی آگئی ..... ورنہ تمہاری حکومت نہیں رہ سکے گی"۔

ان الفاظ نے گرجے میں ہل چل سی مچا دی..... انہیں لگا جیسے گرجے کی ہر دیوار سے آوازیں آرہی ہوں ..... اس قدر شور مچا کہ انہیں لگا' وہ بہرے ہو جائیں گے ..... انہیں کانوں میں انگلیاں دینا پڑیں ..... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے پادری پر چھلانگ لگائی..... وہ بدک کر بھاگا..... لیکن فرزانہ اس سے پہلے آگے پہنچ چکی تھی..... اس نے اس کی ایک ٹانگ پر ہاتھ ڈال دیا

منہ کے بل گرا..... اس وقت انسپکٹر جمشید نے اس پر چھلانگ لگا دی' دونوں ٹانگیں اس کی کمر پر پڑیں..... وہ ڈکرایا..... وہ پھر اچھلے..... پھر ا..... انسپکٹر جمشید اچھلتے چلے گئے..... یہاں تک کہ اس کی آوازیں بند یں..... عین اسی لمحے انہوں نے ایک دروازہ کھلنے کی آواز سنی..... ری آواز ابھری۔

"سنو! میں ہوں طاقت..... انوکھی طاقت"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی بہت بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں جیسے ن وزنی پاؤں گرجے کے فرش پر رکھا جا رہا ہے۔

"دھم..... دھم..... دھم"۔

یہ آوازیں انہوں نے اپنے دلوں پر محسوس کیں ..... وہ پریشان گئے..... دل ڈوبتے محسوس ہوئے۔

"یا الٰہی..... مدد" وہ پکارے۔

فوری طور پر انہوں نے ڈھارس سی محسوس کی..... شاید اس وقت کا مقابلہ توجہ سے جاری تھا..... اور سرجاری کی توجہ..... شیطانی توجہ بھی م طاقت ور نہیں تھی..... ورنہ وہ دلوں پر اس قدر بوجھ نہ محسوس کرتے کہ انہوں نے پادری اور رابرٹ کے مقابلے پر بالکل محسوس نہیں کیا

عین اس لمحے انہوں نے سامنے سے سرجاری کو آتے دیکھا..... وہ
کر رہ گئے..... کس قدر خوفناک چہرہ تھا اس کا..... وہ پورا شیطان نظر آ رہا
..... کوئی اور ہوتا تو صرف اسے دیکھ کر مارے خوف کے اس کا دم نکل جا
..... اور اس وقت ان کے ساتھ بھی رحمانی طاقت کام نہ کر رہی ہوتی تو
بھی یقیناً بھاگ کھڑے ہوتے ..... لیکن وہ بھاگے نہیں ..... ایک لائن م
کھڑے رہے۔

"انسپکٹر جمشید ..... تم نے اپنی موت کو آواز دی ہے..... انوکھی طاق
مکمل طور پر میرے اندر سرایت کر چکی ہے..... اس نے تمام طاقتیں مجھ
بخش دی ہیں..... یہ تم میرے ہاتھوں میں گرز دیکھ رہے ہو..... یہ طاقت
گرز ہیں..... طاقت کے"۔

"طاقت کے گرز" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں کیوں..... کیا بات ہے" سرجاری حیران ہو کر بولا۔

"یہ..... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

سرجاری نے برا سا منہ بنایا..... جب کہ وہ لوگ مسکرائے بغیر نہ ر
سکے..... ان حالات میں ایسی بات کر گزرنا آسان کام نہیں تھا..... انہیں
فاروق کی جرات پر حیرت بھی ہوئی ..... خوشی بھی ہوئی ..... ایسے میں
سرجاری کی آواز گونجی۔

"تم ان گرزوں سے مرو گے جمشید ..... اور بچے بھی، جس وقت
طاقت نے یہ سب مجھے سونپے تھے..... تو ان پر تم چاروں کے نام لکھ
تھے اس نے"۔

"ہمیں تو لکھے نظر نہیں آ رہے" محمود بولا۔

"انوکھی طاقت کا لکھا انسانی آنکھیں نہیں پڑھ سکتیں"۔

"اور تم تقدیر کا لکھا نہیں پڑھ سکتے" فرزانہ نے پٹ سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"۔

"تم دیکھ رہے ہو..... اس طرف پادری کی لاش پڑی ہے..... اور یہ
مرا پڑا ہے..... کیا انہیں تمہاری طرف سے طاقت نہیں ملی ہوئی

"اس پر حیرت ہے..... لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم مجھے
دے دو گے..... تم تو میرے مقابلے میں بھیگی بلیاں ہو"۔

"اچھی بات ہے..... اب ان بھیگی بلیوں سے مقابلہ کرو..... تم اپنے
طاقت آزماؤ..... ہم اپنے اللہ کی طاقت کو کام میں لاتے ہیں"۔

"اس طاقت کو تم پہلے کیوں کام میں نہیں لے آئے؟" وہ ہنسا۔

"ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے..... اللہ تعالیٰ تم جیسے شیطانوں کو بھی
دیتے ہیں..... اور ان لوگوں کو بھی جو تم جیسوں کی بدولت گمراہ
تے ہیں..... لیکن اب اللہ نے چاہا تو تمہارا وقت پورا ہو چکا ہے"۔

"ہاہاہا..... یہ نہیں ہو گا" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا نہیں ہو گا؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میں نہیں مر سکتا..... قیامت تک کا مجھ سے وعدہ ہے..... مجھ
قیامت تک لوگوں کو گمراہ کرنے کی چھوٹ دی گئی ہے"۔

"تم اپنی شکل میں نہیں مرو گے..... لیکن اس شکل میں تو تمہار
موت واقع ہوگی"۔

"کوشش کر لو..... میں آرہا ہوں"۔

یہ کہ کر وہ اڑتا ہوا ان کی طرف آیا..... انسپکٹر جمشید نے فوراً اپنی جگہ
اور دوسری طرف چھلانگ لگا دی..... اسی وقت سرجاری اس جگہ گرا جہ
ایک لمحے پہلے انسپکٹر جمشید کھڑے تھے..... چونکہ وہ ساتھ ہی گرز مارنے
لئے ہاتھ بلند کر چکا تھا' اس لیے دونوں گرز فرش پر پڑے.....
زبردست آواز پیدا ہوئی اور انہوں نے فرش ٹوٹتے دیکھا۔

ساتھ ہی وہ سب نیچے جا گرے' کیونکہ فرش کے نیچے گہرا خلا تھا
گرنے کی وجہ سے انہیں شدید چوٹیں آئیں..... ان کی چیخیں بھی بلند ہو
..... ان کے ساتھ ہی سرجاری بھی گرا تھا۔

اب جو انہوں نے اٹھ کر دیکھا تو وہاں سائنسی آلات کی بھرمار تھی
گویا وہ ایک بہت بڑی لیبارٹری میں آگرے تھے..... ایسے میں پر
داؤد چلائے۔

"ہوشیار جمشید..... وہ تمہاری طرف آرہا ہے..... اور ان گرزوں
سے بچ کر رہنا..... یہ عام لوہے کے گرز نہیں ہیں"۔

"جی..... کیا مطلب..... تو کیا یہ کسی خاص لوہے کے ہیں"۔

"نہیں..... یہ لوہے کے ہیں ہی نہیں..... یہ کسی کیمیائی مادے سے تیار
کئے گئے ہیں..... انتہائی خطرناک ہیں"۔

میرے آلات ان سے نکلنے والی لہروں کو کیچ کر رہے ہیں..... جس کا
مطلب یہ ہے کہ ان سے لہریں بھی نکل رہی ہیں اور وہ لہریں ہمارے لیے
خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں"۔

"تو آپ ان لہروں کو ختم کرنے کا کام کیوں نہیں کرتے"۔ فاروق
بولا۔

"ابھی ابھی تو گرے ہیں یہاں..... تم لوگ اپنا کام کرو..... میں خان
رحمان کی مدد سے اپنا کام کرتا ہوں اور" پروفیسر داؤد کہتے کہتے رک گئے۔

"بس اور سے آگے کچھ نہ کہیں" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے کہ کہیں وہ باہر
موجود عالموں کے بارے میں کوئی بات نہ کر دیں۔

پروفیسر داؤد مسکرا دیئے..... پھر خان رحمان کے ہاتھ بھی آلات کی
طرف بڑھ گئے۔

"خبردار..... ان آلات کو ہاتھ نہ لگانا" سرجاری گرجا۔

”بھئی تم پہلے انسپکٹر جمشید سے مقابلہ کر لو..... ہماری طرف بعد میں آنا‘ اگر آسکو“ پروفیسر نے منہ بنایا۔

اس نے جیسے سنا ہی نہیں..... پروفیسر داؤد کی طرف چھلانگ لگائی..... عین اس وقت انسپکٹر جمشید اچھلے اور فضا میں ہی اس سے ٹکرا گئے..... دونوں چت گرے..... سرجاری کے ہاتھوں سے دونوں گرز نکل گئے۔

محمود اور فاروق کو یہ موقع سنہری نظر آیا..... انہوں نے چھلانگیں لگائیں تاکہ ایک ایک گرز اٹھالیں‘ لیکن جونہی انہوں نے گرزوں کو چھوا..... وہ بلند آواز میں چیخ پڑے..... وہ پوری قوت سے اچھلے..... ٹوٹی ہوئی چھت کی طرف گئے..... اور کافی اونچائی سے نیچے گرے..... گرزوں نے گویا انہیں اچھال پھینکا تھا..... یہ دیکھ کر سرجاری نے قہقہہ لگایا۔

”ہاہاہا..... پکڑو..... اٹھالو..... ان کو..... اٹھالو نا“۔

اس نے پاگلوں کے انداز میں یہ الفاظ کہے اور قہقہے لگانے لگا۔

”ان کو مت چھونا“ پروفیسر داؤد بولے۔

”یہ اچھی بات ہے..... میں تو اٹھا سکتا ہوں ان کو“ سرجاری نے کہا اور ان کی طرف بڑھا۔

عین اس لمحے انسپکٹر جمشید نے اسے پیچھے کی طرف سے کھینچ لیا..... وہ چاروں شانے چت گرا..... انسپکٹر جمشید اس کے سینے پر چڑھ گئے۔

اسی وقت آلات میں ایک طرف آگ لگی نظر آئی۔

”ارے! یہ کیا کیا“ سرجاری آگ پر نظر پڑتے ہی چلا اٹھا۔

”میں نے اس کو آگ لگادی..... تاکہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری“۔

”نن نہیں..... نہیں..... بجھاؤ اس کو..... ورنہ میں“۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید نے دونوں ہاتھ اس کے گلے پر جمادیئے۔

”ورنہ کیا“ انہوں نے پوچھا۔

”جلا کر راکھ کر دوں گا..... ابھی تک میں نے انوکھی طاقت کو آواز نہیں دی..... یہ تو میں تم سے اپنی طاقت سے لڑ رہا ہوں“ اس نے جلدی جلدی کہا۔

”اور یہ گرز کیسے ہیں“۔

”یہ سائنس کی ایجاد ہیں“۔

”یہ چیزیں تمہیں کیسے مل گئیں..... تم تو ایک مسلمان تھے..... نماز کے پابند تھے..... اور اب ہم تمہیں اس درجے میں دیکھ رہے ہیں“۔

”انوکھی طاقت نے شرط عائد کی تھی..... اسلام کو چھوڑنا ہوگا..... عیسائیت اختیار کرنا ہوگی یا ہندو بننا ہوگا..... یا یہودی بننا ہوگا..... بس مسلمان نہیں رہو گے تو پھر مجھے یہ چیزیں حاصل ہوں گی..... اور واقعی اس نے اپنا وعدہ پورا کیا..... مجھے یہ چیزیں مل گئیں“۔

"لیکن ان تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی چیز تم سے چھن گئیں" انسپکٹر جمشید نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟" وہ جھلا کر بولا۔

"ایمان" انہوں نے فوراً کہا۔

"اوہ ہمیں کیا کرنا تھا ایسے ایمان کو"۔

"یہ تمہیں مرتے وقت معلوم ہو گا..... کہ ایمان کیا چیز تھی جسے تم نے گنوادیا"۔

"بس بس..... مجھے ایسی پٹیاں نہ پڑھاؤ" وہ جھلا اٹھا۔

ایسے میں آگ اور پھیل گئی..... اس کی حرارت ان تک آنے لگی۔

"بجھادو اس آگ کو" وہ چیخا۔

"محمود..... فاروق..... ان گرزوں کو آگ میں پھینک دو" انسپکٹر جمشید نے اچانک کہا۔

"کیا..... نہیں..... ایسا ہرگز نہ کرنا..... ورنہ" وہ دھاڑا..... لیکن اس کی دھاڑ میں خوف بھی شامل تھا۔

"ورنہ کیا..... تم اپنی انوکھی طاقت کو آواز دو گے"۔

"ہاں! میں ایسا کروں گا"۔

"لیکن ابا جان! ہم ان کو کس طرح اٹھائیں..... یہ تو ہمیں پھر سے اچھال دیں گے"۔

"اوہو..... اس کا طریقہ پروفیسر انکل سے پوچھو"۔

"وہ آگ لگانے میں مصروف ہیں دوسری طرف"۔

"یہیں سے ان سے پوچھ لو"۔

"انکل..... ہم ان گرزوں کو آگ میں پھینکنا چاہتے ہیں..... کیسے پھینکیں..... ہاتھ لگاتے ہیں تو یہ ہمیں اچھالتے ہیں"۔

"اپنے جوتے ہاتھوں میں پہن کر ان کے ذریعے اس طرف لڑھکادو..... آگ تو اب خود بخود آلات کی طرف بڑھ رہی ہے" انہوں نے ترکیب بتائی۔

"بہت بہتر" دونوں بولے اور لگے جوتے اتارنے۔

"گرزوں کو آگ کی طرف نہ لڑھکانا..... ورنہ یہ بم کی طرح پھٹیں گے"۔

"ارے جاؤ..... کیوں ہمیں ڈرانے پر تلے ہوئے ہو..... کوئی تک کی بات کرو" فاروق نے عورتوں کی طرح ہاتھ نچایا۔

ادھر انسپکٹر جمشید نے اس کے گلے پر دباؤ اور بڑھادیا..... وہ دونوں جوتوں کی مدد سے گرز کر وہ آگ کی طرف لڑھکانے لگے۔

"نہیں نہیں نہیں" سرجاری کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی۔

"اب بلاؤ..... اپنی انوکھی طاقت کو"۔

"آ..... اے پیاری اور انوکھی طاقت آ..... آج میں اپنی گردن ان سے کیوں نہ چھڑا سکا اب تک..... آ کر مجھے یہ بتا..... اور ان دونوں لڑکوں کو بھی روک دے..... وہ ان گرزوں کو آگ میں نہ پھینک سکیں..... ورنہ گرجے کے پرخچے اڑ جائیں گے"۔

خاموش ہو کر اس نے نظریں ادھر ادھر گھمانے کی کوشش کی..... پھر مارے خوف کے اس کے منہ سے نکلا۔

"یہ..... یہ..... یہ کیا"۔

"کیوں..... کیا ہوا؟"۔

"وہ میری پیاری انوکھی طاقت نے آج ابھی تک میری پکار کا جواب نہیں دیا..... جب کہ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا"۔

"تمہاری پیاری طاقت سو گئی..... اب نہیں آئے گی تمہاری مدد کو ان شاءاللہ"۔

عین اس وقت کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا۔

* * * *

خطرہ

انہیں ہوش آیا تو سب کے سب ہسپتال میں تھے..... سبھی زخمی ہوئے تھے..... ان کے ساتھ ہی سرجاری بھی زخمی ہوا تھا..... وہ بھی ان کے ساتھ ہسپتال میں تھا لیکن ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا..... ان کے کمرے میں وہ عالم بھی موجود تھے..... جنہوں نے باہر بیٹھ کر شیطانی طاقت کو روکا تھا..... ان کی توجہ سے شیطان سرجاری کی ان لمحات میں کوئی مدد نہیں کر سکا تھا..... شیطان بری طرح شکست کھا گیا تھا..... جب کہ وہ عالم اب تک قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے..... ان کی آنکھیں بند تھیں..... کتنی ہی گھڑیاں اس عالم میں گزر گئیں..... پھر انہوں نے آنکھیں کھول دیں..... ان کی آنکھیں سرخ تھیں..... خون کی طرح سرخ..... لیکن چہرے پر سکون تھا' جلال تھا' پھر ان سب کو ہوش میں دیکھ کر وہ مسکرا دیئے۔

"سرجاری اب شیطان کے اثر سے بالکل فارغ ہو چکا ہے..... اب یہ ایک بالکل عام انسان ہے..... آپ اسے اس کے جرموں کی سزا آسانی سے

عدالت کے ذریعے دلوا سکتے ہیں .... دوسری بات ہم لوگ اب کچھ عرصہ یہیں رہیں گے .... تاکہ شیطانی اثرات اس ملک سے مزید ختم کر سکیں .... جس حد تک بھی ہم ختم کر سکیں .... کریں گے .... لیکن سو فیصد اثر ہم بھی ختم نہیں کر سکتے .... اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مردود کو قیامت تک کے لیے چھوٹ دی ہے .... تاہم اب وہ اس قابل نہیں ہو سکے گا کہ اس قدر بڑے پیمانے پر لوگوں کو ورغلا کر رکھ دے کہ پورا ملک اس کی لپیٹ میں آجائے .... اس سلسلے میں ہمیں مسلسل یہاں محنت کرنا ہوگی .... دین اسلام لوگوں کے دلوں میں پختہ کرنا ہوگا .... اصل میں جب تک ہم پورے پورے دین میں داخل نہیں ہوتے .... شیطان کا وار چلتا رہتا ہے کیونکہ اس طرح اسے اندر گھسنے کی جگہ مل جاتی ہے .... اس کی مثال یوں ہے .... ایک برتن میں پانی لبالب بھرا ہوا ہے .... اب آپ اس میں مزید پانی کسی صورت بھی نہیں ڈال سکتے .... لیکن اگر پانی اس برتن میں اس کی حد سے کم ہے .... اور برتن میں جگہ باقی ہے .... تو اب اس باقی جگہ میں آپ کوئی بھی چیز ڈال دیں .... چاہے اس میں کوئی غلاظت ہی ڈال دیں .... مطلب یہ کہ جب ہم اپنے اندر پورا پورا اسلام کو داخل کر لیں گے .... یا اسلام میں پورے پورے داخل ہو جائیں گے .... تو پھر شیطان کچھ نہیں کر سکے گا .... لیکن جب تک یہ پورے پورے داخل نہیں ہوں گے .... اس کا وار چلتا رہتا ہے"۔

"آپ لوگوں کا احسان ہمارے پورے ملک پر ہے .... ہمارے پاس تو شکریے کے الفاظ تک نہیں ہیں" یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

چند دن بعد وہ ہسپتال سے فارغ کر دیے گئے .... سرجاری کو حوالات بھیج دیا گیا .... وہ خان رحمان کے گھر آگئے۔

"اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے .... آپ سرجاری کو سزا کس طرح دلوائیں گے .... اس کے خلاف ثبوت کیا پیش کریں گے" فرزانہ نے ایک سوال صبح ناشتے کے وقت کیا۔

"اصل مسئلہ انسپکٹر شاکر کا قتل ہے .... اگر انسپکٹر شاکر کا قتل نہ ہوا ہوتا تو ہم سرجاری کو رہا کر دیتے .... کیونکہ یہ سب کچھ شیطانی چکر سے ہوا .... اور اس سے نکلنے کے بعد اگر وہ توبہ کر لیتا تو ہم اسے معاف کر دیتے .... ہاں توبہ نہ کرنے کی صورت میں سزا دیتے .... لیکن اب جب کہ ایک پولیس آفیسر کا قتل ہوا ہے .... تو اس پر مقدمہ چلانا ہوگا .... اس سلسلے میں پہلے ہم اس سے بات کریں گے"۔

پھر وہ سرجاری کے پاس پہنچے .... اس نے انہیں دیکھ کر نفرت سے منہ موڑ لیا اور بولا۔

"تم لوگوں نے مجھ سے میری طاقت چھین لی.... میں ہزاروں بار اسے آوازیں دے چکا ہوں.... وہ جواب نہیں دیتی.... افسوس میں تو اب کہیں کا نہیں رہا.... میری ساری عیش ختم ہو گئی" یہ کہہ کر وہ رونے لگا۔

"ہم اسی سلسلے میں آئے ہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب.... کس سلسلے میں آئے ہیں" اس نے چونک کر کہا۔

"اس سلسلے میں کہ اب آپ کیا کہتے ہیں.... انوکھی طاقت نے تو آپ کا ساتھ چھوڑ دیا.... دراصل وہ طاقت شیطان کی تھی.... شیطان نے آپ کو گھیر لیا تھا.... لیکن ہم نے اب شیطان کا زور توڑ دیا ہے.... اس لیے وہ بھاگنے پر مجبور ہو گیا ہے.... کیا آپ توبہ کرتے ہیں.... شیطان پر یعنی اس انوکھی طاقت پر لعنت بھیجتے ہیں.... پھر سے اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں.... اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کے ساتھ نرمی کی جائے گی"۔

"مثلاً.... کیا نرمی کی جائے گی" اس نے جل کر کہا۔

"ہو سکتا ہے.... آپ کو پھانسی کی سزا ہو.... اس صورت میں پھانسی کی سزا عمر قید میں تبدیل کرائی جا سکتی ہے"۔

"اگر تم لوگوں نے مجھے پھانسی کی سزا دی.... تو میرا آقا مجھے پھانسی سے بچانے کے لیے آئے گا"۔

"نہیں آئے گا.... اس لیے کہ اب کون سا تم مسلمان رہے ہو.... تم تو اسلام سے پھر چکے ہو.... اب اسے تم سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی.... وہ تو

صرف لوگوں کو گمراہ کرتا ہے.... اور جب دیکھتا ہے کہ کوئی شخص گمراہ ہو گیا ہے.... تو اسے اپنے چیلوں میں شریک کر لیتا ہے.... یا ان کی پرواہی نہیں کرتا.... لہٰذا اب اسے تمہاری کوئی پروا نہیں رہ گئی"۔

"نہیں! اس نے ایک بار مجھ سے کہا تھا" وہ بولا.... کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا کہا تھا اس نے؟"۔

"یہ کہ اگر میں کبھی مشکل میں پھنس گیا.... لوگ میری جان لینے پر تل گئے تو ان لمحات میں وہ مجھے بچانے کے لیے ضرور آئے گا.... مطلب یہ کہ وہ آخری لمحات میں آئے گا، لیکن سوال تو یہ ہے کہ تم مجھے پھانسی نہیں دو گے.... کیا جرم عائد کرو گے مجھ پر"۔

"انسپکٹر شاکر کا قتل"۔

"اس کا تو آپ کے پاس ثبوت ہی نہیں ہے" وہ ہنسا۔

"اوہ اچھا.... ثبوت کی بات کرتے ہیں آپ.... ثبوت ہم حاصل کر لیں گے"۔

"ناممکن.... آپ تو آج تک اس خنجر کو نہیں ڈھونڈ سکے"۔

"اس وقت ہم شیطانی چکر میں چکرا رہے تھے، اب اس چکر سے نکل چکے ہیں.... اب پہلے کی نسبت بہتر طور پر کوشش کریں گے.... اور ان شاء اللہ خنجر تلاش کر لیں گے"۔

"تو پھر جائیں.... پہلے خنجر تلاش کریں.... پھر مجھ سے بات کریں آ کر"۔

"اچھی بات ہے.... یونہی سہی.... مطلب یہ کہ آپ توبہ کرنے کے لیے تیار نہیں.... پھر سے اسلام قبول کرنے سے انکاری ہیں"۔

"ہاں بالکل؟ اس بات کو لکھ لیں.... وہ آخر وقت میں میری مدد کو ضرور آئے گا.... پھانسی کے پھندے سے مجھے صاف بچا کر لے جائے گا"۔

"نہیں.... ایسا نہیں ہو گا"۔ انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"دیکھا جائے گا"۔

اور پھر وہ حوالات سے لوٹ آئے.... اب ان کا رخ سرجاری کی اس کوٹھی کی طرف تھا جہاں انسپکٹر شاکر کا قتل ہوا تھا.... جونہی وہ اندر داخل ہوئے.... سنگ مرمر کے مجسمے پر ان کی نظریں پڑیں.... فرزانہ تو وہیں رک گئی.... باقی آگے بڑھ گئے.... پھر جب انہوں نے دیکھا کہ فرزانہ ساتھ نہیں آ رہی تو اس کی طرف مڑے۔

"کیا ہوا فرزانہ.... اس مجسمے نے کاٹ کھایا ہے کیا؟" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"نہیں.... اس مجسمے نے پھر قدم روک لیے ہیں"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... اب مجسمے بھی ہمیں روکنے لگے" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

باقی لوگ مسکرا دیے.... ایسے میں فرزانہ نے کہا۔

"ویسے اس مجسمے کی تک ہمیں سمجھ نہیں آئی.... اگر یہ خوبصورتی کے لیے رکھا گیا ہے تو پھر اسے دروازے کے بیرونی طرف رکھنا چاہئے تھا.... تاکہ دوسرے بھی اسے دیکھتے.... یوں یہ خوب صورت ضرور ہے.... یہ اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"واقعی فرزانہ.... تمہاری بات میں وزن ہے.... اس قدر خوب صورت مجسمے باہر کی طرف ہونا چاہئے تھا" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"بس! اب ہم اس مجسمے سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے" فاروق نے گویا اعلان کیا۔

"اوہ.... معاف کرنا فاروق.... میری وجہ سے تمہیں رکنا پڑ گیا.... تم اندر چلو ہم آتے ہیں" فرزانہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی.... کوئی تک ہے"۔

"جب تک ہم اس مجسمے کی طرف سے مطمئن نہیں ہو جاتے.... اس وقت تک آگے نہیں جائیں گے" فرزانہ بولی۔

"تب تو ٹھیک ہے.... میں اندر جاتا ہوں.... مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔

"اچھی بات ہے.... جاؤ" فرزانہ نے منہ بنایا۔

وہ جھلا کر اندر کی طرف چلا گیا.... انسپکٹر جمشید اور باقی لوگ مسکرانے لگے۔

اب انہوں نے اس مجسمے کو غور سے دیکھا.... بہت دیر تک اس کا معائنہ کیا.... لیکن اس میں کوئی ایسی خاص بات نظر نہ آسکی.... آخر تنگ آکر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"نہیں بھئی فرزانہ.... اس میں کوئی خاص بات ہے"۔

"لیکن ابا جان.... انسپکٹر شاکر بالکل اس مجسمے کے پاس گرے تھے" فرزانہ بڑبڑائی۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے.... لیکن ہم اس کا بہت اچھی طرح جائزہ لے چکے ہیں"۔

"چلیے پھر اندر ہی چلتے ہیں"۔

وہ اندر کی طرف بڑھے.... جونہی اندر داخل ہوئے.... انہوں نے فاروق کے ہانپنے کی آواز سنی۔

"کک.... کہیں تم پاگل تو نہیں ہوگئے ہو" فرزانہ نے ہانک لگائی۔

"پاگل ہوں میرے دشمن" وہ وہیں سے بولا۔

پھر وہ آگے بڑھے.... سرجاری کے کمرے کا فرش اسی طرح ٹوٹا ہوا تھا اور فاروق اس کے نیچے والے تہ خانے میں کھڑا نظر آیا.... اترنے کے لیے اس نے لوہے کی سیڑھی استعمال کی تھی.... جو وہیں مل گئی تھی۔

"کیا بات ہے.... کیوں ہنس رہے ہو"۔

"آجائیں نیچے.... آپ کو بھی ہنسنے کا موقع ملے گا" اس نے کہا۔

"ضرور تم نے کوئی خاص بات معلوم کی ہے"۔

"جی ہاں! میں نے قاتل کو پکڑ لیا ہے"۔

"کیا کہا.... قاتل کو پکڑ لیا ہے.... نن نہیں" انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں.... آپ بس آجائیں"۔

وہ نیچے اترے.... لیکن وہاں فاروق کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"۔

"تو میں نے کب کہا کہ یہاں کوئی ہے"۔

"حد ہوگئی.... اور ابھی تم کہہ رہے تھے.... تم نے قاتل کو پکڑ لیا ہے"۔

"یہ تو خیر ٹھیک ہے"۔

"حد ہوگئی.... یہ ٹھیک بھی ہے اور یہاں قاتل کوئی ہے بھی نہیں.... یار تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا" محمود نے بھنا کر کہا۔

"نہیں.... ابھی نہیں چلا.... جب چلے گا بتادوں گا"۔

"توبہ ہے تم سے" فرزانہ تلملا اٹھی۔

"آخر مجھ سے ہی کیوں ہے" فاروق جل گیا۔

"کیا کیوں ہے" پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"جی توبہ" فاروق نے فوراً کہا۔

"یا اللہ میری توبہ" انہوں نے بھی فوراً کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے.... توبہ اللہ سے کی جاتی ہے"۔

"او ہو.... بھائی تم ہنس کیوں رہے تھے"۔

"ہاں یاد آیا.... میں ہنس اس لیے رہا تھا کہ میں نے بیٹھے بٹھائے قاتل پکڑ لیا.... حالانکہ مجھے اس کی ایک فیصد امید نہیں تھی اور میں خود بھی قاتل بنتے بنتے رہ گیا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... یہ کیا کہ گئے تم" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"تت.... تم.... تم مجھے قتل کرنے لگے تھے" خان رحمان نے بوکھلا کر پوچھا۔

"آپ سب میں سے کسی ایک کو" وہ مسکرایا۔

"ارے باپ رے.... فاروق ہمیں تم سے ایسی امید نہیں تھی" پروفیسر داؤد نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"تو مجھے کب اپنے آپ سے ایسی امید تھی پنگل.... میرا مطلب ہے.... انکل"۔

"بات کو گھماؤ پھراؤ نہیں.... سیدھی بات کرو"۔

"اوہ ہاں.... یہ دیکھئے ٹی وی پر صحن کا منظر.... اس میں وہ مجسمہ بھی صاف نظر آیا ہے"۔

"ہاں بالکل نظر آ رہا ہے.... تو پھر؟"۔

"اس طرف دیوار میں ایک بٹن لگا ہوا ہے.... نظر نہ آنے والا بٹن"۔

"کیا کہ رہے ہو.... یہاں کوئی بٹن وٹن نہیں ہے" فرزانہ نے بوکھلائے ے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی.... میں جو کہ رہا ہوں.... یہاں بٹن ہے.... جو دیکھنے سے ر نہیں آتا.... میرا تو ہاتھ اتفاق سے دیوار پر ٹک گیا تھا.... اور ایک جگہ گلی کا دباؤ پڑ گیا.... اس طرح مجھے معلوم ہوا کہ وہاں تو بٹن ہے.... اور آپ ل بال بچے"۔

"یہ کیا بات ہوئی بٹن دبنے سے ہمارے لیے کیا خطرہ پیدا ہو گیا تھا"۔

"دوسرے قتل کا"۔

"کیا کہا.... دوسرے قتل کا خطرہ"۔

"ہاں! پیدا ہو گیا تھا.... ساتھ ہی فوت ہو گیا" فاروق نے شوخ انداز میں کہا۔

"کک.... کیا کہا.... خطرہ فوت ہو گیا.... بہت افسوس ہوا.... بے چارہ کتنا نیک تھا" محمود بولا۔

"کک.... کون تھا نیک" خان رحمان بولے۔

"خطرہ.... محمود بولا"۔

"غلط.... بالکل غلط.... خطرہ کیسے نیک ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی.... سب کے سب ایک رنگ میں رنگ گئے.... ہے کوئی تک" انسپکٹر جمشید نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"جمشید تم نے سنا نہیں" پروفیسر مسکرائے۔

"کیا نہیں سنا"۔

"خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے"۔

"آج آپ پر فاروق کا رنگ کچھ زیادہ ہی چڑھ گیا ہے شاید"۔

"کوئی بات نہیں.... ایسا بھی ہوتا ہے"۔

"لیکن مجھے اس سے اصل بات تو معلوم کرنے دیں"۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں.... فاروق بھئی تم پہلے اصل بات بتا دو.... نقلی باتیں ہم بعد میں کریں گے"۔

"اوکے" اس نے کہا.... پھر ٹی وی سکرین پر نظر ڈالتے ہوئے اس نے کہا۔

"سب لوگ ٹی وی کی طرف بغور دیکھیں"۔

انہوں نے نظریں سکرین پر جما دیں.... اچانک ان سب کے منہ سے نکلا۔

"اوہ.... یہ کیا!!!"۔

* * * *

آخری وار

ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے.... ایک آن میں انہیں معلوم ہو گیا کہ انسپکٹر شاکر کو کس طرح قتل کیا گیا تھا۔

"اف مالک! اگر فاروق کی انگلی اس بٹن پر نہ جا پڑتی تو شاید ہمیں کبھی بھی پتا نہ چلتا کہ یہ واردات کس طرح کی گئی ہے" پروفیسر داؤد کانپ کر بولے۔

اسی وقت انہوں نے اکرام کو فون کیا.... اسے ہدایت دی کہ وہ سرجاری کو وہاں لے آئے، جلد ہی سرجاری کو وہاں لے آیا گیا۔

"سرجاری.... انسپکٹر شاکر کو آپ نے قتل کیا تھا نا"۔

"نہیں.... بالکل نہیں" اس نے فوراً کہا۔

"ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ نے ہی قتل کیا تھا"۔

"بالکل غلط.... اگر یہ آپ کا دعویٰ ہے تو ثبوت پیش کریں گے.... وہ خنجر پیش کریں جس سے میں نے یہ کام کیا تھا اور یہ بھی بتادیں کہ میں نے یہ کیسے کیا تھا جب کہ اس وقت میں آپ کے آگے تھا"۔

"ابھی بتاتے ہیں.... اکرام.... اسے اس مجسمے کے دائیں ہاتھ کے بالکل سامنے کھڑا کردو.... اس طرح کہ اس کا سینہ ہاتھ کی سیدھ میں آجائے"۔

"کک.... کیا مطلب؟" وہ بہت زور سے اچھلا.... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"کیوں! اب آپ کو کیا ہوا؟"۔

"آپ ایسا کیوں کروا رہے ہیں"۔

"میں ایک تجربہ کرنا چاہتا ہوں"۔

"آخر کیسا تجربہ"۔

"ابھی آپ کو معلوم ہو جائے گا.... چلو اکرام.... کھڑا کرواسے اور اسے دونوں طرف سے اس طرح پکڑے رہنا کہ یہ مجسمہ کے آگے سے ذرا بھی پیچھے نہ ہٹ سکے"۔

"او کے سر" اکرام بولا.... ویسے وہ بہت حیران تھا.... کچھ نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

"آخر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں" سرجاری چلایا۔

"وہی.... جو آپ سمجھ رہے ہیں"۔

"میں سمجھ رہا ہوں.... کیا سمجھ رہا ہوں"۔

"انسپکٹر شاکر کے جرم کا اقرار کرتے ہیں آپ"۔

"نہیں ہرگز نہیں.... میں انسپکٹر شاکر کو کس طرح قتل کر سکتا تھا بھلا.... جب کہ"۔

"ختم کرو.... ابھی تم مان لو گے.... اکرام جلدی کرو"۔

"یہ لیجیے سر"۔

سرجاری کو مجسمے کے بالکل نزدیک کھڑا کر دیا گیا۔

"اب.... اب کیا کرنا ہے سر؟" اکرام بولا۔

"اب تم نہیں فاروق کرے گا.... جاؤ فاروق.... سرجاری کے کمرے کے نیچے جو تہ خانہ ہے.... اس کی دیوار میں لگا نظر نہ آنے والا بٹن دبا دو" انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"کیا!!!" سرجاری پوری قوت سے چلا اٹھا۔

"کیوں کیا ہوا"۔

"روکو.... اس لڑکے کو روکو.... خبردار.... وہ بٹن نہ دبانا" اس نے چیخنے کے انداز میں کہا۔

"کیوں.... کیا ہوا" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اف.... تت تو کیا آپ لوگ اس بٹن کو دبا کر دیکھ چکے ہیں"۔

"ہاں بالکل.... ایسے کام ہم کر ہی لیا کرتے ہیں"۔

"تب پھر آپ جان چکے ہیں.... انسپکٹر شاکر کا قتل کس طرح ہوا تھا"۔

"بالکل جان چکے ہیں.... اب تم صرف بتاؤ.... اس وقت تہ خانے میں کون تھا جس نے تمہاری ہدایت کے مطابق اس بٹن کو دبایا تھا"۔

"نہیں نہیں.... میں نہیں بتا سکتا"۔

"جاؤ فاروق.... اپنا کام کرو"۔

"نہیں نہیں.... آپ یہ غیر قانونی کام کس طرح کر سکتے ہیں"۔

"اگر تم کر سکتے ہو تو ہم کیوں نہیں کر سکتے.... پھر ہم تو ایک قاتل کو سزا دیں گے' ایسا کر کے"۔

"ختم کریں.... میں بتاتا ہوں.... اس وقت میری دوسری بیوی وہاں تھی.. اس نے میرا اشارہ پا کر ایسا کیا تھا.... کیونکہ وہ سکرین پر یہ منظر دیکھ رہی تھی.. اس وقت میرا منہ دوسری طرف تھا.... آپ لوگ میرے پیچھے تھے.... میں نے اپنی بیوی کو اشارہ کیا کہ بٹن دبا دو.... وہ اس بٹن اور مجسمے کی کارکردگی کے بارے میں سب کچھ جانتی تھی"۔

"بہت خوب" تو یہ بات تھی.... اکرام اسے نیچے لے آؤ"۔

"لیکن سر.... ہم تو کچھ بھی نہیں سمجھے"۔

"ابھی دکھا دیتے ہیں.... جاؤ فاروق.... سب کو دکھا دو.... انسپکٹر شاکر کو کس طرح قتل کیا گیا تھا"۔

"جی اچھا" اس نے کہا اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔

سرجاری کو ہٹا لیا گیا۔

"سب لوگ مجسمے پر نظر رکھیں.... فاروق جونہی بٹن دبائے گا.... آپ اس مجسمے کی ایک حرکت دیکھیں گے.... خوفناک حرکت"۔

"جی.... کیا فرمایا.... خوفناک حرکت" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! خوفناک حرکت.... یہ کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" وہ مسکرائے۔

سب کی نظریں مجسمے پر جمی تھیں.... اچانک مجسمے کا دایاں ہاتھ سیدھا اوپر اٹھا.... اب اس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا.... خنجر بجلی کی تیزی سے سامنے کی طرف آیا اور ساتھ ہی ہاتھ واپس چلا گیا اور اپنی جگہ پر آ گیا.... یہ سب صرف تین سیکنڈ میں ہو گیا۔

وہ ہکا بکا رہ گئے۔

"اف مالک.... ہم اس مجسمے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے" اکرام بولا۔

"کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا.... میں نے کئی بار اس کو دیکھا.... کوٹھی کا جائزہ لیا.... لیکن یہ بات کسی کے ذہن میں نہیں آئی.... یہ تو بس اتفاق سے معلوم ہو گیا' چلو اکرام اسے اور اس کی بیوی کو لے چلو' اب ہم عدالت

میں فوری فیصلہ کروائیں گے اور انہیں بڑے میدان میں پھانسی دیں گے"۔

"نن.... نہیں نہیں" وہ چلا اٹھا۔

لیکن اب اس کے چلانے کو کون سنتا تھا.... تیسرے دن بڑے میدان میں سارا شہر جمع تھا.... سرجاری اور اس کی دوسری بیوی پھانسی کے تختے پر پھانسی پانے کے لیے تیار کھڑے تھے' ایسے میں ایک عورت مجمعے کو چیرتی ہوئی پھانسی گھاٹ کی طرف آئی.... وہ بلند آواز میں کہہ رہی تھی۔

"مجھے راستا دو.... مجھے راستا دو.... میرے لیے پھانسی گھاٹ تک پہنچنا ضروری ہے"۔

لوگ اس کی بات سن کر اسے اس خیال سے راستا دے رہے تھے کہ شاید اس کا سرجاری یا اس کی بیوی سے کوئی تعلق ہے.... یہاں تک کہ وہ سٹیج کے پاس پہنچ گئی.... اب انہوں نے اسے پہچانا.... وہ سرجاری کی پہلی بیوی تھی جس نے طلاق لے لی تھی.... اور نماز نہیں چھوڑی تھی۔

"دیکھ لیا سرجاری.... اپنا انجام"۔

"کون.... کون؟" سرجاری نے بمشکل اپنی آنکھوں کو کھولا۔

"یہ میں ہوں.... تمہاری پہلی بیوی"۔

"اوہ.... یہ تم ہو.... تم یہاں کس لیے آئی ہو"۔

"یہ بتانے.... کہ اپنا انجام دیکھ لو.... اور میرا انجام دیکھ لو.... میں خوش ہوں' بے فکر ہوں اور تم پھانسی پا رہے ہو اور ساتھ میں یہ تمہاری نئی بیوی بھی"۔

"انوکھی طاقت نے ایک بار مجھ سے کہا تھا.... اگر مجھ پر کوئی ایسا وقت آیا تو وہ میری مدد کو آئے گا.... لہٰذا وہ آئے گا"۔

"اب وہ نہیں آئے گا.... وہ شکست کھا کر بھاگ چکا ہے"۔

"نہیں.... وہ آئے گا ارے ہاں سنو.... مجھے اس کی آواز آ رہی ہے.... لیکن یہ کیا.... اس کی آواز بہت مدھم ہے.... بہت آہستہ.... جیسے وہ بہت دور سے مجھ سے بات کر رہا ہے.... سنو سنو وہ کہہ رہا ہے.... میں تمہارے نزدیک نہیں آسکتا.... البتہ میں اب بھی تمہیں بچا سکتا ہوں.... واہ کیا بات ہے انوکھی طاقت کی.... وہ اب بھی ہمیں بچائے گا.... کیا کہا.... پیاری انوکھی طاقت.... تمہاری ایک شرط ہے.... جلدی بتاؤ.... اوہ اچھا.... میں اللہ کا انکار کر دوں.... تمہیں اپنا خدا مان لوں.... یہ کیا مشکل ہے.... لو کیا میں نے فوری انکار.... میرے خدا تو تم ہو' اب مجھے اور میری بیوی کو پھانسی کے تختے سے نجات دلواؤ"۔

اس لمحے مجسٹریٹ نے جلاد کو اشارہ کیا.... دونوں کے نیچے سے تختہ گرا دیا گیا' ان کے دھڑ رسے سے نکلنے لگے.... چند منٹ وہ تڑپے اور ساکت ہو گئے۔

انوار الادب لائبریری

تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان

آئندہ خاص نمبر کی ایک جھلک

محمود' فاروق' فرزانہ' انسپکٹر جمشید سیریز
آفتاب' آصف' فرحت' انسپکٹر کامران مرزا اور
شوکی برادرز سیریز

46واں خاص نمبر

باس کا نام

مصنف: اشتیاق احمد

☆ باس نے ایک بریف کیس اپنے ایک کارکن کو دیا۔

☆ وہ بریف کیس اسے ایک خاص آدمی کو پہنچانا تھا۔

☆ لیکن کارکن بے ایمان ہو گیا۔

☆ باس کا ایک اور خاص کارکن اس کے تعاقب میں۔

☆ بریف کیس میں کیا تھا.... ایک خوفناک سوال۔

☆ انسپکٹر کامران مرزا کے گھر میں ایک خوف زدہ آدمی داخل

ں مجھے قتل کر دے گا۔

پکٹر کامران مرزا نے آس پاس کا جائزہ لیا.... کوئی بھی نہیں تھا جو اسے قتل کر
ا.... لیکن وہ موت کی حد تک خوف زدہ تھا.... اور پھر وہ ان کی آنکھوں کے
نے مر گیا.... سینکڑوں میل دور بیٹھے باس نے اسے ختم کر دیا۔

کے لئے ایک حیرت انگیز آغاز۔

ف کیس لے اڑنے والے شخص کی لاش نے انسپکٹر جمشید پارٹی کو اس کیس کی
ن متوجہ کیا۔

س کے تعاقب میں انہیں بے ہوش ہونے پڑا۔

پر اسرار بے ہوشی انہیں ایک جنت میں لے گی.... وہاں حوریں بھی تھیں'
....

ن وہ جنت بوڑھوں کی تھی۔

ڑھوں کی جنت میں ان کا کیا کام تھا.... آپ حیران ہوں گے۔

س جنت میں انہیں ایک ہولناک بات معلوم ہوئی' اس قدر ہولناک کہ ان کی نی
ہو گئی۔

ک شخص کا فون انسپکٹر جمشید کو ملا.... اس نے فون پر بتایا۔

باس اسے اتنے بجے ہلاک کر دے گا۔

نجام بھاگ وہاں پہنچے.... وقت سے پہلے اس کے پاس پہنچ گئے.... لیکن ان کی
کھوں کے سامنے باس نے اس شخص کو ختم کر دیا۔

س کا اعلان.... وہ جسے چاہے.... جب چاہے.... گھر بیٹھے ہلاک کر سکتا ہے۔

.... جو سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا۔